خدا موجود ہے

www.KitaboSunnat.com

دیباچہ

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

22666

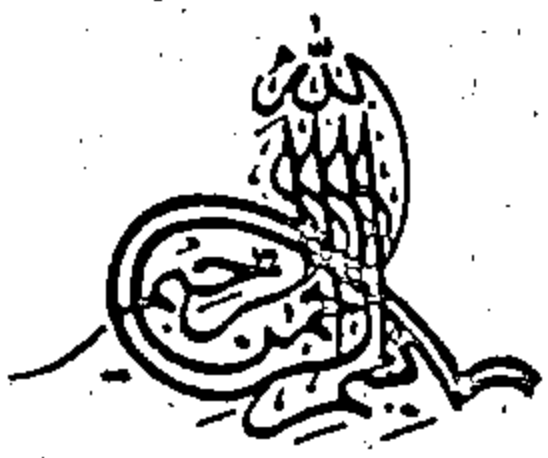

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

DATA ENTERED

Institute of Islamic Studies
LIBRARY
Punjab University

خدا موجود ہے

مغرب کے چالیس سائنسدانوں کی شہادت

مرتبہ: جان کلوور مونزما   مترجم: عبدالحمید صدیقی

دیباچہ

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

MAQBOOL ACADEMY

مقبول اکیڈمی ۱۹۹۔ سرکلر روڈ چوک انارکلی لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

اہتمام
ملک مقبول احمد

مقبول اکیڈمی
۱۹۹۔ سرکلر روڈ۔ چوک انارکلی لاہور

قیمت: =/250 روپے

مطبع۔ خورشید مقبول پریس، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

22666

فہرست

دیباچہ ..... مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

۱۔ تخلیق کائنات ایک حادثہ یا ایک منصوبہ
فرینک ایلن، ماہر حیاتی طبیعیات

۲۔ ایک قطعی دلیل :۔
رابرٹ مورس پیج، ماہر طبیعیات

۳۔ پھول سے سبق :۔
میرٹ سٹینلے کان ڈان، فلسفی اور سائنسدان

۴۔ ایک ناگزیر فیصلہ :۔
جان کلیوی لینڈ، ماہرِ ریاضی و کیمیا

۵۔ ایک لاینحل مسئلے کا حل :۔
ڈانلڈ ہنری پورٹر، ماہرِ ریاضی و طبیعیات

۶۔ آیئے ہم کسی تعصب کے بغیر حقائق کا مطالعہ کریں :۔
ایڈورڈ لوتھر کیسل، ماہرِ حیوانیات و حشرات .....

۷۔ سائنسی طریقِ فکر سے :۔
والٹر آسکر لنڈ برگ، ماہرِ عضویات و حیاتی کیمیا

۸۔ خالقِ کائنات کے وجود پر عالم طبعی کی شہادتیں :۔
پال کلیرنس ایبر سولڈ، ماہر حیاتی طبیعیات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۔ آئن سٹائن کی تخلیقی قوت کی توثیق :۔

مارلن بکس کریڈر، ماہرِ عضویات

۱۰۔ سائنس کے اکتشافات وجودِ باری تعالےٰ پر دلالت کرتے ہیں :۔

جارج ارل ڈیوس، ماہرِ طبیعیات

۱۱۔ سادہ پانی ہمیں حقیقت سے آشنا کر سکتا ہے :۔

ٹامس ڈیوڈ پارکس، محقق کیمیا

۱۲۔ اسرارِ فطرت اور ذاتِ باری تعالےٰ :۔

جان ولیم کلاٹز، ماہرِ حیاتیات و عضویات

۱۳۔ سب سے اہم مسئلہ جو ہمیں درپیش ہے :۔

آسکر لیو براؤر، ماہرِ طبیعیات و کیمیا

۱۴۔ صرف مادیت سے کام نہیں چلتا :۔

اروِنگ ولیم نابلاخ، ماہرِ علوم طبیعی

۱۵۔ خداوند تعالےٰ کے بارے میں سائنس کا فیصلہ :۔

جان لیوا ایبرنتھی، محقق کیمیا

۱۶۔ ایک نوعمر متصوف کے احساسات :۔

رسل لیویل مکسٹر، ماہرِ حیوانات

۱۷۔ دنیائے نباتات میں خداوند تعالےٰ کے نقوش :۔

جیرلڈ ٹی۔ ڈین ہارٹک، محقق زراعت و حیاتی شماریات

۱۸۔ ایک ناظر جنگلات کے عملی تجربے :۔

لارنس کولٹن واکر، محقق جنگلات و نباتی عضویات

125

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹- ایک ثمر کار کے بیٹے کی معلومات :-

والٹر ایڈورڈ لیمرٹس ، ماہر فن باغبانی

۲۰- اربوں زندہ خلیوں کا پیغام :-

رسل چارلز آرٹسٹ ، ماہر حیاتیات و نباتیات

۲۱- خدا پرستی کی معقولیت :-

جارج ہربرٹ بلاؤنٹ ماہر عملی طبیعیات

۲۲- طبقاتِ ارض کی ہدایات :-

ڈونلڈ رابرٹ کار ، ماہر اراضیاتی کیمیا

۲۳- کتابِ پیدائش کا پہلا باب جدید فلکیات کی روشنی میں :-

پیٹر ڈبلیو۔ سٹونز ماہر ریاضی و فلکیات

۲۴- عظیم منصوبہ ساز :-

کلاڈ ایم ہیتھ وے ، انجینئر

۲۵- عالمانہ شہادتیں اور چند اقوال :-

مرن گرانٹ سمتھ ، ماہر ریاضی و فلکیات

۲۶- قوانینِ فطرت کے پس پردہ ایک نظر :-

ایڈون فاسٹ ، ماہر طبیعیات

۲۷- کیمیاوی قوانین اور خدا :-

جان ایڈلف بوٹلر ، ماہر کیمیا

۲۸- سائنس نے میرے عقیدے کو مضبوط کیا :-

البرٹ میکومبس ونچسٹر ، ماہر حیاتیات

۲۹- فطرت پرستی کو خدا پرستی کے سامنے سر جھکانا چاہیئے :

اولن کیرول کارکالٹس ، کیمیاوی انجینئر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۰۔ خدا ـــــ اوّل و آخر :
ایڈمنڈ کارل کورنفیلڈ، محقق کیمیا

۳۱۔ کائنات مرکزی اقتدار کے تحت
ارل چیسٹر ریکس، ماہر ریاضی و طبیعیات

۳۲۔ مذہب کی معقولیت :۔
میلکم ڈنکن ونٹر، ماہر طب

۳۳۔ مٹی کے عجائبات :۔
ڈیل سواز نزبر، مٹی کی طبیعیات کے ماہر

۳۴۔ مٹی، پودے اور چار ہزار سال پہلے کی تصریح :۔
لیسٹن جان زمرمان۔ ماہر نباتی عضویات

۳۵۔ انسان بذاتِ خود خدا کے وجود کی زندہ شہادت موجود ہے
رابرٹ ہارٹن کیمران، ماہر ریاضی

۳۶۔ تجربہ گاہ کی شہادتیں :۔
ایلمر ڈبلیو ماٹرر، محقق کیمیا

۳۷۔ ایمان اور سائنس میں ہم آہنگی :۔
وائن یو۔ آلٹ، ماہر ارا ضیاتی کیمیا

۳۸۔ وجود باری تعالیٰ پر علم طب کی شہادت :۔
پال ارنسٹ اڈلف، ماہر عضویات و جرّاحی

۳۹۔ پھولوں اور پھلوں کے بارے میں :۔
سیسل بائس ہامان، ماہر حیاتیات

۴۰۔ وجود باری تعالیٰ پر ایک فیصلہ کن شہادت
اندریو کانوے ایوی، ماہرِ عضویات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیباچہ

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی

خدا کی ہستی کا اقرار اور اس کی وحدانیت کا اعتقاد تمام الہامی مذاہب کا سنگِ بنیاد ہے۔ مذہب کے تفصیلی عقائد اور اس کی عملی صورتوں میں آج اسلام مسیحیت اور یہودیت کے درمیان چاہے کتنے اختلافات ہوں، لیکن جہاں تک ہستیِ باری کا تعلق ہے، اس پر یقین اور اسی ذاتِ واحد کو کائنات کا خالق و مالک اور مدبّر و فرمانروا تسلیم کرنے میں یہ تینوں متفق ہیں اس لیے مادہ پرستوں اور منکرینِ خدا کے مقابلے میں اللہ تعالےٰ کی ہستی کا اثبات ہمارے لیے مشترک دلچسپی کی چیز ہے اور اس خدمت کو خواہ کوئی مسلمان انجام دے یا عیسائی یا یہودی وہ ہم سب کی قدر کا مستحق ہے۔

اس مسئلے پر فلاسفہ اور متکلمین اور علمائے دینیات نے تو اتنا کچھ لکھا ہے کہ اس کا شمار و احاطہ بھی مشکل ہے۔ لیکن سائنسدانوں نے اسے مستقل موضوع بنا کر کم ہی کبھی بحث کی ہے۔ ان کے کام کا بھی بالواسطہ اثر خواہ انکارِ خدا کے حق میں پڑتا ہو یا اقرارِ خدا کے حق میں، یہ الگ بات ہے۔ مگر خاص اس مسئلے کے متعلق مفکر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طور پر کبھی کبھی اظہارِ خیال کر دینے سے زائد انہوں نے کچھ نہیں کیا ہے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ ایک کتاب میں چالیس سائنسدانوں نے جو سائنس کے مختلف شعبوں میں اعلےٰ درجے کی مہارت رکھتے ہیں۔ اپنے اپنے علم و فن کے نقطۂ نظر سے خصوصیت کے ساتھ ہستی باری کے مسئلے پر باقاعدہ بحث کی ہے۔ یہ چیز امید ہے کہ ان لوگوں کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی جو سطحی طور پر سائنس گزیدہ ہونے کے باعث انکارِ خدا یا کم از کم وجودِ باری کے متعلق شک میں مبتلا ہیں اور اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں اور اس غلط فہمی میں پڑ گئے ہیں کہ خدا کو ماننا کوئی غیر سائنٹفک بات ہے۔ یہاں وہ دیکھیں گے کہ ایک سے ایک ممتاز سائنس دان اُٹھ کر اللہ تعالےٰ کی ہستی کا صرف اقرار ہی نہیں کر رہا ہے بلکہ نہایت مضبوط علمی و عقلی دلائل سے اس کا ثبوت بھی دے رہا ہے، جیسا ثبوت سائنس سے کسی ماورائے حس و ادراک چیز کا دیا جا سکتا ہے۔

پھر مزید خوشی کی بات یہ ہے کہ یہ مصنفین ان فلسفیوں کی طرح نہیں ہیں جو خدا کو محض ایک قوت یا علتِ اولےٰ (FIRST CAUSE) یا روحِ کائنات سمجھتے ہیں، یا یہ خیال کرتے ہیں کہ خدا اس کارخانۂ ہستی کو ایک دفعہ حرکت دے دینے کی عقلی ضرورت پوری کر کے الگ ہو بیٹھا ہے۔ بلکہ یہ سب الہامی مذاہب کے اس خدا کو مانتے ہیں اور عملی و عقلی دلائل سے اس کی ہستی کا اثبات کرتے ہیں جو ایک علیم و حکیم اور صاحبِ ارادہ شخصیت ہے، جو صرف ایک دفعہ خلق کر کے نہیں رہ گیا، ہر آن تخلیقی عمل کر رہا ہے، جو کائنات کا محض خالق ہی نہیں، اس کا مدبر اور قیوم بھی ہے اور پھر اپنی خلق پر رؤف و رحیم بھی ہے۔ اللہ تعالےٰ کی ان صفات کے کھلے کھلے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آثار و شواہد جو سائنس کے ہر شعبے میں نظر آتے ہیں۔ انہیں بڑی خوبی کے ساتھ اس کتاب کے متعدد مصنفین نے اپنے مضامین میں پیش کیا ہے، اور نہایت معقول طریقے سے بتایا ہے کہ یہ کلام لامحالہ ایک صانع حکیم ہی کے ہو سکتے ہیں جو علیم و خبیر اور سمیع و بصیر ہو، جس کے بالارادہ ایک منصوبے اور مقصد کے مطابق کائنات کا یہ نظام بنایا ہو اور جسنے محض پیدا کرنے ہی سے دلچسپی نہ ہو، بلکہ اپنی پیدا کی ہوئی مخلوق کی حاجات و ضروریات پوری کرنے کی بھی فکر ہو۔ یہ بالکل اسی طرح کا استدلال ہے جس طرح ایک گھڑی کو دیکھ کر صاحب عقل آدمی گھڑی ساز کو دیکھے بغیر یہ استدلال کر سکتا ہے کہ یہ گھڑی ان ان صفات کے ایک شخص نے بنائی ہوگی۔ اس استدلال کے لیے گھڑی ساز سے براہ راست ملاقات اور اس کی کارکردگی کا عینی مشاہدہ کچھ ضروری نہیں ہے، گھڑی کا وجود اس کی ساخت و ترکیب اور وقت بتانے کے لیے اس کا ٹھیک ٹھیک مناسب ہونا خود ایک عاقل کو یقین دلانے کے لیے کافی ہے کہ اسے کسی قوت یا علت نے نہیں بنایا ہے، بلکہ ایک شخص نے ایک منصوبے کے مطابق اس خاص مقصد کے لیے بالارادہ بنایا ہے اور ایسی چیز بنانے والے شخص میں لازماً یہ صفات ہونی چاہئیں۔

خصوصیت کے ساتھ جو امور اس مفید اور قیمتی کتاب کے مطالعے سے ایک عام ناظر کے سامنے واضح ہوں گے وہ مختصراً

اول یہ کہ اصل لڑائی عقل اور مذہب اور سائنس اور مذہب میں نہیں ہے۔ بلکہ لامذہبی اور عقل اور سائنس کے درمیان ہے۔ اگر مذہب سے مراد پروہتوں اور کاہنوں (PRIESTS) کا قائم کردہ مذہبی نظام نہ ہو۔ بلکہ وہ اصل الہامی مذہب ہو جو ہمیشہ سے کائنات کے ایک خالق

22666

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو مان کر اس کی بندگی کی تلقین کر رہا ہے۔ تو عقل اور سائنس دونوں اپنا وزن پوری طرح اس کے پلڑے میں ڈالتے ہیں اور لامذہبی، یعنی انکارِ خدا کو مشکل ہی سے ان کی کوئی تائید حاصل ہوتی ہے۔ عقل اور سائنس دونوں کی رُو سے کائنات کے وجود اور اس کے نظام و قانون اور اس کی ہر چیز کی ساخت اور اس کے اندر صریح طور پر کام کرتی ہوئی حکمت و مقصدیت کی معقول ترین توجیہ اگر کوئی ہو سکتی ہے تو وہ یہ ہے کہ یہ ایک خدا کی تخلیق کا نتیجہ ہے اور اس کی سب سے زیادہ غیر معقول توجیہ اگر ممکن ہے تو وہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ خود ہی ہو گیا ہے اور ہوئے جا رہا ہے۔ ظاہر ہے کسی سائنس کا امکان اس کے بغیر پیدا نہیں ہوتا کہ وہ مادہ اور قوت کی اس دُنیا میں کوئی نظم اور ضبط ہو، اس کی ہر چیز میں ایک قانون کام کر رہا ہو اور اس میں متعین اسباب سے نتائج حاصل ہونے کی توقع کی جا سکے۔ اسی طرح انسانی فائدے کے لیے سائنس کے کسی استعمال کا تصور اس کے بغیر نہیں کیا جا سکتا کہ مادی اشیاء اور ان کے اندر کام کرنے والے قوانین میں بنیادی طور پر کوئی مقصدیت پائی جاتی ہو جس کی بنا پر ہم ہر چیز کی افادیت دریافت کر سکیں اور ان مقاصد کے لیے اسے استعمال کر سکیں جن کے لیے وہ موزوں ہے۔ اب یہ کیسی عجیب بات ہے کہ جو لوگ اس نظم و قانون کو ہر وقت کام کرتے دیکھ رہے ہوں اور اسے اپنے فائدے کے لیے استعمال کر رہے ہوں، وہ یہ باور کر لیں کہ مادہ و قوت نے خود اپنے اندر یہ نظم قائم کر لیا ہے، خود ہی اپنے لیے ایک قانون بنا کر وہ اس کی ماتحتی میں چل رہے ہیں اور خود ہی انہوں نے اپنی علّتِ غائی بھی متعین کر لی ہے۔ حالانکہ مادے اور قوت میں کوئی شخص بھی ایک منصوبہ ساز کی حکمت و دانش اور ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناظم و مدبر کی قدرت اور اس کے اوصاف کی نشاندہی نہیں کر سکتا۔ ایک کسی ناظم کے بغیر قائم ہونا اور چلتے رہنا، ایک قانون کا کسی قانون ساز کے بغیر بن جانا اور کسی حاکم کے بغیر نافذ ہونا اور نافذ رہنا ایسی بات ہے جسے عقل قبول نہیں کرتی الا یہ کہ وہ کسی سخت تعصب میں مبتلا ہو کر غیر معقول باتیں ماننے ہی کا تہیہ کر لے۔

دوسرے یہ کہ بعض بخت و اتفاق سے کائنات کا بن جانا جسے دہریے نہ صرف ممکن سمجھتے ہیں بلکہ ایک یقینی واقعے کے طور پر بنے تکلف بیان کرتے ہیں، درحقیقت صفر سے زیادہ کوئی امکان نہیں رکھتا۔ جیسا کہ اس کتاب کے مصنفین میں سے ایک نے یہ بتایا ہے

"محض اتفاقاً ۹۲ کیمیاوی عناصر کے کسی مجموعے میں سے کاربن ہائیڈروجن نائٹروجن، آکسیجن اور گندھک کے اتنے جواہر (ATOMS) کا الگ نکل آنا جن سے صرف ایک پروٹینی سالمہ (MOLECULE) وجود میں آجائے۔ ریاضی کے اصولوں کی بنا پر 10^{160} کے مقابلے میں صرف ایک درجہ امکان رکھتا ہے (10^{160} کا مطلب ہے ۱۰ کو ۱۰ سے ۱۶۰ مرتبہ ضرب دینا) پھر اتفاقاً ایک پروٹینی سالمہ کو وجود میں لانے کے لیے جس قدر مادے کا یک جا ہو کر ملایا جانا ضروری ہوگا وہ پوری کائنات سے کئی ملین گنی زیادہ مقدار میں ہونا چاہیئے، اور یہ واقعہ اگر زمین پر پیش آئے تو اس کے لیے 10^{243} سال درکار ہیں۔ مزید برآں ایک پروٹینی سالمے کی ساخت میں امینو ایسڈس کا ایک لمبا سلسلہ ہوتا ہے۔ جس کی کڑیاں 10^{48} مختلف طریقوں سے جڑ سکتی ہیں۔ ان میں سے صرف بعض طریقے ہی ایسے ہیں جن سے پروٹین زندگی کے لیے مناسب ہوتا ہے۔ اگر کسی نامناسب طریقے سے اس کی کڑیاں جڑ جائیں تو حیات کے لیے وہ الٹا زہر قاتل بن جاتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کڑیوں کا محض اتفاقاً مناسب طریقوں سے جُڑ جانا جتنا کچھ امکان رکھتا ہے اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ صرف اس پروٹین کا معاملہ ہے جو جاندار جسم کے لیے اجزائے ترکیبی فراہم کرتا ہے اور وہ خود بے جان ہوتا ہے۔ اس کے اندر جان پڑنے کا مسئلہ اس سے بھی زیادہ مشکل ہے کہ محض اتفاقی حادثہ اسے حل کر دے۔ اب کون سی ریاضی کا قاعدہ یہ بتا سکتا ہے کہ جو لوگ محض خالق کی تخلیق سے بچنے کی خاطر اتنے بعید البعید امکانات کے سہارے لیتے ہیں ان کی عقل خدا بیزاری (THEOPHOBLA) کی کتنی بڑی مقدار کے بوجھ تلے دبی ہوئی ہے۔"

ایک اور مصنف کیمیاوی عناصر کے دوری نقشے (PERIODIC CHART) پر مفصل بحث کرنے کے بعد یہ سوال کرتا ہے کہ ان کی یہ حیرت انگیز ترتیب کیا محض اتفاق کا نتیجہ ہو سکتی ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ بہت سے پروٹون، نیوٹرون اور الیکٹرون لے کر کسی ہنڈیا میں پکا لیے جائیں اور نتیجے میں ۱۰۲ کے قریب عناصر تیار ہو کر نکلیں؟ وہ کہتا ہے کہ اس کا امکان اتنا ہی ہے جتنا مختلف کھانوں کے اجزائے ترکیبی لا کر ایک ساتھ پکانے سے مختلف کھانے الگ الگ شکل، مزے اور خصوصیات کے ساتھ خود بخود پک کر برآمد ہونے کا امکان ہے۔

ایک اور مصنف پرنسٹن یونیورسٹی کے استاد حیاتیات پروفیسر کانکلن (CONKLIN) کا یہ مقولہ نقل کرتا ہے کہ عناصر کے اجتماع سے زندگی کا اتفاقاً پیدا ہو جانا اتنا ہی امکان رکھتا ہے جتنا ایک چھاپے خانے میں یک لخت دھماکا ہو جانے سے ایک پوری ڈکشنری مرتب اور طبع ہو کر نکل آنے کا امکان ہے۔

تیسری نہایت مفید بات جو اس کتاب سے عام ناظرین کے سامنے بڑی وضاحت کے ساتھ آئے گی، وہ یہ ہے کہ عالم کے حادث یا قدیم ہونے کی بحث

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو ایک مدت دراز سے دہریوں اور خدا پرستوں کے درمیان چلی آ رہی تھی، اب جدید سائنس نے اس کا قریب قریب حتمی فیصلہ ہی خدا پرستوں کے حق میں کر دیا ہے اور دہریوں کے لیے مادے کو ازلی و ابدی قرار دینے کی مشکل ہی سے کوئی گنجائش باقی رہ گئی ہے۔ پرانی مادہ پرستی کا سارا انحصار اس دعوے پر تھا کہ مادہ فنا نہیں ہو سکتا، اس کی صرف صورت بدلی جا سکتی ہے۔ مگر ہر تغیر کے بعد مادہ مادہ ہی رہتا ہے اور اس کی مقدار میں کمی و بیشی نہیں ہوتی۔ اس بنا پر یہ نتیجہ نکالا جاتا تھا کہ عالم مادی کی ابتدا اور انتہا نہیں ہے لیکن اب جوہری توانائی۔

(ATOMIC ENERGY) نے اس پورے تخیل کی بساط اُلٹ دی ہے، اب مادہ قوت میں تبدیل ہوتا ہے اور قوت مادے میں۔ اب حرکیاتِ حرارت (THERMO DYMAMICS) کے دوسرے قانون نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ مادی عالم نہ ازلی ہو سکتا ہے نہ ابدی، اس کو لازماً ایک وقت شروع اور ایک وقت ختم ہونا ہی چاہیے۔ اب مختلف علوم طبیعی کی شہادتوں سے کائنات کا ایک وقتِ آغاز متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور قریب قریب ان تمام علوم کی شہادتیں اس بات پر متفق ہو چکی ہیں کہ یہ کائنات تقریباً بلین[1] سال پہلے کسی وقت وجود میں آئی تھیں۔ اب سائنس زمین کی عمر، شہابوں کی عمر، زمین و قمر کے نظام کی عمر، سورج کی عمر، ہمارے نظامِ شمسی کی عمر، غرض ایک ایک چیز کی عمر متعین کر رہا ہے اور بتا رہا ہے کہ مختلف عناصر کے وجود میں آنے اور ان کی الگ الگ قسمیں بننے اور مقادیر رونما ہونے میں کتنی مدت لگی۔ پھر کائنات کا جو نظریہ آج کل زیادہ تر مقبول ہو رہا ہے وہ یہ

---

[1] امریکی اصطلاح میں ایک ملین سے مراد ایک ہزار ملین، یعنی ایک ارب ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ یہ کائنات یک لخت ایک دن تخلیقی انفجار (EXPLOSION-) سے وجود میں آئی تھی، نہ کہ کسی طویل تدریجی عمل سے اس کا سارا مادہ تخلیق یک جا، انتہائی کثافت اور انتہائی حرارت کی حالت میں تھا اور ابھی اس کی عمر پانچ منٹ کی تھی کہ ایک عظیم انفجار سے وہ پھٹی۔ تیس منٹ کے اندر اندر تمام کیمیاوی عناصر پیدا ہو گئے اور پھر اسی مادے سے بے شمار فلکی نظام بنے۔ یہ گویا موجودہ سائنس کی زبان سے قرآن کے ان ارشادات کی تفسیر ہو رہی ہے جن میں فرمایا گیا ہے کہ:-

إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۔ (النحل۔ آیت ۴۰)

ہم جس چیز کا ارادہ کرتے ہیں اُس کے لیے ہمیں بس یہ کہنا ہوتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔

اور

أَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا۔

(الانبیاء۔ ۳۰)

آسمان اور زمین سب ایک ڈھیر تھے، پھر ہم نے انہیں پھاڑ دیا۔

ان ساری باتوں کے علاوہ ایک اور اہم بات جو ناظرین کے سامنے آئیگی وہ یہ ہے کہ موجودہ سائنس نے دہریت اور مادہ پرستی کے ساتھ ساتھ شرک کی بھی پوری طرح کمر توڑ دی ہے۔ آج یہ ثابت ہو گیا ہے کہ پوری کائنات ایک ہی مادے سے بنی ہے اور ایک ہی طرح کے قوانین اس میں کارفرما ہیں۔ یہ عظیم انسان کارگاہِ ہستی، جس میں کم از کم ایک لاکھ نظامِ فلکی (GALAKIES) پائے جاتے ہیں اور جس کے صرف ایک نظام میں ہمارے سورج جیسے ایک ارب سورج اپنے اپنے شمسی نظاموں کے ساتھ موجود ہیں۔ اس کے عناصر ترکیبی سب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جگہ یکساں ہیں اور وہ وہی عناصر ہیں جن سے ہماری زمین اور اس کی مخلوقات ہی ہیں۔ آج بعید ترین تاروں کا بھی جو مشاہدہ کیا گیا ہے، اس میں وہ عناصر پہنچائے گئے ہیں جو ہماری زمین پر عام ہیں اور قوانینِ فطرت کی عالمگیری ہی انسان کو اس قابل بنا رہی ہے کہ وہ زمین سے اُٹھ کر فضائے بسیط میں جانے اور دوسرے سیاروں پر پہنچنے کے نقشے سوچ سکے۔ ان معلومات نے اس وہم و گمان کے لیے بھی کوئی گنجائش باقی نہیں چھوڑی ہے کہ یہ کائنات مختلف خداؤں کے درمیان بنی ہوئی ہے آج یہ بات کھل گئی ہے کہ

هُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ۔ (الزخرف ۸۴)

"وہی ایک آسمان میں بھی خدا ہے اور زمین میں بھی اور وہ حکیم اور علیم ہے۔"

وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الانعام۔ ۳)

اور وہی اللہ آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی۔

قدرتی طور پر اس کتاب کے مصنفین اپنے اخذ کردہ نتائج کی مطابقت صرف بائبل ہی سے اخذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ یہ سب حضرات مسیحی ہیں اور قرآن کا مطالعہ غالباً ان میں سے کسی نے نہیں کیا ہے لیکن اگر وہ قرآن کو دیکھیں تو انہیں معلوم ہو کہ یہ کتاب پیغمبروں کے دیے ہوئے علم حقیقت کی تصدیق کے لیے بار بار انسان کو ان شہادتوں کی طرف توجہ دلاتی ہے جو زمین و آسمان اور خود انسان کے اپنے وجود میں پائی جاتی ہیں۔ وہ بتاتی ہے کہ حقیقت کا علم (جسے وہ العلم (THE KNOWLEDGE) کہتی ہے) تو انسان کو اس وحی ہی سے حاصل ہو سکتا ہے جو خدا اپنے پیغمبروں پر نازل کرتا ہے لیکن عام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان اس علم کی صحت کائنات کے مشاہدے سے جانچ سکتے ہیں۔ یہ مشاہدہ اگر آدمی کسی تعصب کے بغیر آنکھیں کھول کر کرے اور محض ظن و قیاس (SPECCLLATION) سے نہیں بلکہ مشہور حقائق پر عقل و منطق کو بے لاگ طریقے سے استعمال کر کے نتائج اخذ کرے تو اسے اطمینان حاصل ہو سکتا ہے کہ کائنات کے نظام کی اغلب ترین توجیہہ عقل کی رو سے بھی وہی ہے جو پیغمبر الہامی علم سے بیان کرتے ہیں اور اس کی بعید از عقل و امکان اگر کوئی ہو سکتی ہے تو وہ مشرکین اور دہریوں کی توجیہہ ہے۔ قرآن کہتا ہے :-

یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں رات اور دن کے باری باری آنے میں بہت سی نشانیاں ہیں عقل رکھنے والوں کے لیے۔

(البقرہ - ۱۶۴)

"اور کیا وہ زمین اور آسمانوں کے انتظام کو غور کی نگاہ سے نہیں دیکھتے، نہ کسی چیز پر جو خدا نے پیدا کی ہے، نظر ڈالتے ہیں؟"

(الاحراف - ۱۸۵)

نشانیاں ہیں یقین کرنے والوں کے لیے۔ اور خود تمہارے اپنے نفس میں کیا وہ تم کو نظر نہیں آتیں؟"

(الذاریات ۲۰ - ۲۱)

اس طرح کی بے شمار آیات قرآن مجید میں جگہ جگہ ارشاد ہوئی ہیں جن میں معرفتِ حق کے لیے اسی سائینٹفک طریقِ جستجو اور طرز استدلال کی طرف رہنمائی کی گئی ہے جس سے زیر مطالعہ کتاب کے مصنفین نے کام لیا ہے۔ وہ مشرکین کے مقابلے میں دلیل پیش کرتا ہے کہ :-

اگر زمین اور آسمان میں ایک اللہ کے بجائے دو خدا بھی ہوتے تو ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا نظام بگڑ کر رہ جاتا۔ (الانبیاء- ۲۲)

اور دہریوں کے مقابلے میں وہ یوں استدلال کرتا ہے۔

"کیا وہ بغیر کسی بنانے والے کے بن گئے ہیں یا اپنے پیدا کرنے والے وہ خود ہیں؟" (الطور- ۳۵)

اس کے علاوہ اس کتاب میں بکثرت حقائق ایسے بیان کیے گئے ہیں جنہیں کوئی سائنسدان دیکھے تو جدید ترین علمی تحقیقات کو ان کے مطابق پائے گا۔ مثلاً اس کا یہ کہنا کہ :-

"خدا ہر زندہ چیز کو پانی سے وجود میں لایا ہے۔"

(الانبیاء- ۳۰)

اور

آسمانوں کو اس نے غیر مرئی سواروں پر قائم کیا ہے (الرعد- ۲)

اور یہ کہ سورج بھی اپنی جگہ ساکن نہیں ہے۔ بلکہ وہ بھی اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے۔" (یٰسین- ۳۸)

آخر میں یہ بات کہے بغیر میں نہیں رہ سکتا کہ اس کتاب کے مصنفین میں سے بعض نے مسیحیت کے کچھ مخصوص تصورات کا بھی ذکر کیا ہے جو ان کے مسیحی ہونے کا فطری تقاضا ہے لیکن خواہ انہوں نے کتنے ہی یقین و اعتماد کے ساتھ ان باتوں کا اظہار کیا ہو، بہرحال ان کے حق میں وہ سائینٹفک دلائل موجود نہیں ہیں۔ جو خدا کی ہستی کے بارے میں موجود ہیں۔

ابوالاعلیٰ مودودی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱

تخلیقِ کائنات — ایک حادثہ یا ایک منصوبہ

فرینک ایلن

ایم۔اے، پی، ایچ، ڈی۔ پروفیسر حیاتی طبیعیات ہینی ٹوبا یونیورسٹی کنیڈا

اس بات کو ثابت کرنے کی بارہا کوششیں کی گئی ہیں کہ یہ عالم مادی اپنے وجود کے لیے کسی خالق کا محتاج نہیں ہے لیکن چونکہ اس عالم کا وجود بہرحال ایک امرِ واقع ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا اس لیے لامحالہ اس کے موجود ہونے کی کوئی نہ کوئی توجیہہ کرنی پڑتی ہے۔ عام طور پر اس کی چار توجیہات پیش کی جاتی ہے۔

ایک یہ کہ اس دنیا کا وجود محض ایک فریبِ نظر اور ایک واہمہ ہے۔ اس کی اصل حقیقت کچھ بھی نہیں۔

دوسری یہ کہ یہ کائنات از خود عدم سے وجود میں آگئی ہے۔

تیسری یہ کہ یہ ازلی و ابدی (یا اصطلاح فلسفہ قدیم) ہے اور اس کا کوئی آغاز اور اختتام نہیں ہے۔

چہارم یہ کہ یہ ایک خالق کی تخلیق کا شاہکار ہے۔

پہلی توجیہ اگر تسلیم کر لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں انسانی شعور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی مابعد الطبیعی تعبیر کے سوا کوئی حل طلب مسئلہ ہی باقی نہیں رہتا اور اسے خود ایک واہمہ قرار دیا جا چکا ہے۔

علم طبیعیات کے ماہر جیمز جینز نے اپنی کتاب "پُراسرار کائنات" میں ان غیر حقیقی مفروضات پر ان الفاظ میں بحث کی ہے۔

"علم طبیعیات کے جدید تصوّرات کے مطابق کائنات کی کوئی مادی توجیہ ممکن نہیں اور اس کی وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ کائنات کا سارا معاملہ ہی اب ایک تخیّلاتی معاملہ بن گیا ہے۔"

اس نقطۂ نظر کے مطابق گویا صورتِ حال یہ ہے کہ خیالی گاڑیاں جو بظاہر فرضی مسافروں سے لدی ہوئی ہیں۔ غیر حقیقی دریاؤں کو تصوّرات کے ساختہ و پرداختہ پلوں کے ذریعے عبور کر رہی ہیں۔

دوسرا تصوّر یہ ہے کہ مادے اور توانائی کی یہ دنیا از خود پردۂ عدم سے وجود میں آ گئی ہے یہ بھی اسی طرح ایک ایسا لغو مفروضہ ہے جسے کسی طرح قابلِ غور نہیں قرار دیا جا سکتا۔

تیسرا خیال یہ کہ کائنات ازلی و ابدی ہے، نظریہ تخلیق سے کم از کم اس پہلو سے میل کھاتا ہے کہ یا تو یہ جامد مادہ اپنے اندر مستور توانائی کے ساتھ ازلی و ابدی وجود رکھتا ہے یا پھر اس کے خالق کی ذات ازلی و ابدی ہے اس پہلو سے ان دونوں تصوّرات کے دلائل بھی تقریباً یکساں ہیں۔ لیکن حرکیات حرارت (THERMODYNAMICS) کے قوانین سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کائنات بتدریج انحطاط پذیر ہے اور ایک وقت آنے والا ہے جب تمام موجودات اپنی حرارت کھو بیٹھیں گی، توانائی و قوت فنا ہو جائے گی اور زندگی ناممکن ہو جائے گی۔ یہ ڈھلتا ہوا سورج یہ جھلملاتے ہوئے تارے اور زندگی کے ہنگاموں سے بھرپور یہ زمین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حقیقت کے جامع شواہد ہیں کہ اس کائنات کا کوئی نقطۂ آغاز ضرور ہے اور ایک معیّن و مقرر ساعت میں یہ کائنات وجود میں آئی ہے اور یہی حقیقت اس امر کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ یہ کائنات خود بخود وجود میں نہیں آگئی بلکہ یہ کسی کی قوتِ تخلیق کا کرشمہ ہے۔ یہ تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ ملتِ اولےٰ کی حیثیت سے ایک ازلی و ابدی ذات اور ایک حلیم و قدیر ہستی کا وجود لازماً ہونا چاہیئے جس نے اس کائنات کو پیرایۂ وجود بخشا اور اس کی صورت گری کی۔

زندگی کو قائم و برقرار رکھنے کے لیے اس کرّہ ارض پر اتنے انتظامات نظر آتے ہیں کہ یہ کسی طرح باور نہیں کیا جا سکتا کہ یہ سب محض کسی واتفاق کا نتیجہ ہیں۔

اوّلاً یہ کہ کرّۂ زمین ایک گولے کی شکل میں خلاء میں معلّق[1] ہے اور اپنے قطبی محور پر اس طرح گردش کر رہا ہے کہ اس سے دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن آتا ہے، پھر یہ کرّہ سورج کے گرد بھی گھوم رہا ہے اور سال کی معین مدت کے اندر اپنا ایک چکر پورا کرتا ہے۔ یہ حرکات خلاء میں اس کو صحیح سمت میں قائم رکھتی ہیں۔ قطبی محور پر اپنے مدار کی جانب اس کا ۲۳ درجہ جھکاؤ موسموں میں باقاعدگی پیدا کرتا ہے جس کے نتیجے میں زمین کا زیادہ سے زیادہ رقبہ آبادکاری کے قابل ہو جاتا ہے اور مختلف انواع و اقسام کی رنگا رنگ روئیدگی زمین کی رونق و افادیت کو دوبالا کر دیتی ہے۔ اگر یہ کرّہ زمین گردش کرنے کی بجائے ساکن و جامد ہوتا تو نباتات اور پیداوار میں اتنی متنوع اور گوناگوں اقسام ممکن نہ ہوتیں۔

دوم ایسی گیسیں جو بقائے حیات کے لیے ضروری ہیں فضا میں تقریباً پانچ سو میل کی بلندی تک محیط ہیں اور ان کا نہایت دبیز پردہ کرّہ زمین کو ان شہابوں کی

---

[1] انجیل میں آتا ہے "اس نے زمین کو بغیر کسی سہارے کے معلّق کر رکھا ہے۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تباہ کن بارش سے محفوظ رکھتا ہے۔ جو روزانہ دو کروڑ کی تعداد میں تیس میل فی سیکنڈ کی رفتار سے کرۂ ارضی کی فضا میں داخل ہوتے ہیں۔ دوسرے اثرات کے علاوہ اسی ہوا کا پردہ درجۂ حرارت کو ان حدود و اعتدال کے اندر رکھتا ہے جو زندگی کی بقا کے لیے ناگزیر ہیں۔ ہوائیں بادلوں کی صورت میں سمندروں کے تازہ پانی کی بھاپ کو اڑا کر خشکی کی طرف لے جاتی ہیں اور دُور دُور تک خشک اور پیاسی زمینوں کو سیراب کرتی ہیں۔ ورنہ زمین بے آب و گیاہ صحرا میں تبدیل ہو جائے۔ گویا دوسرے لفظوں میں فطرت نے سمندروں اور ہواؤں کی ہم آہنگی کو اس کرۂ ارضی میں بقائے زیست کا ذریعہ بنا دیا ہے۔

پانی میں چار اہم خصوصیات رکھ دی گئی ہیں۔

پہلی خصوصیت یہ کہ وہ کم سے کم درجہ حرارت میں آکسیجن کی زیادہ سے زیادہ مقدار کو جذب کرتا ہے۔

دوسری خصوصیت یہ کہ نقطہ انجماد سے چار درجہ سنٹی گریڈ اوپر اس کی کثافت (DENSITY-) انتہائی حد کو پہنچ جاتی ہے جس کی وجہ سے دریا اور جھیلیں عموماً منجمد نہیں ہوتیں۔

تیسری خصوصیت یہ کہ برف کی کثافت پانی سے کم ہوتی ہے جس کی وجہ سے برف پانی کی سطح کے اُوپر ہی اُوپر رہتی ہے۔

چوتھی خصوصیت یہ کہ جب پانی جمنے لگتا ہے تو وہ کثیر مقدار میں حرارت خارج کرتا ہے۔ یہی وہ خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے جاڑوں کے طویل موسم میں جھیلوں، دریاؤں اور سمندروں کے اندر بے شمار حیوانات زندہ رہتے ہیں۔ ورنہ اگر ان کا سارا پانی جم جاتا تو ان میں کوئی زندگی ممکن نہ ہوتی۔

خشک زمین ارضی حیات کے لیے ایک مستحکم قسم کی نباتات اور پودے دھرتی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا سینہ چیر کر باہر نکلتے ہیں اور جاندار مخلوق کے رزق کا وسیلہ بنتے ہیں۔ اسی طرح زمین کی سطح کے بالکل قریب مختلف قسم کی دھاتوں کا وجود تہذیب کے نشوونما اور ارتقاء میں ممد و معاون ثابت ہوتا ہے[1]۔

بعض لوگ فضائے بسیط کی بے اندازہ پہنائیوں میں اس ذرا سے کرہ زمین کا کچھ اس طرح ذکر کرتے ہیں جیسے یہ بڑی اہمل بے جوڑ سی بات ہے لیکن انہیں اس کا اندازہ نہیں کہ اگر اس کا حجم کم و بیش ہوتا تو اس میں زندگی محال ہو جاتی۔ اگر یہ کرہ زمین چاند جتنا چھوٹا ہوتا، یعنی اس کا قطر اصل کی نسبت ½ ہو تو اس کی کشش ثقل زمین کی موجودہ کشش ثقل کا ⅙ رہ جاتی۔ اس میں ہوا اور پانی کا وجود ممکن نہ رہتا۔ اس میں درجہ حرارت چڑھتا تو انتہائی حد تک پہنچتا اور گرتا تو انتہائی حد تک گرتا۔ اس کے برعکس اگر کرہ زمین کا قطر موجود کی نسبت دوگنا ہوتا تو اس کی موجودہ سطح کے مقابلے میں چار گنی وسیع ہو جاتی۔ کشش ثقل دوگنی ہو جاتی، ہوا کے خلاف کا حجم خطرناک حد تک گھٹ جاتا اور اس کے دباؤ میں فی مربع انچ ۱۵ تا ۳۰ پونڈ کا اضافہ ہو جاتا جس کا ردِ عمل زندگی پر نہایت مہلک ہوتا ہمیشہ سرد رہنے والے رقبوں میں نمایاں اضافہ ہو جاتا اور بہت تھوڑے ایسے علاقے باقی رہ جاتے جہاں زندگی اور آبادی ممکن ہو سکتی، ایک علاقے کے رہنے والے دوسرے علاقے کے علاقوں سے بالکل کٹ جاتے، ذرائع رسل و رسائل اور ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں آمد و رفت مشکل بلکہ تقریباً ناممکن ہو جاتی۔

---

[1] یہی وہ حقیقت ہے جس کو لیعیا نبی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ "خداوند خدا نے دنیا کو بے مقصد اور بے مصرف نہیں بنایا بلکہ اس لیے تخلیق کیا ہے کہ اس میں زندگی کی رونق اور بسیرے قائم ہوں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر ہماری زمین سورج جتنی بڑی ہوتی اور اس کی کثافت برقرار رہتی تو اس کی کشش ثقل ڈیڑھ گنی ہو جاتی۔ ہوا کے خلاف کی دباؤ گھٹ کر پانچ سو میل کے بجائے صرف چار میل رہ جاتی، پانی کا بھاپ میں تبدیل ہونا ممکن نہ رہتا اور ہوا کا دباؤ ایک ٹن فی مربع انچ تک جا پہنچتا، ایک پونڈ وزنی جانور کا وزن بڑھ کر ایک سو پچاس پونڈ ہو جاتا، انسان کا جسم گھٹ کر گلہری کے برابر رہ جاتا اور اس مخلوق میں کسی قسم کی ذہنی زندگی اور اس کی نشوونما ممکن ہو جاتی۔

اس کے برخلاف اگر زمین کا سورج موجود فاصلہ بڑھا کر دوگنا کر دیا جاتا تو سورج سے حاصل ہونے والی حرارت کی مقدار گھٹ کر صرف ایک چوتھائی رہ جاتی اس کی گردش کی رفتار نصف رہ جاتی، موسم سرما کا دوران طویل ہو کر دوگنا ہو جاتا اور زندگی منجمد ہو کر رہ جاتی۔

اگر سورج اور زمین کا درمیانی فاصلہ گھٹا کر نصف کر دیا جاتا تو سورج سے حاصل ہونے والی حرارت چار گنی ہو جاتی، زمین کی رفتار گردش دوگنی تیز ہو جاتی۔ موسموں میں اول تو تغیر کا امکان نہ رہتا اور اگر سردی کا موسم آتا بھی تو اس کی مدت نصف رہ جاتی اور کرۂ زمین پر تپش اس درجہ بڑھ جاتی کہ اس میں زندگی کا برقرار رہنا ممکن نہ ہوتا۔

کرۂ زمین کی موجودہ جسامت اس کے سورج سے موجودہ فاصلے اور اس کی مقررہ رفتار گردش کے برقرار رہنے ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ اس زمین پر جینا ممکن ہے اور بنی نوع انسان طبیعی ذہنی اور روحانی زندگی کی مسرتوں سے ہمکنار رہیں۔

اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اس عالم وجود کے پیچھے کوئی منصوبہ اور کوئی کارفرما قوت موجود نہیں تو لامحالہ یہ قرار دینا پڑے گا کہ یہ عالم رنگ و بو محض ایک اتفاقی حادثے سے ظہور پزیر ہو گیا اب دیکھئے بخت و اتفاق محض ایک فرضی چیز نہیں ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ یہ ایک بہت ہی ترقی یافتہ حسابی نظریہ ہے جس کا اطلاق ان امور پر کیا جاتا ہے جن پر قطعی اور یقینی معلومات ممکن نہیں ہوتیں۔ اس نظریے کے ذریعہ ایسے بے لاگ اصول دریافت ہو جاتے ہیں جن کی مدد سے ہم حق و ناحق میں بآسانی امتیاز کر سکتے ہیں۔ اور کسی خاص نوعیت کے واقعے کے امکاناتِ صدور کا حساب لگا کر صحیح صحیح اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس کا اتفاقاً پیش آجانا کس حد تک ممکن ہے۔

پروٹین جو تمام ذی حیات خلیوں CELLS کے لیے اجزائے لازم کی حیثیت رکھتے ہیں پانچ عناصر پر مشتمل ہیں۔

کاربن، ہائیڈروجن، نائٹروجن، آکسیجن اور گندھک۔ پروٹینی سالمہ MOLECULE ان عناصر کے ۴۰ ہزار دقیق ذرات یا جواہر ATOMS پر مشتمل ہوتا ہے۔

کائنات میں ۹۲ کیمیائی عناصر بالکل منتشر اور بے ترتیب بکھرے ہوئے ہیں۔ اب اس امر کا امکان کس حد تک ہے کہ ان ۹۲ عناصر کے بے ترتیب ڈھیر میں سے نکل کر یہ پانچوں عناصر اس طرح باہم ملیں کہ ایک پروٹینی سالمہ آپ سے آپ وجود میں آسکے؟ مادے کی وہ مقدار جسے مسلسل ملانے سے اتفاقاً یہ نتیجہ حاصل ہو سکتا ہو اور وہ مدت جس کے اندر اس کام کی تکمیل ممکن ہو، حساب لگا کر معلوم کی جا سکتی ہے۔

سوئٹزرلینڈ کے ایک حساب دان چارلس ایوجین کائی نے اس کا حساب لگایا ہے اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ اس طرح کے کسی اتفاقی واقعے کا امکان 10^{-160} کے مقابلے میں صرف ایک درجہ ہو سکتا ہے۔ واضح رہے کہ 10^{-160} کا مطلب یہ ہے کہ دس کو ایک سو ساٹھ مرتبہ پے در پے ضرب دی جائے، گویا یہ ایک ایسا بعید از امکان قیاس ہے کہ اعداد کی زبان میں اس کا اظہار بھی مشکل ہے۔

صرف ایک پروٹینی سالمے کے اتفاقاً وجود میں آنے کے لیے اس پوری کائنات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے موجودہ مادے سے کروڑوں گنی زیادہ مقدار مادہ مطلوب ہوگی جسے یکجا کر کے
بلایا جائے اور اس عمل سے کوئی نتیجہ برآمد ہونے کا امکان اربوں (۱۰،۲۴۳) سال کے
بعد پیدا ہوگا۔ پروٹین "امینو اسیڈس" کے لمبے سلسلوں سے وجود میں آتے ہیں۔
اس میں سب سے زیادہ اہمیت اس طریقے کی ہے جس سے یہ سلسلے باہم ملیں۔
اگر یہ غلط شکل میں یک ہو جائیں تو زندگی کی بقاء کا ذریعہ بننے کے بجائے مہلک زہر
بن جاتے ہیں۔ پروفیسر جے۔ بی لیڈز (انگلستان) نے حساب لگایا ہے کہ ایک سادہ
سے پروٹین کے سلسلوں کو لاکھوں (۱۰،۴۸) طریقے سے یکجا کیا جا سکتا ہے۔ یہ کسی
طرح عقل میں آنے والی بات نہیں ہے کہ ایک پروٹینی سالمے کو وجود میں لانے کے
لیے اتنے بہت سے بعید از امکان اتفاقات بیک وقت صادر ہو جائیں۔

پھر پروٹین خود ایک کیمیاوی شے ہے جس میں زندگی موجود نہیں ہوتی اس میں
زندگی کی حرارت تو اسی حالت میں پیدا ہوتی ہے۔ جب اس کے اندر روح پھونکی جائے
صرف ایک عقل کل ایک بے حد و نہایت ذہین یعنی خدا ہی یہ سوچ سکتا ہے کہ زندگی
کی آماجگاہ بننے کے لیے اس طرح کا سالمہ موزوں ہو سکتا ہے، وہی اس سالمے کی
تخلیق کر سکتا ہے اور وہی اسے زندگی بخش سکتا ہے۔

---

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۲

ایک قطعی دلیل

رابرٹ مارس پیج
(ایم۔ایس سی، ڈی۔ ایس، سی، ماہر طبیعیات)

کسی دعوے کو جانچنا اور اس کے مزعومہ نتیجے کی صحت کو پرکھنا اس تک ممکن نہیں جب تک اس دعوے کو درست فرض کرکے وہ شرائط پوری نہ کی جائیں جو مزعومہ نتیجہ اخذ کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ دوسرے لفظوں میں کسی دعوے کی آزمائش کے لیے ضروری ہے کہ پہلے چند مقررہ شرائط پوری کی جائیں۔ پھر ان سے مزعومہ نتائج حاصل کیے جائیں اور اس کے بعد یہ فرض کرکے آگے چلا جائے کہ دعویٰ درست ہے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ کسی دعوے کو پرکھتے وقت پہلی دو شرائط کا اہتمام تو کر لیا جاتا ہے لیکن تیسری شرط یعنی یہ کہ دعوے کو درست فرض کرکے اس کی آزمائش کی جائے، بالعموم یا تو نظر انداز کر دی جاتی ہے یا پھر سرے سے اُسے کسی دعوے کی آزمائش کے لیے ضروری شرط ہی تسلیم نہیں کیا جاتا۔

پہلے زمانے میں جہاز لکڑی کے بنائے جاتے تھے کیونکہ تصور یہ تھا کہ پانی پر وہی چیز تیر سکتی ہے جو وزن میں پانی سے ہلکی ہو۔ جب یہ دعویٰ کیا گیا کہ لوہے کے جہاز

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی پانی پر اسی طرح تیر سکتے ہیں جس طرح لکڑی کے جہاز سطح بحر پر چلتے ہیں تو اسے اس بنا پر تسلیم کرنے سے انکار کیا گیا کہ لوہا پانی کی سطح پر تیر ہی نہیں سکتا۔ کسی لوہار نے اس دعوے کو غلط ثابت کرنے کے لیے پانی کے ٹب میں ایک لوہے کا نعل ڈال کر دکھایا کہ یہ پانی کی سطح پر تیرنے کے بجائے ٹب کی تہ میں بیٹھ جاتا ہے۔ گویا ایک دعوے کی آزمائش مقررہ شرائط کے مطابق کی گئی نہ اس سے مرعومہ نتائج اخذ کیے جا سکے۔ اگر اس نے دعوے کو درست فرض کر کے اُسے پرکھنے کی کوشش کی ہوتی تو وہ پانی کے ٹب میں نعل ڈالنے کے بجائے لوہے کا نسلا ڈال کر دیکھتا۔

بعض اوقات کسی دعوے کو پوری طرح پرکھنے کے لیے بعض ایسے مشاہدات ضروری ہوتے ہیں جو ہر شخص کے لیے ممکن نہیں ہوتے، مثلاً ایک شخص ساحل پر کھڑا سطح بحر کا مشاہدہ کر رہا ہے۔ اُسے نہ تو یہ علم ہو سکتا ہے کہ اس سطح کے نیچے کیا ہو رہا ہے نہ اُس کی توجہ اس طرف ہو سکتی ہے کہ سطح بحر کے اُوپر فضا میں کیا ہو رہا ہے وہ تو صرف انہیں چیزوں کا مشاہدہ کر سکتا ہے جو سطح بحر سے ٹکراتی ہیں یا سطح پر تیرتی ہیں اس صورت میں پانی کی سطح پر جو چھوٹی موٹی چیزیں، کشتیاں جہاز وغیرہ موجود ہوں گے، ان کا تو اس شاہد کو علم ہو گا لیکن جہاں تک ہوا میں اڑنے والی چڑیوں یا ہوائی جہازوں اور پانی کی سطح کے نیچے چلنے والی آبدوزوں یا مچھلیوں کا تعلق ہے۔ اس کے لیے ان کا وجود و عدم وجود برابر ہے۔ اگر پانی کی تہ سے اُبھر کر کوئی چیز سطح پر نمودار ہو یا فضا سے کوئی پرندہ سطح آب پر اُتر آئے تو اس شاہد کے مشاہدے میں ان کی نوعیت یہ ہو گی کہ گویا ایک چیز جو پہلے موجود نہیں تھی اب اچانک وجود میں آ گئی۔ اسی طرح اس کے برعکس صورت میں اگر کوئی چیز سطح بحر پر موجود تھی اور اب وہ پانی کی تہہ میں یا فضا کی بلندیوں میں گم ہو گئی ہو تو اس شاہد کے نزدیک گویا اس کا وجود نا پید یا فنا ہو گیا۔ چونکہ سطح بحر پر پیش آنے والے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حادثات و تغیرات اس کے مشاہدے میں ہوں گے، اس لیے ان کی نوعیت و ماہیت کا اندازہ بھی وہ کسی نہ کسی حد تک کر سکے گا۔ البتہ کسی پرندے کے اچانک فضا سے سطح آب پر اُتر آنے یا اُڑ کر فضا میں غائب ہو جانے کے کسی اچانک یا اتفاقی واقعے کی توضیح اس کے لیے مشکل ہو گی۔

اب فرض کیجئے اس شاہد کی کسی ایسے شخص سے ملاقات ہوتی ہے یا کسی ذریعے سے اس سے مستقل رابطہ قائم ہو جاتا ہے جو بیک وقت ہوا میں اڑتے ہوئے طائروں اور طیاروں پر بھی نظر رکھ سکتا ہو، تو اور زیر آب چلنے والی آبدوزوں اور مچھلیوں کو بھی دیکھ سکتا ہو تو اس رابطے کے ذریعے بہت سے ایسے واقعات کی توجیہہ و تفہیم ممکن ہو جائے گی جن کا سمجھنا یا سمجھانا مکمل نہ ہونے کے باعث پہلے اس کے لیے مشکل تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پہلے شاہد کو یہ تصور قبول کرنے پر آمادہ کرنا کہ سطح بحر کے نیچے کسی چیز کا تیرنا یا اوپر فضا میں پرواز کرنا بھی ممکن ہو سکتا ہے۔ اس وقت تک آسان نہ ہو گا جب تک کہ اُسے دوسرے شاہد کے قول کی صداقت کا کوئی ناقابلِ تردید ثبوت مہیا نہ ہو جائے کہ کیونکہ یہ دونوں چیزیں اس کے تجربے اور مشاہدے سے ماورا ہیں۔ اس کے لیے ضرورت ہو گی کہ دوسرا شخص اپنے زیرِ سطح اور بالائے سطح مشاہدات سے پہلے شخص کو کسی ایسے واقعے کی پیشگی اطلاع دے دے جو اس کے مشاہدے میں تھوڑی دیر بعد آنے والا ہے۔ مثلاً وہ فضا سے کسی پرندے کو سطح آب پر اُترتے ہوئے دیکھتا ہے اور دوسری طرف پانی کے نیچے اس مچھلی کو بھی دیکھ لیتا ہے جس کو پکڑنے کے لیے وہ پرندہ نیچے آ رہا ہے تو وہ پہلے شخص کو پیشگی یہ بتا سکتا ہے کہ عنقریب وہ پانی کی سطح پر ایک پرندے کو اُترتے ہوئے دیکھے گا جو پانی کے اندر غوطہ لگائے گا اور تھوڑی دیر بعد ایک مچھلی چونچ میں دبائے ہوئے سطح آب پر نمودار ہو گا اور فضا میں پرواز کر جائے گا۔ ظاہر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ یہ بات پہلے شاہد کے مشاہدے میں بعد میں آئے گی اور اسے دوسرے شخص کے بارے میں یہ اطمینان ہو جائے گا کہ وہ جو کچھ کہتا ہے درست کہتا ہے۔

اس مختصر تمہید کے بعد اب ہم وجود باری کے تصور کو لیتے ہیں اور چونکہ ابھی بعض ذہن اُسے محض ایک دعوے ہی تصور کرتے ہیں اس لیے ہم بھی اس پر اسی حیثیت سے غور کریں گے۔ اس دعوے کو قرارِ واقعی طور پر جانچنے کے لیے ضروری ہے کہ چاہے ہم اس پر ایمان رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں محض آزمائش کی خاطر پہلے یہ فرض کر لیا جائے کہ یہ دعوے درست ہے، ورنہ اس دعوے کی صحیح طور پر آزمائش نہیں ہو سکے گی۔ اس کے بعد ہمیں مختلف واقعات و شواہد کی بنا پر یہ بھی مان لینا پڑے گا کہ ہمارے مشاہدات تمام حقائق و واقعات پر محیط نہیں ہیں۔ نیز ہمارا علم و مشاہدہ جزوی طور پر نامکمل اور ایک رُخا ہے۔

یہ دعوے کہ خدا ہے وجودِ باری کے بارے میں چند ایسے حقائق و مشاہدات پر بھی مبنی ہے جو عقل و سائنس کے حدودِ تجربہ و مشاہدہ سے ماورا ہیں۔

بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ خدا ایک روحانی وجود ہے جو اس عالم طبیعی کے اندر محدود نہیں، بلکہ اقلیم فطرت کی لامحدود وسعتوں پر محیط ہے اور زبان و مکان کی ان تمام قیود سے آزاد ہے جن پر ہم اپنے تجربات و مشاہدات کی بنیاد رکھتے ہیں۔ ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ عالم طبیعی اور زبان و مکان کی حدود و قیود جن کے اندر ہم رہتے ہیں۔ کل کائنات نہیں بلکہ کائنات کا ایک چھوٹا سا جزو ہیں بالکل اسی طرح جیسے وہ سطح بحر، جس کا ہم مشاہدہ کر رہے تھے ہمارے علم و مشاہدے کی دنیا کے ایک معمولی سے جزو کی حیثیت رکھتے ہیں۔

سوم یہ کہ یہ فرض کر لینے کے بعد کہ خدا ہے ہمیں اس تصور پر بھی سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا کہ کیا وہ خدا عالم طبیعی سے ماورا کائنات کے حقائق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بارے میں ہمیں خبر بھی دے سکتا ہے۔

مفصلہ بالا بنیادوں پر وجود باری کے دعوے کو مختلف محققوں نے جانچ پرکھ کر دیکھا۔ ان لوگوں میں خود راقم مضمون بھی شامل ہے۔ میں نے عیسائیوں کی الہامی کتاب بائیبل میں عالم روحانیت کے بارے میں معلومات کا ایک وسیع ذخیرہ پایا۔ بائیبل میں چند حقائق کو تحریر کیا۔ جن کی صداقت پر وہ ایمان رکھتے تھے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ لوگ انسان تھے اور ان سے غلطی کا صدور بھی ممکن تھا لیکن ان کے قول کی صداقت کا ثبوت ان کی وہ پیشگوئیاں ہیں جو انہوں نے مستقبل بعید میں رونما ہونے والے اہم واقعات کے بارے میں کیں۔ غیب کی یہ خبریں اس کے بغیر ممکن نہیں کہ ان کا منبع و سرچشمہ عالم کون و مکان سے ماورا ہو۔ وہ لوگ جنہوں نے بائیبل کو مرتب کیا ان کے ذریعے حاصل ہونے والی مستقبل کی خبروں اور پیشگوئیوں کی صداقت کی صرف یہی دلیل نہیں بلکہ یہ منجملہ ان دلائل کے ہے جن سے بائیبل کے مرتبین کے برسرِ حق ہونے کی شہادت ملتی ہے۔

حضرت عیسٰے علیہ السلام کی بعثت سے سینکڑوں سال پہلے الہامی کتب میں ان کے بارے میں پیش گوئیاں، ان کے مشن کی تفصیلات وہ معجزات جن کا ان سے ظہور ہونے والا تھا اور جن کی آج تک سائنس یا علم طبیعیات کوئی توجیہ کرنے سے قاصر ہیں اور اس کے بعد پھر حضرت عیسٰے کا بعینہٖ انہیں خرقِ عادات حالات میں دنیا میں تشریف لانا اور تمام خصوصیات کا ان میں پایا جانا جن کی الہامی کتب میں پیشین گوئی کی جا چکی تھی یہ ایسے تاریخی حقائق ہیں جن سے انکار ممکن نہیں۔

ان واقعات سے نہ صرف حضرت عیسٰے کے بارے میں الہامی کتب کی پیشگوئیوں کی تصدیق ہوئی بلکہ یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کی تعلیمات بھی حق پر مبنی ہیں۔

محکم دلائل سے مزین۔متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس دعوے کی تائید میں ایسی دلیل جس کا خود دل قائل ہو سکے وجدانی نوعیت کا معاملہ ہے اور اس کا انحصار ہر شخص کی ذاتی واردات نیز تجربات پر ہوتا ہے۔

جب آپ وجود باری کے تصوّر کو ان شرائط کے تحت سمجھنے کی کوشش کریں گے اور ان ذرائع سے سمجھنے کی کوشش کریں گے جو تحقیق حق کے لیے ناگزیر ہیں تو دعوے کی حقیقت خود بخود آپ پر منکشف ہو جائے گی۔ جب آپ کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ خدا اور بندے کے درمیان تعلق کی نوعیت کیا کچھ ہو سکتی ہے اور کیا ہونی چاہیئے۔ جب آپ جان لیں گے کہ اس تعلق کو قائم کرنے کے لیے ضروری شرائط کیا ہیں اور جب آپ اخلاص اور دلجمعی کے ساتھ یہ شرائط پوری کرنے پر بھی آمادہ ہو جائیں گے تو اس کے نتیجے میں خدا اور بندے کے درمیان تعلق کی وہ صورت پیدا ہو گی جس میں کسی شک و ریب کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہے گی اس حالت میں خدا پر ایمان، اعتقاد اس حد کو پہنچ جاتا کہ انسان یوں محسوس کرتا ہے جیسے وہ خدا کو اپنی آنکھیں کے سامنے دیکھ رہا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۳

پھول سے سبق

میرٹ سٹینلے کان ڈان
(پی۔ ایچ۔ ڈی۔ فلسفی اور سائنسدان)

کئی سال ہوئے پنسلوانیا کی ایک غیر آباد اور سنسان سڑک سے گزرتے ہوئے میں نے ایک جگہ سڑک کے کنارے گلاب کے پھولوں سے لدی ہوئی ایک خوبصورت جھاڑی دیکھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی نے بڑے اہتمام سے اسے یہاں لگایا ہے اور بڑی خوبصورتی سے اس کی تراش خراش کی ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد دوبارہ مجھے اُسی جگہ سے گزرنے کا اتفاق ہوا تو اس جھاڑی کے پاس ایک شکستہ چاردیواری کے آثار نظر آئے جس پر جھاڑ جھنکار چھائے ہوئے تھے۔ اس کے آس پاس چار چار فرلانگ تک کوئی آبادی یا عمارت موجود نہیں تھی اس بات کا یہاں کوئی امکان نہیں تھا کہ اس گلاب کے بیج یا کوئی شاخ ہوا کے ذریعے اُڑ کر یا پانی میں بہہ کر یہاں آگئی ہو جس نے یہاں جڑ پکڑ لی ہو یا کسی پرندے یا چوپائے کے ذریعے اس کی تخم ریزی ہو گئی ہو۔ میرے وجدان نے کہا کہ یقیناً یہاں کوئی خوش ذوق آدمی کبھی آکر رہا ہوگا اور اس نے اپنے مکان کے سامنے گلاب کی یہ جھاڑیاں لگائی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں گی۔ اگرچہ نہ تو یہ جھاڑی میرے سامنے لگائی گئی نہ میرے پاس اس امر کا کوئی واقعاتی ثبوت موجود تھا کہ یہاں ضرور کوئی آدمی رہا ہے لیکن اس کے باوجود میرے مشاہدے نے مجھے یہی سمجھنے پر مجبور کیا کہ اس جھاڑی کا اس جگہ موجود ہونا اس کے سوا ممکن نہیں کہ اس میں کسی انسانی ذہن اور انسانی ہاتھ کی کارفرمائی ہو۔

ایک بار تو آپ اس مثال اور اس استدلال کا یقیناً مذاق اڑائیں گے کہ سائنس کی دنیا میں اس طرح کے استدلال کا کیا تک ہے لیکن ذرا غور کیجئے گا تو آپ یہ ماننے پر مجبور ہو جائیں گے کہ اسی استدلال پر ہمارے ایک قدیم علم فطرت (علم فلکیات) کی بنیادیں استوار ہوئی ہیں۔ ہم مختلف سیاروں، ستاروں اور کہکشاؤں کو اپنے علمی تجربوں اور تجزیے کے لیے نہ تو ان کے محور اور مدار سے ہٹا سکتے ہیں نہ کائناتی شعاعوں کے وجود کو ختم کر سکتے ہیں۔ یہ نظریہ کہ ضوئی اصول کے مطابق زمین اور دوسرے سیاروں کے درمیان ڈوپلر افیکٹ (DOPLEREFECT) (یہ نظریہ کہ ضوئی اور صوتی لہروں کی تعداد میں فاصلے اور دوری کی مناسبت سے تغیر و تبدل ہوتا ہے) کے تصور پر زمین اور بعض سیاروں کے درمیان پائے جانے والے عظیم بُعد اور فاصلے کا نہایت گہرا اثر پڑ سکتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ ستاروں کے بعض ایسے جھرمٹ جو زمین سے بے انتہا دور ہیں تیز رفتاری میں روشنی سے بھی بڑھ جائیں اور کائناتی شعاعوں کے پردے کو عبور کر کے ہماری نگاہوں ہی سے اوجھل ہو جائیں، لیکن ہم ان عوامل میں کسی ترمیم و تغیر پر قادر نہیں۔ ہم دور بیٹھے ان کا تماشہ دیکھ سکتے ہیں، لیکن ان کی ماہیت معلوم کرنے کے لیے تجربے نہیں کر سکتے۔ بنابریں ہمیں بڑی حد تک مختلف نظام ہائے اجرام فلکی کی تحقیق میں اس مفروضے پر انحصار کرنا پڑے گا کہ ان نظام ہائے سیارگان کے تفاعل میں یکسانیت پائی جاتی ہے بالکل اسی طرح جیسے ہم اس مفروضے پر انحصار کرتے ہیں کہ مادہ اور توانائی جن فطری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قوانین کے پابند ہیں انہیں کا اطلاق ایک سالمے کے ذرّات پر بھی ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ ذرّات جن سے مل کر ایک سالمہ بنتا ہے۔ کبھی ہم اپنی آنکھوں سے ان کا مشاہدہ نہیں کر سکتے لیکن ستاروں اور نظام ہائے اجرام فلکی کا ہم نہ صرف مشاہدہ کر سکتے ہیں بلکہ ان کی ظاہری و حقیقی حرکات کے درمیان فرق و امتیاز بھی کر سکتے ہیں۔

سالمے کے اجزائے ترکیبی کا آج تک ہم براہِ راست مشاہدہ نہ کر سکے اس کے باوجود اُس کے اُن غیر مرئی اجزائے ترکیبی کی ہیئت اور ان کے اثرات کے بارے میں ہمارے نظریات و متضمنات اولین ایٹم بم کے عملی تجربے سے بالکل صحیح ثابت ہو چکے ہیں۔ اس سے واضح ہو گیا کہ چاہے مختلف غیر مرئی ذرّات سے وجود پانے والا ایک سالمہ ہو یا ان گنت اجرام فلکی پر مشتمل کہکشاں ہو، جو اگرچہ دیکھی جا سکتی ہے لیکن اس تک رسائی ممکن نہیں۔ دونوں کا حسابی عمل کے ذریعے تجزیہ بھی ممکن ہے اور تجزیات سے اخذ شدہ نتائج کے بل پر اس حسابی عمل کی منطقی طور پر تصدیق و تصویب بھی کی جا سکتی ہے۔

درحقیقت ان خارجی مظاہر قدرت کی من حیث المجموع خصوصیات اور قوتوں اور ہمارے مادی ماحول کے عناصر و اجزاء کی خصوصیات میں یک گونہ ہم آہنگی اور یکسانیت ناگزیر ہے یعنی کائنات کے اس مختلف اجزاء میں ایسی مناسبت اور ہم وجودیت ہونی چاہیئے کہ ان اجزاء کا اجتماع و اشتراک ایک وحدت کی تشکیل کر سکے۔ اس کے لیے ناگزیر ہے کہ مابعد الطبیعیات اور مافوق الفطرت نظام کا سہارا لیا جائے اور اس کائنات میں یک رنگی و ہم آہنگی کو اس مافوق الفطرت نظام اور طاقت کی کارفرمائی قرار دیا جائے اس طرح اس بات کے لیے ایک عقلی دلیل فراہم کی جا سکتی ہے کہ پوری کائنات میں ایک نظم اور ایک وحدت عمل کس طرح ممکن ہے کیونکہ مادیت[1] پرستی اس کی کوئی قابلِ قبول توجیہہ پیش کرنے میں ناکام

---

[1] تقابل صفحہ ۳۸ پر ملاحظہ فرمائیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظر آتی ہے۔

میں نے اپنے شاگردوں سے اکثر یہ سوال کیا ہے کہ وہ مجھے "خیال" کا کیمیائی تجزیہ کر کے اس کے اجزائے ترکیبی بتائیں اس کی لمبائی ناپیں، اس کا صحیح صحیح وزن نکالیں، اس کا رنگ اس کی شکل و صورت، اس کے مضمرات اور اس کی وسعتیں اس کا میدانِ عمل اور اس کا محل وقوع یا اس کی رفتارِ حرکت اور اس کی سمت کا تعین کریں لیکن وہ "خیال" کی طبیعی اصطلاحات میں کوئی تعریف متعین کرنے کے لیے بہرحال علم طبیعیات کی مروج اصطلاحات اور معروف روایات سے آزاد ہو کر نئی اصطلاحات ہی وضع کرنی پڑیں گی۔

یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جسے مذاق سمجھ کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اگر نظامِ کائنات میں مادہ اور اس کو قابو میں رکھنے والی ایک کارفرما روحانی اور مافوق الطبیعیاتی قوت کا وجود تسلیم کیا جائے تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ انسانی ذہن اور اس کی قوتِ متخیلہ کی ماہیت پر کسی سنجیدگی سے سوچا ہی نہیں گیا اور اگر دنیا کو محض مادے کے ارتقائی عمل کا کرشمہ اور "خیال" کو خالصتہً ایک مادی جوہر قرار دینے پر اصرار کیا جائے تو پھر ہم یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ خیال یا ذہن کا مادی

لہ صفحہ ۳۷ کا بقیہ:۔ یہ علم نفسیات کا ایک خاص مکتبِ فکر ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ عقل اور ذہن کوئی چیز نہیں اور انسان کے مختلف اعضاء کی عنان کسی ایک مرکزی قوت کے ہاتھ میں نہیں بلکہ انسان جس حصۂ جسم پر زیادہ توجہ دیتا ہے اسی کی نشوونما بہتر طریقہ سے ہو جاتی ہے چنانچہ اگر ایک شخص اچھا رقاص بن جاتا ہے تو دوسرا شخص مفکر اور فلسفی بن جاتا ہے اور اسی تصور کی بنیاد پر اس کائنات میں کسی کارفرما قوت و طاقت کی ضرورت و اہمیت کی نفی کی جاتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصطلاحات میں ایک خاکہ پیش کیا جائے اور یہ کام آج تک کوئی نہ کر سکا نہ آئندہ کسی کے بس کی بات ہے۔

ڈیماکریٹس ہابز یا جدید حریت پسندوں کے مادہ پرستانہ نظریات ہوں بابرکلے اور ہیگل کے نظریاتی مفروضے یہ سب ایسی خیال آرائیاں ہیں جن کی کوئی تجربی بنیاد نہیں اور نہ عملی طور پر کہیں تجربے سے ان کی تصدیق وتائید ہو سکتی ہے۔

نظام فطرت کے بارے ہر اس تصور کو چیلنج کیا جاسکتا ہے اور کیا جانا چاہیئے جو اس کائنات کے تمام حقائق، عوامل عناصر اور خصوصیات کی کوئی معقول توجیہہ پیش نہ کر سکتا ہو۔

سائنس ایک ایسا علم ہے جس کی بنیاد تجربے پر ہے پھر بھی اس میں بشری خامیوں اور کوتاہیوں کا امکان ہے۔ سائنس صرف اپنے حدود عمل کے اندر ہی معقول و مدلل معلوم ہوتا ہے یہ محض ظنی و تخمینی معلومات کی بنیاد پر ہی کسی حقیقت کی تشریح اور کسی واقعے کی پیشگوئی کرتا ہے۔ اس کی ابتداء وانتہا صرف قیاسات ہوتے ہیں جن میں یقین کا کوئی گزر نہیں ہوتا اور اس کے اخذ کردہ نتائج بالخصوص اندازوں اور تناسبات میں ہر وقت غلطی کا امکان رہتا ہے اور ان نتائج میں نئی معلومات کی بنیاد پر وقتاً فوقتاً ترمیم و تبدیلی بھی ہوتی رہتی ہے۔ سائنسی استنباط کبھی قطعی اور حتمی نہیں ہوتے اور سائنسدان ہمیشہ اپنی تحقیق کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ اس مرتبہ کی معلومات کی بنا پر ہماری تحقیق یہ ہے۔

سائنس ناقابلِ تردید مسلمات و امور سے آغاز کرتا ہے اور ضروری نہیں کہ یہ مسلمات لازماً طبیعی حقائق پر مبنی ہوں۔ اس طرح گویا سائنس کی مرتبہ معلومات کی بنیاد بھی فلسفیانہ تصورات ہی پر قائم ہوتی ہے اور مذہب اور فلسفے کی طرح سائنس میں بھی کسی حقیقت کو پرکھنے کے لیے اصل کسوٹی ذاتی تجربات ہی قرار پاتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ ایک سائنسدان کے اخذ کردہ نتائج سارے سائنسدانوں کے لیے درست اور قابلِ تسلیم قرار پاتے ہیں۔ اس کے باوجود مظاہرِ فطرت کے بارے میں ہمارے انفرادی تصورات بڑی حد تک اضافی اور مشروط ہوتے ہیں۔

تاہم یہ پابندیاں سائنسی طریق استشہاد کی قدر و قیمت کو ختم نہیں کرتیں بلکہ یہ سعی و جد و جہد کے لیے ایک راستہ نیز ایک طریقہ مقرر کرتی اور نتائج کی حد بندی کر دیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علم طبیعیات ایسے مسائل کو حل کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہوتا، جن کی کوئی مادی ہیئت و وجود نہیں اور جن کا تجربہ و تخیل مکمل نہیں۔ یہ مسئلہ کہ کوئی خدائی وجود ہے یا نہیں بظاہر اسی نوعیت کا ایک مسئلہ ہے۔

لیکن اگر روحانی وجود مادی موجودات پر اثر انداز ہوتے ہیں اور اس کے متعدد حسی ثبوت فراہم ہوتے رہتے ہیں تو پھر یہ مسئلہ بجا طور پر علم طبیعیات کا مسئلہ بن جاتا ہے اور اسے کامیابی سے حل کرنے کے سلسلے میں ہر مناسب اور معقول طریقہ و تدبیر اختیار کرنی چاہیئے۔

اس امر کی متعدد مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں کہ سائنس اور طبیعیات حقائق مابعد الطبیعیات کے وجود کو خارج از امکان قرار نہیں دیتے گو وہ اس موقف میں بھی نہیں کہ ان کے وجود کی مکمل تصدیق یا تردید کر سکیں یا ان غیر مادی وجودات کا دائرہ عمل متعین کر سکیں۔ عقل و شعور کی اس دنیا میں جہاں ہر چیز پر عقل و حکمت کی حکمرانی ہے، ہمیں یہ ماننے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیئے کہ اس مادی دنیا سے ماورا عالم آفاق میں بھی اسی طرح شعور و ادراک کی حکمرانی ہونی چاہیئے۔ یہ کاربن ڈائی آکسائیڈ کا نظام یہ پانی کا نظام یہ حیرت انگیز حیاتیاتی عمل، یہ زمین پر آفتابی حرارت کا انجذابی عمل، جو یہاں زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے انتہائی ضروری اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناگزیر ہے۔ اور اسی طرح کے بے شمار اور دوسرے انتظامات اس حقیقت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں کہ ان کے پیچھے بھی ضرور کوئی ایسی عقل و حکمت اور کوئی ایسا دماغ کارفرما ہے جو ان انتظامات کو حسن و خوبی سے چلا رہا ہے۔ آخر اس بات کو کس طرح باور کیا جا سکتا ہے کہ سارا نظام محض کسی اتفاقی حادثے، کسی تُک بندی سے وجود میں آگیا ہے اور اس کے پیچھے کوئی حکمت اور کوئی تدبیر کارفرما نہیں ہے اور یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ یکسانیت اور عمومیت فلسفۂ غایات اور باہمی تعامل اور بقا و تحفظ اور توازن و اعتدال فطری ضوابط اس ہر لمحہ تغیر پذیر کائنات میں قرن ہا قرن سے قائم و برقرار چلے آئیں اور ان تمام ضوابط پر کائنات کے ہر گوشے میں عمل بھی ہوتا رہے لیکن یہ سب کچھ کسی محسوس کارفرما قوت و ہستی کے بغیر ہو۔ ایک ایسے حکیم و قدیر خالق کے بغیر جو اپنی تخلیق کردہ کائنات میں اپنے ہی تخلیق کردہ عناصر و عوامل سے کام لے کر نظم جہاں کو قائم و دائم رکھ سکتا ہو۔

اس عجیب و پُر اسرار اور پیہم متحرک و رواں کائنات میں آج تک ایسے کوئی حقائق سامنے نہیں آسکے جو اس حُسن و رعنائی سے بھرپور کائنات کے لیے پردۂ زمان و مکان کی تمام حدود و قیود سے آزاد ہستی خدا کے تصور کی کسی درجے میں نفی کرتے ہوں بلکہ اس کے برعکس جب ہم سائنسدان اس عالم طبیعیات کی معلومات کا پوری توجہ و احتیاط سے تجزیہ و تحلیل کرتے ہیں چاہے وہ متوازی استنباط و استخراج کے ذریعے ہی کیوں نہ ہو تو ہم اسی غیر مرئی ذات کے مظاہر قدرت اور اسی کے دستِ قدرت کی کارفرمائیاں چہار طرف دیکھتے ہیں جسے محض سائنسی طریق تجسس سے تلاش کرنا بے سود ہے لیکن جس نے انسان کی تخلیق کر کے خود کو بڑی حد تک بے نقاب اور نمایاں کر دیا ہے۔ سائنس کی حیثیت اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ خدا کے مظاہر قدرت کے اور مشاہدے کا دوسرا نام ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۴

ایک ناگزیر فیصلہ

جان کلیوی لینڈ،

پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ماہر ریاضی و کیمیا

دنیا کے نامور ماہرین طبیعیات میں سے ایک ممتاز شخصیت لارڈ کلیون کا ایک بڑا معرکتہ الآرا قول ہے کہ "آپ جتنا زیادہ غور و فکر سے کام لیں گے، اتنا ہی سائنس آپ کو خدا کے ماننے پر مجبور کرے گا۔" مجھے اس قول سے سو فی صد اتفاق ہے۔

اس کائنات کے بارے میں بحیثیتِ مجموعی ہماری جو کچھ بھی معلومات ہیں اُن پر اگر علم و عقل کی روشنی میں غور کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ تین بڑے حقائق پر مشتمل ہیں۔ یہ تینوں مادّہ، عقل و ادراک اور روح ہیں۔

علمِ کیمیا کا ان معلومات میں محدود سا حصّہ ہے کیونکہ دوسرے علوم سائنس کو بھی اس مباحثے میں نمائندگی حاصل ہوتی ہے۔ علمِ کیمیا بالکل غیر روحانی اور خالص مادی علم ہے کیونکہ یہ بنیادی طور پر مادے کی ترکیب اور اس ترکیب میں واقع ہونے والی مختلف تبدیلیوں نیز ترکیبی تبدیلیوں کے ساتھ توانائی میں کمی بیشی اور مادہ اور توانائی کے باہم ایک دوسرے میں تبدیل ہو سکنے سے بحث کرتا ہے ظاہر ہے کہ پھر اس سے کائنات کے سب سے بڑے غیر مادی اور روحانی وجود۔ خدا کے لیے جس کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیثیت اس کائنات کے خالق و ناظم کی ہو، کیونکہ کوئی دلائل و شواہد فراہم ہو سکتے ہیں اور اس علم کے ذریعے کس طرح ممکن ہے کہ اس تصور کو جھٹلایا جا سکے کہ اس کائنات کا وجود کسی اتفاقی حادثے کا رہینِ منت ہے اور یہاں رونما ہونے والے تمام تغیرات بلا ارادہ اور بلا کسی نظم و ترتیب کے محض اتفاقات ہی کا کرشمہ ہوتے ہیں۔

گزشتہ صدی میں علمِ کیمیا سمیت تمام علوم طبیعی میں جو ترقی ہوئی ہے اس کی بنیاد ہی مادہ اور توانائی کے اسی مطالعے اور تحقیق پر ہے سائینٹفک طریقوں سے کی گئی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جہاں تک اسی مطالعہ و تحقیق کے تجربی پہلو کا تعلق ہے اس میں ہر ممکن طریقے سے یہ کوشش کی جاتی ہے کہ ان تجربات سے حاصل ہونے والے نتائج میں اتفاقات کا کوئی امکان باقی نہ رہنے دیا جائے۔ اس مطالعے سے مسلسل حقیقت سامنے آئی ہے اور آ رہی ہے کہ جامد و بے شعور مادے کا عمل بھی کسی نظم و ترتیب کے بغیر نہیں اور وہ چند متعین قوانین فطرت کا پابند ہے ایسا ہوتا ہے کہ ایک ضابطۂ فطرت کا علم و یقین مشاہدے اور تجربے کی بنیاد پر بہت پہلے حاصل ہو جاتا ہے اور اس کے جواز میں اسباب و علل اور اس کے طریقِ عمل کی تفصیلات کا بعد میں پتہ لگتا ہے لیکن کسی ضابطۂ فطرت کے بارے میں ایک بار ماہرینِ کیمیا کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کن حالات و عوامل کے تحت کام کرتا ہے تو انہیں بلا تردد یقین ہو جاتا ہے کہ اب جہاں کہیں بھی یہ حالات و عوامل پائے جائیں گے ان پر لازماً فطرت کے اسی ضابطے کا اطلاق ہوگا۔ اس کا وہی طریقِ عمل ہوگا اور اس سے وہی نتائج برآمد ہوں گے جن کا وہ پہلے تجربہ و مشاہدہ کر چکے ہیں، اگر مادے اور توانائی کے عمل میں کوئی نظم اور ضابطہ نہ ہوتا اور اس عالمِ مادہ و توانائی پر محض اتفاقات کی حکمرانی ہوتی تو ماہرینِ کیمیا کبھی اتنے یقین سے یہ نہ کہہ سکتے کہ فلاں حالات میں فلاں طریقِ عمل سے لازماً فلاں نتیجہ برآمد ہوگا اور جب کسی ضابطۂ فطرت کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارے میں یہ تفصیلات بھی معلوم ہو جاتی ہیں کہ اس کی علّت وجود اور اس کا طریق عمل کیا ہے اس کے بعد تو گویا اس بات کا کوئی بعید ترین امکان بھی باقی نہیں رہتا کہ یہ کائنات اتفاقات کا کرشمہ ہے۔

اب سے سو سال پہلے ایک جید روسی ماہر کیمیا مندلیجف نے مختلف کیمیائی عناصر کو جوہری قدر و قیمت کے لحاظ سے ترتیب دیا تھا۔ اس ترتیب میں بعد میں کچھ ترمیم و اضافہ بھی کیا گیا۔ لیکن کیا عقل باور کر سکتی ہے کہ ایسے عناصر کا جو یکساں خصوصیات کے حامل ہیں، معیّن اوقات میں ظہور محض ایک اتفاقی حادثہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی ایسا سمجھتا ہے تو ایسے تمام عناصر جن کے وجود کی پیشگوئی وہ کر چکا تھا، ان کا اس پیشگوئی کے بعد دریافت ہونا اور ان میں بعینہٖ وہی خصوصیات پائی جانا اس طرح کے تمام شبہات کا ازالہ کر دیتا ہے لیکن اس کی اس تعمیم و تجنیس کو دَوری اتفاق (PERLOOEHANEE) کبھی قرار نہیں دیا گیا بلکہ اسے دَوری ضابطہ (PERIODIC LAW) سمجھا جاتا ہے۔

پھر اسی حقیقت کو لیجئے کہ عنصر "ا" کے ذرّات اگر عنصر "ب" کے ذرّات سے ملتے ہیں تو ان کا فوری طور پر ایک خاص ردِّ عمل ہوتا ہے لیکن وہی ذرّات اگر عنصر "ج" کے ذرّات سے ملتے ہیں تو ان کا کوئی ردِّ عمل ظاہر نہیں ہوتا کیا اس دَور کے سائنسدانوں نے اس کو محض اتفاق کا کرشمہ قرار دیا؟ نہیں! بلکہ انہوں نے اس کی یہ توجیہہ پیش کی کہ عنصر "ا" اور عنصر "ب" کے تمام ذرّات میں کوئی ایسا تعلق و تناسب اور ایسی قوت ہے جو ان کے ملتے ہی ایک خاص ردِّ عمل پیدا کرتی ہے لیکن وہ مناسبت اور وہ قوت عنصر "ج" کے ذرّات میں یا تو موجود نہیں یا ہے تو بہت معمولی ہے۔

اُنہیں یہ بھی معلوم نہ تھا کہ شورائی مزاج رکھنے والی دھاتوں کے ذرّات کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیمیائی ردِّ عمل پانی میں جوہری قدر و قیمت کے تناسب سے بڑھتا ہے لیکن فلورین، کلورین، برومائن اور آیوڈین کے قبیل سے تعلق رکھنے والی مختلف دھاتوں کے ذرّات کے ردِّ عمل کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے کسی کو نہیں معلوم تھا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے لیکن کسی نے نہ تو اس اختلافِ عمل کو اتفاقی امر قرار دیا نہ یہ کہا کہ چند دن بعد تمام اقسام کے ذرّات کا یکساں ردِّ عمل بھی ہو سکتا ہے یا یہ کہ کچھ عرصہ کے بعد سرے سے کوئی ردِّ عمل ہوگا ہی نہیں یا یہ کہ اگر ردِّ عمل ہوگا تو بے تکے اور غیر متعین طریقے سے، کبھی کچھ، اور کبھی کچھ ہونے لگے گا۔

ذرّاتی ترکیب کی دریافت سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ کیمیائی عمل کی مختلف مثالیں مقررِ قوانینِ فطرت کے مظاہر ہیں ان میں محض اتفاق اور بد قسمتی اور بے تکے پن کو دخل نہیں ہے۔ غور کیجئے کہ ۱۰۲ کیمیائی عناصر میں کیسے عجیب اختلافات اور کیسی انوکھی مماثلتیں اور مناسبتیں پائی جاتی ہیں کچھ رنگین ہیں تو کچھ کا کوئی رنگ نہیں۔ کچھ ایسی گیسیں ہیں جو نہ تو رقیق محلول بن سکتی ہیں نہ انہیں ٹھوس مادے کی شکل میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ کچھ عناصر پہلے ہی رقیق مادے کی صورت میں ہوتے ہیں اور کچھ ایسے سخت اور ٹھوس مادے کی شکل میں ہوتے ہیں کہ انہیں بخارات یا محلول کی شکل میں تبدیل کرنا مشکل ہوتا ہے۔ پھر ٹھوس ہونے کی صورت میں بھی بعض بہت نرم ہوتے ہیں اور بعض بڑے سخت، کچھ بہت ہلکے پھلکے ہوتے ہیں تو کچھ انتہائی وزنی ہوتے ہیں کچھ برقی رو کو بہت عمدگی سے جذب کر سکتے ہیں، کچھ سرے سے برقی اثرات سے متاثر ہی نہیں ہوتے۔ بعض میں مقناطیسی کشش ہوتی ہے بعض میں نہیں ہوتی۔ بعض میں اثر پذیری کی غیر معمولی صلاحیت ہوتی ہے مگر بعض سرے سے کوئی اثر قبول ہی نہیں کرتے چند عناصر تیزابیت پیدا کرتے ہیں اور چند شوریت و ملکینیت۔ بعض عناصر برقرار و قائم رہتے ہیں۔ لیکن بعض ایسے بھی ہیں جو چشم زدن میں فنا ہو جاتے ہیں، بایں ہمہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ سب کے سب مذکورہ بالا دُوری ضابطے کے پابند ہیں۔

پھر اس تمام گوناگونی اور اختلاف کے باوجود ان سارے ۱۰۲ کیمیائی عناصر کا ہر ذرّہ یکساں طور پر تین قسم کے برقی اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے، پروٹون (مثبت) الکٹرون (منفی) اور نیوٹرون بظاہر ایک مثبت اور ایک منفی جزو کے اشتراک سے وجود میں آتا ہے۔ ہر ذرّے میں پروٹون اور نیوٹرون مرکزی حیثیت رکھتے ہیں اور تمام الکٹرون جو تعداد میں پروٹون کے برابر ہوتے ہیں، اپنے اپنے محوروں پر گردش کرتے ہوئے اس مرکز کے گرد الگ الگ نسبتاً کافی فاصلہ دے کر مختلف مداروں پر چکر لگاتے ہیں۔ ان کا یہ نظام چھوٹے پیمانے پر شمسی نظام کا چربہ معلوم ہوتا ہے اور جس طرح شمسی نظام میں مختلف سیاروں اور سورج کے درمیان عظیم خلا ہے اسی طرح ہر ذرّے میں بھی ایک بڑا حصہ خلا پر مشتمل ہوتا ہے۔ گو بظاہر یہ باور نہیں کیا جا سکتا کہ ایک مفرد ذرّے میں یہ عجائبات پنہاں ہو سکتے ہیں لیکن نہ صرف یہ کہ یہ ایک حقیقت ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر ہر کیمیائی عنصر کے ذرّات میں وجہ امتیاز مرکز (NUBLEUS) میں پروٹونز اور نیوٹرونز کی تعداد اور اس مرکز کے چکر لگانے والے الکٹرونز کی تعداد اور ان کی ترتیب کا اختلاف ہوتا ہے گویا لاکھوں اقسام کے مادّے چاہے وہ اجزا کی شکل میں ہوں یا مرکّب ہوں سب بنیادی طور پر تین قسم کے برقی ذرّات کے رہینِ منت ہیں اپنی جگہ برقی قوت کے مختلف مظاہر ہیں اور اس برقی قوت کی اصل اور اس کا منبع و سرچشمہ توانائی ہے۔

اب مادے کو اس حیثیت سے لیجئے کہ یہ سالموں (MOLECULES) اور ذرّات (ATOMS) کا مجموعہ ہے۔ خود سالمے اور ذرّات ان کے ترکیبی پروٹون، الکٹرون اور نیوٹرون، کہربائی قوت جتنے کہ توانائی (ENERGY-) بھی سب کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب اپنے اپنے دائرے میں مقررہ ضابطے کے پابند نظر آتے ہیں اور ان کے عمل میں کہیں اتفاقات و حوادث کارفرما نہیں معلوم ہوتے۔ نظم و ترتیب کی اس سے بہتر مثال کیا ہو سکتی ہے کہ کیمیائی عنصر نمبر ۱۰۱ کی شناخت و امتیاز اس کے محض ۱۷ ذرات کے مطالعے سے کر لی گئی۔ یہ اس حقیقت کا ایک ناقابلِ تردید ثبوت ہے کہ یہ عالمِ رنگ و بو ایک سوچے سمجھے نظام اور ایک مقررہ نقشے کے مطابق چل رہا ہے۔ اس میں انتشار اور لامرکزیت نہیں، یہاں ہر شے کے لیے قوانین و ضوابط مقرر ہیں اور اس کارخانۂ قدرت کو حادثات و اتفاقات نہیں چلاتے۔

کیا کوئی باخبر اور استدلالی ذہن یہ باور کر سکتا ہے کہ جامد و بے شعور مادہ کسی حادثے کے نتیجے میں از خود وجود میں آ گیا، کسی ارادے اور کارفرما قوت کے بغیر خود بخود ایک نظام میں ڈھل گیا، محض اتفاق ہی سے اُس نے اس نظام کی پابندی بھی شروع کر دی اور اس کے بعد اس نظم کا اسی طرح قائم و دائم رہنا ایک حُسنِ اتفاق کے سوا کچھ نہیں۔

یقیناً اس کا جواب نفی میں ہوگا۔ جب توانائی کسی نئے مادے میں تبدیل ہوتی ہے تو یہ عملِ تغیر ایک سوچے سمجھے اور متعین ضابطے کے مطابق ہوتا ہے اور اس عمل سے وجود میں آنے والا نیا مادہ بھی انہیں قواعد و ضوابط اور اسی نظام کی پابندی کرتا ہے جو اس سے پہلے موجود مادے پر نافذ ہیں۔ علمِ کیمیا یہ بتاتا ہے کہ مادہ بتدریج فنا ہو رہا ہے۔ اس کی بعض انواع کے معدوم ہونے کی رفتار انتہائی سُست ہے اور بعض کی انتہائی تیز، اور اس سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مادّہ اپنی ذات میں ازلی و ابدی نہیں ہے۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو پھر لامحالہ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ مادے کی کوئی ابتدا اور اس کا کوئی نقطۂ آغاز بھی ضرور ہوگا۔ نہ صرف علمِ کیمیا بلکہ دوسرے علوم عقلی بھی اس حقیقت کی طرف رہنمائی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں کہ مادہ کسی طویل تدریجی عمل کے نتیجے میں وجود میں نہیں آیا بلکہ یک لخت اور اچانک وجود میں آیا اور مختلف آثار و شواہد سے، یہ بھی متعین کیا جاتا ہے کہ اندازاً یہ واقعہ کب ہوا۔ گویا یہ ثابت ہو گیا کہ یہ بزمِ کائنات ایک مقرر گھڑی پر یکبارگی سجائی گئی۔ یہ کسی دانا و بینا ہستی کی قوتِ تخلیق کا کرشمہ ہے اور جب سے یہ کائنات وجود میں آئی ہے اسی وقت سے یہ مقررہ قوانین کی پابندی کر رہی ہے۔ حادثات و اتفاقات اس کائنات کی زندگی اور رونق کا سرچشمہ نہیں ہیں۔

اب اس بات کو لیجئے کہ اگر یہ عالمِ مادی از خود وجود میں نہیں آسکتا اور اگر یہ اس وجود کو برقرار رکھنے کے لیے ایسے ہمہ گیر اور دائمی ضوابط و قوانین بھی از خود وضع نہیں کر سکتا تو پھر یہ کارنامہ یقیناً کسی غیر مادی وجود اور ہستی ہی نے انجام دیا ہے۔

کائنات کی رنگا رنگی اور بوقلمونی اور اس کا حیرت انگیز جامع نظام یہ بتلاتا ہے کہ یہ ہستی فہم و ادراک کی اعلےٰ ترین قوت کی مالک ہے جسے دوسرے الفاظ میں عقل قرار دیا جا سکتا ہے لیکن اس عالمِ مادی میں عقل کو بروئے کار لانے کے لیے ارادے کی ضرورت پڑتی ہے۔ طب اور نفسیات کے مسائل کی عقدہ کشائی اس وقت تک ممکن نہیں ہوتی جب تک عقل کے پیچھے ایک مضبوط اور اٹل ارادہ موجود نہ ہو۔ ارادے اور عقل کا یہ اشتراک کسی ذات اور کسی ہستی کے بغیر قابلِ فہم نہیں۔ گویا اس ساری بحث سے ایک منطقی اور ناقابلِ انکار حقیقت کی حیثیت سے یہ امور سامنے آتے ہیں کہ نہ صرف یہ کہ اس کائنات کو کسی نے تخلیق کیا ہے بلکہ اس کی تخلیق ایک منصوبے اور ایک نظام کے تحت بھی ہوئی ہے اور ایک ایسی ذات کے ارادے نیز اختیار نے اس منصوبے کو بنایا اور اس کو عملی جامہ پہنایا ہے جو عقلِ کل رکھتا ہے، علیم و حکیم ہے اور قادرِ مطلق ہے اس کارخانہ عالم کے نظم کو قائم و دائم رکھ سکتا ہے، حاضر و ناظر ہے اور ہر جگہ موجود اور ہر چیز پر نگران ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی ہم یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ خدا ہے اور وہی اس کائنات کا خالق ہے، مالک، ناظم اور مقتدر اعلیٰ ہے اور وہ دعویٰ جس سے اس مضمون کا آغاز کیا گیا تھا حقیقتاً ثابت ہو جاتا ہے۔

لارڈ کیلون کے دور کے بعد سے آج تک سائنس نے جو مزید ترقیاں کی ہیں ان کی بنا پر آج اُن کا یہ قول اور بھی زیادہ وزنی اور مبنی بر حقائق نظر آتا ہے کہ "اگر آپ غور و فکر سے کام لیں تو سائنس آپ کو یہ ماننے پر مجبور کر دے گی کہ خدا ہے"۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۵

ایک لاینحل مسئلے کا حل

ڈانلڈ ھنری پورٹر

(ماہر ریاضی و طبیعیات)

اگر وجود باری کو اس طرح ثابت کیا جاسکتا جیسے اقلیدس میں فیثا غورس کے کسی کلیے کو ثابت کیا جاتا ہے تو وجود باری کا عقیدہ لازم ہو جاتا لیکن میرے خیال میں اس نوعیت کا ثبوت پیش کرنا ممکن نہیں دوسری طرف خود سائنس کا انحصار بھی اس لحاظ سے غیر ثابت اصولوں اور قوانین پر ہے لیکن ان اصولوں اور قوانین کو مختلف حالات پر منطبق کرنے میں ان کا منطقی طور پر غیر ثابت شدہ ہونا کبھی حائل نہیں ہوتا۔ اب اگر اس عالم طبیعی میں پائے جانے والے حقائق کا منطقی ثبوت فراہم کرنا مشکل ہو تو پھر مابعد الطبیعی حقائق کو تسلیم کرنے کے لیے ان کا منطقی ثبوت طلب کرنا بے معنی بات ہے۔

علم طبیعیات میں مختلف مسائل پر تحقیق اس بنیاد پر ہوتی ہے کہ یہ کیسے ہوا"۔ لیکن آج تک علم طبیعیات اپنی ساری ترقیوں کے باوجود یہ بتانے سے قاصر ہے کہ یہ "کیوں ہوا" کیسے کے جواب میں جو کچھ کہا جاتا ہے وہ انسان کو حقیقت کے آس پاس پہنچا دیتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثلاً یہ بات کہ دو وجود کس طرح ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ زمین کی کششِ ثقل ہمیں زمین پر، اور زمین کو سورج کے گرد اپنے مدار پر قائم رکھتی ہے۔ لیکن اس کے آگے جو مفروضے اور نظریات قائم کیے جاتے ہیں وہ محض ظن و تخمین اور قیاس پر مبنی ہوتے ہیں مثلاً ایک نظریہ کائنات یہ ہے کہ اگر دو موجودات کے درمیان فاصلہ بہت زیادہ ہو جائے تو پھر کشش ثقل کا قانون اُلٹ جاتا ہے اور دونوں وجود ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچنے کے بجائے پرے مخالف سمت میں دھکیلنے کی کوشش کرتے ہیں۔

برقی خاصیت رکھنے والے مادوں کے درمیان ایک مسلمہ قانون کشش ہے۔ برقی خاصیت یا تو مثبت ہوتی ہے یا منفی، اور ان کے مابین کشش کا ضابطہ یہ بتایا جاتا ہے کہ اگر دو مادے متضاد برقی خاصیت رکھتے ہوں تو ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اور اگر دونوں ایک ہی نوعیت کی برقی خاصیت کے حامل ہوں تو ایک دوسرے کو پرے دھکیلتے ہیں۔ رد و کشش دونوں صورتوں میں ان کا زور دو عوامل کے مطابق کم و بیش ہوتا ہے، ایک یہ کہ ان کی مثبت و منفی خاصیتیں کس درجے کی ہیں اور دوسرا یہ کہ ان کے درمیان فاصلہ کتنا ہے۔ ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ ہر ذرے میں مثبت برقی خاصیت رکھنے والے چھوٹے چھوٹے ذرّے مرکزی حیثیت رکھتے ہیں جو پروٹون کہلاتے ہیں۔ لیکن جب ہم ان پروٹون کے اندر موجود چھوٹے چھوٹے حلقوں کا تجزیہ کرتے ہیں تو اس میں یہ اصول کام نہیں دیتا اور ہمیں ایک نئے قاعدے "ضابطہ جوہری طاقت" کو قبول کرنا پڑتا ہے گویا آدمی عالم طبیعی کے حقائق کی بھی، اگر وہ بہت بڑے یا بہت چھوٹے ہوں۔ تفصیل بیان کرنے سے بعض اوقات قاصر رہ جاتا ہے۔

بیشتر سائنسدان ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عالم طبیعی، اس کے مظاہر اور اس کی ابتدا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بیان میں جو وجود باری کی بحث سے دامن بچا کر نکلنے پر خود کو مجبور پاتے ہیں۔

برطانیہ کے ریاضی دان اور معروف فلسفی برٹرینڈ رسل نے خدا کے وجود کو تسلیم کرنے سے محض اس بنا پر انکار کر دیا کہ وہ اس سوال کا کوئی جواب نہ پا سکا کہ اگر خدا اس کائنات کا خالق ہے تو (العیاذ باللہ) خدا کا خالق کون ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ برٹرینڈ رسل علت و معلول کی بحث میں بڑی گہرائیوں تک جا پہنچا لیکن جب سائنس کے تقریباً ہر کلیے کا یہ حال ہو کہ اس سے پیدا ہونے والے بے شمار سوالوں کا کوئی جواب ہمارے پاس نہ ہو تو آخر اس میں کیا معقولیت ہے کہ ہم وجود باری کے سلسلے میں ایک سوال کا جواب معلوم نہ کر سکنے پر سرے سے اس حقیقت ہی سے انکار کر دیں، جہاں تک میرا تعلق ہے میں تو اس کائنات، اور اس کے مظاہر میں خدا کے دستِ قدرت کی کارفرمائی کو تسلیم کرتا ہوں کیونکہ میرے نزدیک عقل و منطق کا یہی تقاضہ ہے۔

ایسے مسائل کے ضمن میں، جن کا ابھی تک کوئی جواب اور حل نہیں مل سکا۔ کائنات کے بارے میں دو بہت معروف تصورات سامنے آتے ہیں لیکن ان کا جائزہ لینے سے قبل چند باتوں کا ذکر ضروری ہے۔

علم کائنات، کائنات کے عام مظاہر، اس کی خلائی وسعت اور اس کی عمر کے بارے میں تحقیق اور مطالعے کا نام ہے۔ دو سو انچ کے قطر کی دوربین سے جو ماؤنٹ پلومر پر نصب ہے، آدمی خلاء میں اربوں میل (نوری سال) دور تک دیکھ سکتا ہے اور لاکھوں اجرام فلکی اس کے مشاہدہ میں آتے ہیں۔ نوری (LIGHT YEAR) کا فاصلہ ناپنے کے پیمانے کی حیثیت سے یہ مفہوم ہوتا ہے روشنی کی اس رفتار کی بنیاد پر کہ وہ ایک سیکنڈ میں ۱۸۶،۰۰۰ میل کی ساخت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طے کر لیتی ہے جو عظیم فاصلہ روشنی ایک سال میں طے کرے گی اسے اعداد و شمار کی زبان بیان کرنے سے قاصر ہے۔ چنانچہ اس فلک نیلی فام کا فوٹو صرف یہ بتاتا ہے کہ ستاروں سے جب روشنی نکلی ہوگی تو کیسے نظر آتے ہوں گے کیونکہ اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ روشنی نے کتنے لاکھ نوری سالوں کے بقدر فاصلہ طے کیا ہے۔

ایک تصور، جسے اب تقریباً ایک مسلّمہ حقیقت کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے یہ بھی ہے کہ کائنات وسعت پذیر ہے۔ مخروطی شیشے میں دیکھیے تو آپ کو اس میں قوس قزح کے سات رنگ نظر آتے ہیں۔ اگر یہ رنگ مل کر رنگوں کا ایک چکتر سا باندھ دیں تو یہ طیف جاری (CONTINIOUS SPBBPRUM) کہلاتے ہیں۔ واضح رہے کہ اندھیرے میں شعاع پڑنے سے جو رنگ سامنے آتے ہیں انہیں (PEETRUM) کہا جاتا ہے۔ شعاعی رنگوں کا علم اس بنیاد پر قائم ہے کہ مختلف عناصر ان نئے بدلے ہوئے رنگوں کی کیفیت (قوس قزحی مظاہر) سے پہچانے جا سکتے ہیں۔ کسی عنصر کی طیف روشنی کی شعاعوں کے انعطاف سے وجود میں آتی ہے اور اس میں طرح طرح کے رنگ جلوہ ریز ہوتے ہیں اور یہیں سے ہر عنصر کو الگ الگ پہچان لیا جاتا ہے۔ اسی کلیئے کے مطابق ایک جوہر کا زمین پر پتہ لگنے سے پہلے سورج میں پتہ لگ گیا۔ اس جوہر کا نام ہیلیم (HBLLUM) رکھا گیا، اس کا ماخذ یونانی زبان کا لفظ ہیلیاس ہے جس کے معنی سورج کے ہیں۔ قوسِ قزحی رنگوں کا بار بار سُرخ رنگ کو نمایاں کرنا (REDSHIFT) کہلاتا ہے، اور اس کے یہ معنی لیے جاتے ہیں کہ مرکزِ لامعہ مشاہدہ سے برابر ہٹتا جا رہا ہے۔ بعید ترین اجرامِ فلکی کے مشاہدے سے یہ نظریہ قائم کیا گیا ہے کہ کائنات برابر توسیع پذیر ہے اور اجرامِ فلکی برابر ایک دوسرے سے دُور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب اس بات کی طرف آیئے جس کا ہم اُوپر ذکر کر چکے ہیں کہ اس کائنات کے بارے میں دو تصورات بہت معروف ہیں۔

اوّل یہ کہ کائنات ایک تدریجی اور ارتقائی عمل سے وجود میں آئی ہے یہ تصور الفر (ALPHER) اور گیمو (GAMOW) نے پیش کیا۔

دوسرا تصور ہوائل (HOYLE) کا ہے کہ کائنات میں تخلیقی عمل مسلسل جاری رہتا ہے۔

پہلے نظریہ کے مطابق یہ عالم رنگ و بُو ایک دھماکے کے ذریعہ وجود میں آیا جو انتہائی مدّت و کثافت کے باعث وقوع پذیر ہوا۔ اس تصور کے مطابق درحقیقت ایک بہت ہی سخت گھٹی ہوئی اور انتہائی گرم گیس کے پھٹ پڑنے کے بعد ستارے، اجرام فلکی، ان کو وجود بخشنے والا مادہ اور ان اجرام فلکی کی ظاہری گردش وغیرہ بتدریج ارتقا پذیر ہوئی ہے۔

الفر اور گیمو کے تصور کے مطابق جب اس دنیا کو وجود میں آئے پانچ منٹ ہوئے تھے، اس وقت اس کا درجۂ حرارت ایک ارب درجہ حرارت کے قریب تھا۔ اس سے قبل مادہ صرف پروٹون، نیوٹرون، اور الکٹرون پر مشتمل تھا جو غیر معمولی دباؤ اور انتہائی حدت و حرارت کے سبب ایک دوسرے سے علیحدہ اور منتشر تھے۔ جب یہ مادہ انتہائی دباؤ اور حرارت کے باعث پھٹ پڑا اور یہ کائنات وجود میں آنے لگی تو اُس کے آدھے گھنٹے کے اندر اندر تمام کیمیائی عناصر کی ترکیب ظہور پذیر ہو گئی۔ اس تصوّر کے مطابق زیادہ کثیف عناصر درحقیقت لطیف عناصر کے مختلف مراحل میں یکے بعد دیگرے ایک دوسرے میں مدغم ہو جانے سے پیدا ہوئے ہیں۔ اجرام فلکی کی تشکیل کسی معین وقت پر عمل میں آئی، ہو سکتا ہے کہ یہ وقت اس دھماکہ (یا انفجار) کے دس لاکھ سال بعد یا اس کے لگ بھگ کوئی وقت ہو اور ان اجرامِ فلکی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تشکیل میں مقناطیسی قوتیں بنیادی محرک کی حیثیت سے کارفرما رہی ہوں۔

اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کائنات کا عمل تخلیق شروع ہونے سے پہلے صورتِ حال کیا تھی۔ اس کے بارے میں یہ قیاس آرائی کی جاتی ہے کہ اس کائنات سے قبل کوئی اور کائنات موجود تھی جو ایک لامحدود زمانہ سے بتدریج تحلیل ہوتی چلی آرہی تھی اور جب اس کو انتہائی حد تک سکیڑ دیا گیا تو اس نے ہماری موجودہ کائنات کی صورت اختیار کر لی۔

اگر اس تصور کو قبول کر لیا جائے کہ اس کائنات کا آغاز انتہائی گھٹن اور سکڑن اور نہایت سخت حدت سے ہوا تو پھر یہ ناگزیر ہو جائے گا کہ خدا کو اس بنیادی مادہ ترکیب کے اجزاء کے خالق اور ایک ایسی قوت کے منبع کی حیثیت سے تسلیم کیا جائے جس نے یہ انقباض و اختصار کا عمل کیا اور حدت پیدا کی۔ یہاں خدا کی کارفرمائی کا اقرار کیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

بانڈی رگولڈ، ہائل کا تصور تخلیق پیہم کا تصور ہے اس کی بنیاد اس مفروضے پر ہے کہ اس کائنات میں زمان و مکان کے اصول و قواعد ہم آہنگ اور یکساں ہیں لیکن ان سے جمود اور تعطل کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی۔ یہ تصور پیش کرنے والے اس سے اتفاق کرتے ہیں کہ کائنات میں توسیعی عمل جاری ہے اور اجرام فلکی بتدریج ایک دوسرے سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ لیکن ان کا کہنا یہ ہے کہ اس عمل کے نتیجے میں جو اجرام فلکی دور ہوتے ہوئے حد نظر سے ماورا چلے جاتے ہیں، ان کی جگہ لینے کے لیے اور کائنات کی ظاہری صورت و ہیئت کو برقرار رکھنے کے لیے مادہ، مسلسل تخلیق اور ارتقائی عمل کے ذریعے نئے نئے اجرام فلکی کی صورت میں تشکیل ہوتا رہتا ہے۔ ہماری نظر روشنی میں کام کرتی ہے اور اگر کوئی چیز روشنی سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ ہم سے دور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی جارہی ہو تو ایسی چیز کو ہم عمدہ سے عمدہ اور طاقتور ترین دُوربین سے بھی نہیں دیکھ سکیں گے۔ اندازہ یہ ہے کہ جو اجرامِ فلکی ہم سے بیس کھرب نوری سال کے فاصلے پر پہنچ جاتے ہیں ان کی سُرعت رفتار اس حد کو پہنچ جاتی ہے کہ روشنی اس کو نہیں پا سکتی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہماری نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ فاصلہ اُس فاصلے سے دوگنا ہے جو ماؤنٹ پلومر پر نصب شدہ دیو قامت دُوربین سے دیکھا جا سکتا ہے۔ اس حساب سے اگر کائنات کا توسیعی عمل سورج کی تخمینی مدت کے پانچویں حصّے کے برابر بھی جاری رہے تو اس کائنات کی ہر چیز ہماری نظر کی گرفت سے پرے چلی جائے گی۔ اور آفاق میں ایک عظیم خلاء رونما ہو جائے گا۔

تخلیقِ پیہم کے تصوّر کے مطابق وہ مادّہ برابر پیدا ہوتا رہے گا جس سے اجرامِ فلکی وجود پاتے ہیں اور اس طرح اگر خلاء میں کچھ اجرامِ فلکی نظر سے دُور ہو جائیں گے تو نئے اجرامِ فلکی ان کی جگہ لے لیں گے اور کائنات میں کوئی تغیّر رونما نہ ہوگا۔ رہی یہ بات کہ یہ مادہ کہیں سے نہیں بلکہ یہیں سے نمودار ہو جاتا ہے۔ اب اگر اس تخلیقِ پیہم کے تصوّر کو درست تسلیم کیا جائے تو اس میں بھی خالق کی حیثیت سے خدا کے وجود کا اقرار کیے بغیر بات نہیں بنتی اور خدا کا وجود پھر ایک ناقابلِ تردید حقیقت کی حیثیت سے ہمارے سامنے آجاتا ہے۔

دوسرے لفظوں میں آپ فطرت کے قوانین کے بارے میں جو رائے بھی قائم کریں اور اس کائنات کی جو اساس و بنیاد بھی معین کریں، ایک سائنسدان کی حیثیت سے میرے نزدیک وہ تصور اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس میں ناظم و محرک کی حیثیت سے خدا کے وجود کو تسلیم نہ کیا جائے۔ یہ خدا ہی کی قدرت ہے جو اس کائنات کی ہر شے میں جلوہ گر نظر آتی ہے اور ان تمام سوالات کا واحد جواب ہے جن کا ہم کوئی جواب دینے سے قاصر ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۶

آیئے کسی تعصّب کے بغیر حقائق کا مُطالعہ کریں

ایڈورڈ لوتھر کیسل

(ماہر حیوانیات وحشرات ایم۔ایس۔سی، پی۔ایچ، ڈی)

حال میں سائنسی تحقیق نے تصورِ وجود باری کے روایتی فلسفیانہ دلائل میں بعض نئے دلائل وشواہد کا اضافہ کیا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے پہلے وجودِ باری کے جو دلائل دیے جاتے تھے۔ وہ کچھ کمزور تھے اور نئے سائنسی دلائل و شواہد نے ان کو تقویت واستحکام بخشا ہے کیونکہ آج تک وجود باری کے لیے جتنے اور جو دلائل پیش کیے جاچکے ہیں وہ ایک غیر متعصّب اور آزاد ذہن کو مطمئن اور قائل کرنے کے لیے بالکل کافی ہیں لیکن میں خدا کا قائل ہوتے ہوئے اس حیثیت سے ان نئے شواہد کو ضرور مفید اور خوش آئند سمجھتا ہوں کہ اوّلاً ان کے ذریعے خدا کی بعض صفات وخصوصیات کی وسعت واہمیت کا کا بہتر اندازہ کیا جاسکتا ہے، دوسرے یہ کہ مجھے یقین ہے ان دلائل وشواہد سے بہت سے ایسے لوگوں کی آنکھیں کھُل جائیں گی جو ایمان داری کے ساتھ خدا کے وجود کو سمجھنے سے قاصر رہے ہوں اور انہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقعی خدا ہے۔

گزشتہ چند سال سے ہماری قوم میں بھی وسیع پیمانے پر مذہبی بیداری پیدا ہو رہی ہے اور اس کے اثرات صرف کالج کی نئی پود ہی میں ظاہر نہیں ہو رہے بلکہ یہ اعلےٰ علمی و تحقیقی اداروں کی ذہنی فضا میں بھی سرایت کر گئے ہیں اور اس ذہنی تبدیلی میں سائنس کے پیش کردہ جدید دلائل و شواہد نے نہایت اہم کردار ادا کیا ہے کیوں کہ ان شواہد نے اس کارخانہ عالم کے لیے ایک خالق کی ضرورت کو ناگزیر ثابت کر دیا ہے۔

یہ بات نہیں کہ یہ علمی اور سائنسی تحقیق کوئی اس غرض سے کی گئی تھی کہ اس سے خدا کے وجود کے لیے دلائل و شواہد مہیا کرتے ہیں، کیوں کہ سائنسی تحقیق تو اس نظام فطرت کے بارے میں حقائق کا کھوج لگانے کے لیے کی جاتی ہے اور محققین کی اس طرف زیادہ توجہ نہیں ہوتی کہ اس کائنات کا مبداو سرچشمہ کہاں ہے اور اس کے پیچھے کارفرما قوت کون سی ہے۔

سائنس کارخانۂ قدرت کے نظام کی تفصیلات سے بحث کرتا ہے اور اس بات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ اس کارخانہ کو بنایا اور چلایا کس نے ہے لیکن ہر شخص تھوڑا بہت فلسفی ضرور ہوتا ہے اور اس چیز سے سائنس دان بھی مستثنیٰ نہیں، یہ الگ بات ہے کہ اچھے سائنس دان ہمیشہ اچھے فلسفے نہیں ہوتے۔ ان میں سے کچھ تو کائنات کے مبداو آغاز کے بارے میں ذہنی انتشار اور پراگندہ خیالی میں مبتلا ہیں اور کچھ لوگ اس لغویت کا شکار ہیں کہ وہ ازلی و ابدی ہے تو آخر یہ کیوں نہ مان لیا جائے کہ یہ کائنات آپ سے آپ وجود میں آگئی ہے اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جن کا کہنا یہ ہے کہ اگر خدا کے بارے میں یہ مانا جاسکتا ہے کہ وہ ازلی و ابدی ہے تو آخر یہ کیوں نہ مان لیا جائے کہ یہ کائنات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی ازلی وابدی ہے۔

حرکیاتِ حرارت کا دوسرا قانون جسے ضابطہ ناکارگی (LAW OF ENTROPY) کہا جاتا ہے۔ اس آخری تصور کی نفی کرتا ہے۔ یہ حقیقت سائنس نے ثابت کر دی ہے کہ کائنات ہمیشہ سے نہیں ہے۔ ضابطۂ ناکارگی بتاتا ہے کہ حرارت ہمیشہ حرارت وجود سے بے حرارت وجود میں منتقل ہوتی رہتی ہے لیکن اس چکر کو اُلٹا نہیں چلایا جا سکتا کہ یہ حرارت خود بخود کم حرارت وجود سے زیادہ حرارت کے وجود میں منتقل ہونے لگے۔ ناکارگی ممکن الحصول اور ناممکن الحصول توانائی کے درمیان تناسب کا نام ہے اور اس بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کائنات کی ناکارگی برابر بڑھ رہی ہے اور ایک وقت آنے والا ہے جب تمام موجودات کی حرارت یکساں ہو جائے گی اور کوئی کارآمد توانائی باقی نہ رہے گی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ کیمیائی اور طبیعی عمل کا کوئی میدان باقی نہ رہے گا، زندگی ناپید ہو جائے گی۔ اور ایک ہمہ جہتی جمود طاری ہو جائے گا لیکن اس حقیقت کے پیش نظر کہ کیمیائی اور طبیعی عمل جاری ہے اور زندگی کے ہنگامے قائم ہیں، یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس کائنات کا وجود ازلی نہیں ہے ورنہ اس کی توانائی کبھی کی ختم ہو چکی ہوتی اور یہاں زندگی کی ہلکی سی رمق بھی موجود نہ ہوتی۔ اس طرح غیر ارادی طور پر سائنس کی تحقیق نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس کائنات کا کوئی نقطۂ آغاز ضرور ہے اور اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو پھر خدا کا وجود آپ سے آپ ثابت ہو جاتا ہے کیوں کہ ہر وہ چیز جو اپنی ذات میں ازلی نہیں ہے، اس کا وجود یقیناً کسی محرک اوّل اور کسی خالق یعنی خدا کے کرشمۂ قدرت کا رہین منت ہے۔

سائنس کی تحقیق نے صرف یہی ثابت نہیں کیا کہ یہ کائنات ازلی نہیں اور اس کی ایک ابتدا یا آغاز ہے بلکہ تازہ انکشافات یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ اب سے تقریباً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پچاس کھرب سال پہلے ایک تخلیقی دھماکے کے نتیجے میں آنِ واحد میں یہ کائنات وجود میں آگئی اور آج بھی اس میں توسیع کا عمل جاری ہے جو لوگ سائنس کی تحقیقات کو کوئی وزن دیتے ہیں۔ وہ حقیقت تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ کائنات تخلیق کی گئی ہے اور یہ عملِ تخلیق لگے بندھے قوانینِ فطرت سے ماورا کسی طاقت کا کرشمہ ہے کیوں کہ یہ قواعد فطرت تو خود کسی کی تخلیق کا نتیجہ ہیں۔ اسی ذاتِ خالق کو ہم خدا کہتے ہیں۔ اس خالقِ حقیقی نے جب قدرتی مادے کو وجود بخشا اور مادے کے عمل کے لیے قواعد و ضوابط معین کر دیے تو پھر اس نے اس مادے کو اس مقررہ عمل کے ذریعہ تخلیق مسلسل میں لگا دیا ایک ارتقاء جو بتدریج نشوونما کے ذریعہ ہوتا رہتا ہے۔

مجھے اس کا احساس ہے کہ لفظِ ارتقاء بعض حلقوں میں متروک و ناشدنی قرار پا چکا ہے اور اس کا ذکر آتے ہی بعض لوگوں کی پیشانیوں پر بل پڑ جاتے ہیں۔ لیکن آپ کو یہ جان کر شاید حیرت ہو کہ میں نہ صرف اپنے ان دوستوں کے جذبات کی قدر کرتا ہوں بلکہ کسی حد تک ان سے متفق بھی ہوں کیوں کہ وہ ارتقاء سے مادی یا میکانکی ارتقاء مراد لیتے ہیں۔ حالاں کہ میکانکی ارتقاء اور تخلیقی ارتقاء میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اگر ان سائنسی دلائل پر جو اوپر پیش کیے جا چکے ہیں۔ ہمارے سائنسدان بلا کسی ذہنی تحفظ و تعصب ایمان داری کے ساتھ اسی طرح غور کریں جیسے وہ خود اپنی تحقیق کے نتائج پر غور و خوض کرتے ہیں اور اگر وہ اپنے جذبات کو عقل پر حاوی نہ ہونے دیں تو ان حقائق پر غور و خوض کے بعد یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ خدا ہے۔ یہی وہ آخری اور قطعی نتیجہ ہے جس کی طرف تمام حقائق رہنمائی کرتے ہیں۔ کھلے ذہن کے ساتھ سائنس کا مطالعہ آدمی کو قائل کر دیتا ہے کہ کوئی نہ کوئی علتِ علل ضرور ہونی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہیئے۔ اسی علتِ علل کو ہم خدا کہتے ہیں۔

اس دَور میں خدا کے فضل و کرم سے سائنسی تحقیق نے جو انکشافات کر کے علم کی نئی سرحدوں تک ہماری رہنمائی کی ہے، ان کی روشنی میں ہمیں عقائد و نظریات پر نظرِ ثانی کرنی چاہیئے۔ جس طرح ایک کھلے ذہن کے سائنسدان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان سائنسی شواہد کو خاطر خواہ وزن دے اور وجودِ باری کا اعتراف کرے، اسی طرح ایک غیر سائنسدان کو بھی ان دلائل کی بنا پر تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ تخلیق و ارتقاء خدا ہی کی قدرتِ تخلیق کا شاہکار ہے۔ فطرت کے تمام مظاہر و شواہد تخلیقی ارتقاء کے تصوّر کی تائید کرتے ہیں چاہے وہ ہیئت و تشکیل، حیاتی کیمیا، طبیعیات، توالد و تناسل وغیرہ کسی بھی شعبے سے تعلق رکھتے ہوں۔

ارتقاء کا ایک اہم ذریعہ اور جزو فطرت کا عمل انتخاب ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے خود ارتقاء تخلیق کا ایک لازمہ ہے یہ عمل انتخاب فطرت کے اہم ترین ضوابط میں سے ایک ہے اور دوسرے قوانین قدرت کی طرح یہ بھی علتِ ثانیہ کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اس کا بھی خالق خدا ہی ہے۔ اس لحاظ سے عملِ انتخاب کے ذریعہ جو انواع وجود میں آتی ہیں وہ بھی درحقیقت بالواسطہ خدا ہی کی تخلیق ہوتی ہیں کیوں کہ فطرت کے عملِ انتخاب کو بجائے خود یہ قدرت حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی شے کی اپنے طور پر تخلیق کر سکے۔ اس کا کام تو صرف اتنا ہے کہ وہ مخلوق میں سے کچھ کو نشو و نما دے کر پروان چڑھائے اور کچھ کی نشو و نما نہ کرے اور وہ ٹھٹھر کر ختم ہو جائیں۔ اس قسم کی مخلوق میں فطرت کا انتخاب، اس کے تحت کچھ کو مسترد کر دیا جاتا ہے۔ خود موروثی تغیرات کے تحت ہوتا ہے اور مادہ پرستانہ نظریۂ ارتقاء کے قائلین کے خیال کے مطابق یہاں محض اتفاق سے کسی نوع کی بقاء و فنا کے فیصلے نہیں ہوتے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر یہ تغیرات بھی اندھا دُھند اور اتفاقی نہیں ہوتے جیسا کہ اکثر لوگوں کا دعویٰ رہا ہے مثال کے طور پر ان تغیرات کو لیجئے جن کے نتیجے میں نامیات کی کمی بیشی متعین ہوتی ہے۔ تازہ تجربوں اور تحقیق سے یہ حقیقت سامنے آئی ہے کہ اکثر تغیرات کے نتیجے میں متعلقہ نامیات کے نشو ونما میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ فطرت کا عملِ انتخاب اگر اندھا دُھند کام کر رہا ہوتا اور اس کی بنیاد اتفاقی تغیرات پر ہوتی تو اس کا نتیجہ یہ نکلنا چاہیئے تھا کہ صرف ایسے نامیات کا نشو ونما نہ ہوتا جو مضرت رساں اور رکاوٹ ثابت ہوتے۔ لیکن ہمارا عام مشاہدہ اس کے برعکس یہ ہے کہ ایسے نامیات جو بے ضرر نوعیت کے ہیں، ان کا نشو ونما بھی نہیں ہو پاتا۔ اس سے یہ بات صاف ظاہر ہو جاتی ہے کہ یہ تغیرات اتفاقی نہیں ہوا کرتے اور فطرت کا ارتقا کا نظام حوادث و اتفاقات کے سہارے نہیں چلتا۔ ہمیں ماننا پڑے گا کہ اس تخلیق اور اس کے قواعد و ضوابط کے اندر گہری حکمت اور جامع عقل کار فرما ہے اور ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہیں کہ یہ ارتقاء کا نظام باقاعدہ مرتب کیا گیا ہے اور کسی بڑے حکیم و دانا کی یہ ساری کاری گری اور کار فرمائی ہے۔

یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ نظم کائنات میں سے مزید نظائر پیش کیے جا سکیں لیکن میں نے کیڑوں مکوڑوں کے تناسل اور ان کی ہیئت کی تبدیلیوں کے محدود دائرے کے اندر جو تحقیقیں کی ہیں، ان سے ایسے بے شمار دلائل و شواہد مجھے مہیا ہوئے جو اس کائنات میں ایک نظم اور ایک ضابطے کی موجودگی کا ناقابلِ تردید ثبوت ہیں۔ میں نظام فطرت کا جتنا زیادہ مطالعہ کرتا ہوں، اتنے ہی اس نوع کے زیادہ دلائل و شواہد میرے سامنے آتے ہیں اور میں ان سے اثر لیے بغیر رہ نہیں سکتا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سائنس میں ہم ارتقاء کی جو تدریج اور مراحل دیکھتے ہیں، وہ سب بلاشبہ اس صانع حقیقی کی کاریگری کے ادنیٰ مظاہر ہیں، کیوں کہ ارتقائے کائنات تو اس کے عملِ تخلیق کا صرف ایک مرحلہ ہے۔

مادہ پرستوں اور جامد کلیسائی تصورات رکھنے والوں کی جذباتی مناظرہ بازیوں سے قطع نظر کہ ان کے ہنگامے لاتعداد متلاشیان حق کو گمراہ کرنے کا موجب بنے ہیں۔ کائنات کی یہ رنگارنگی اور بوقلمونی ایک مسلسل ارتقائی عمل سے وجود میں آئی ہے۔ اس سے کسی مذہبی عقیدے کی نفی نہیں ہوتی بلکہ اس سے تو مذہبی تصورات کو اس پہلو سے غیر معمولی تقویت پہنچتی ہے کہ جو شخص عمل ارتقاء کے تصور کو تسلیم کرلے۔ اس کا وجود باری کی حقیقت سے انکار کرنا بالکل ایک متناقص اور غیر منطقی سی بات ہو جاتی ہے۔

چوتھی صدی عیسوی کے آگسٹائن دور سے لے کر آج تک خدا کے ماننے والوں کی ایک بڑی تعداد ایسی رہی ہے جو اس تصور کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں کہ کائنات کی تخلیق کا پورا عمل ایک دفعہ ہی ہوگیا ہے بلکہ وہ تخلیق میں تدریج و ارتقاء کے قائل ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک (اور ان میں میں خود کو بھی شامل کرتا ہوں) نظریۂ ارتقاء کا تصور مذہبی عقیدے کی حیثیت سے بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ اس عقیدے کے ذریعے ایک سچا متلاشیٔ حق خدا کی براہِ راست معرفت حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

مضمون کے خاتمے پر میں پھر اپنی اسی بات کو دوہراؤں گا کہ اگر کھلے دل و دماغ کے ساتھ سائنس کا مطالعہ کیا جائے تو آدمی کے لیے خدا پر ایمان لانے کے سوا چارہ نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب

سائنسی طریق فکر سے

والٹر آسکر لنڈبرگ

(پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ماہر عضویات وحیاتی کیمیا)

سائنسی طریق فکر جن اساسی اصولوں پر مبنی ہے وہ بجائے خود وجود باری کے مظہر ہیں اور ایسے لوگ جن کی عمریں سائنسی تحقیق و تجسس میں گزرتی ہیں۔ خدا کے وجود کو دوسروں کی نسبت زیادہ آسانی سے سمجھ سکتے ہیں بشرطیکہ وہ اس کی طرف توجہ دیں۔ بہت سے سائنسدان اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے مگر اپنی فنی تحقیق و تجسس میں کامیابیاں حاصل کر لیتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ سائنس وجود باری کی طرف رہنمائی نہیں کرتا کیونکہ سائنسی تحقیق و تجسس میں کامیابی لگے بندھے اصولوں اور طریقوں کی پوری پوری پابندی پر منحصر ہوتی ہے اور سائنسدانوں کو اس کی ضرورت ہی نہیں پیش آتی کہ مسلمات سائنس کی حقیقت و علت پر بھی غور و فکر کرے۔

سائنسدان اگر سائنسی اصولوں سے وجودِ باری کو سمجھنے اور اُسے کرنے سے انکار کرتے ہیں، تو اس کے مختلف اسباب ہیں جن میں سے صرف دو کا ذکر یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے۔ پہلا سبب تو یہ ہے کہ اکثر ممالک اور بیشتر شہروں میں اجتماعی اداروں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنظیموں اور حکومتوں نے الحاد کو اپنی مطلق العنان حکمت عملی کی حیثیت سے برجبر لوگوں پر ٹھونسا ہے اور لوگ انفرادی طور پر اگر مظاہر قدرت میں وجود باری کا جلوہ دیکھتے بھی ہیں تو لادینی حکومت کے عتاب و سزا اور معاشرتی زندگی میں نکو بن جانے کے خوف سے اس کا اعتراف اور برملا اظہار کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ اگر لوگوں کو اعتراف حق کرنے میں دار و گیر کا کوئی خدشہ نہ ہو تو وہ اور بہت سی بدگمانیوں اور تعصبات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر عیسائیت کی تعلیمات میں نئی نسلوں کے ذہن میں ایک ایسے خدا کا تصور بٹھایا جاتا ہے جس نے انسان کا روپ دھار لیا ہے یہ نئی نسل جب سائنسی تحقیق کے میدان میں آگے بڑھتی ہے تو خدا کے اس بشری مظہر کی اُلٹی منطق اس کے سائنسی ذہن کے لیے قابل قبول نہیں ہوتی۔

اور جب ان ذہنوں کو خدا کا یہ تصور قبول کرنے پر آمادہ کرنے میں کامیابی نہیں ہوتی اور (بالعموم یہی صورت پیش آتی ہے کیونکہ وہاں ساری عمارت تاویلات و استدلال پر کھڑی کی جاتی ہے جو سائنس کے تجربی طریق فکر سے کسی طرح ہم آہنگ نہیں) تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سرے سے وجودِ باری تعالیٰ کے تصور ہی کو ترک کر دیا جاتا ہے اور اس سے جو مایوسی اور نفسیاتی ردِ عمل ہوتا ہے اس کے بعد پھر اس طرح کے کسی تصور کو قبول کرنے کا امکان باقی نہیں رہتا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وجودِ باری کو سمجھنے کا سائنسی طریقہ اور اس کے اصول کیا ہو سکتے ہیں؟ ہمارے خیال میں اس کا نہایت سادہ اور مختصر طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ سائنسدان جن مظاہر قدرت کا مشاہدہ کرتا ہے، وہ انہیں خالص قدرتی روپ میں، اپنا کوئی اثر ان پر ڈالے بغیر دیکھے جس طرح وہ ستاروں اور خلائی تحقیق کے سلسلے میں دیکھتا ہے یا زیادہ سے زیادہ ان پر جزوی طور پر اپنا کوئی عمل ایسے کر سکتا ہے جیسے لیبارٹری کے تجربات میں تجزیہ و تحلیل کی خاطر کچھ عمل کیے جاتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ بعد ازاں وہ اس طرح سے کیے ہوئے مشاہدات کا تقابل دوسرے سائنسدانوں کے مشاہدات سے کرکے ان میں قدرِ مشترک اور ان کا باہمی ربط معلوم کرے اور اس سے نتائج اخذ کرکے کچھ اصول مستنبط کرے۔ یہ اندازِ غور و فکر تاویلاتی نہیں بلکہ استنباطی ہوگا اور اس کی نوعیت حقائق کے محض مشاہدے سے آگے بڑھ کر یہ ہوگی کہ گویا مختلف دلائل و شواہد ایک منطقی نتیجے کی طرف رہنمائی کر رہے ہیں۔ اب اگر اس کے بعد وہ ان اخذ کردہ نتائج کی تصدیق کرنا چاہے گا تو وہ مزید مشاہدات کے ذریعہ اس بات کی پڑتال بھی کر سکے گا کہ یہ نئے مشاہدات اس کے مستنبط اصولوں کی تائید کرتے ہیں یا نہیں۔

دوسرے لفظوں میں خدا کے جاننے کا سائنسی طریقہ یہ ہے کہ مظاہرِ فطرت میں نظم و ترتیب اور اسباب و علّل کی تلاش کی جائے۔ کیوں کہ یہی نظم و ترتیب اور اسباب و علّل ایک ناظم و خالق اور ایک علت العلل خدا کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ کیوں کہ کائنات میں نظم و ترتیب اور اسباب و علل کی موجودگی میں ایک ایسی ذات کا کسی وجود سے انکار، جو اس سارے کارخانۂ کائنات کو چلانے کا ذمہ دار ہو، بالکل بے معنی اور لغو سی بات ہو جاتی ہے۔

جب آدمی خدا کو سمجھنے کا یہ اُلٹا راستہ چھوڑ دے کہ خدا بھی ایک بشری صفات کی مظہر ذات ہے اور اس کی بجائے انسان کو وجودِ باری کی ذات و صفات کا ایک ادنیٰ مظہر سمجھ کر کائنات پر غور کرے تو وہ خدائے بزرگ و برتر کی عظمت و قدرت کا ادراک کرنے کے قابل ہوتا ہے۔

سائنس کی ساری ترقیوں کے باوجود ابھی انسان کی رسائی اسرارِ کائنات کی مبادیات تک ہی ہو سکی ہے۔ ابھی اسے صرف اتنا اندازہ ہوا ہے کہ نجوم و کواکب بے اندازہ و بے شمار اور خلا کی وسعتیں بے کراں ہیں، مادہ اور توانائی کے بنیادی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجزا ناقابلِ بیان حد تک دقیق ہیں اور انسان کی اپنی زندگی کائنات کی رفتار وقت کے مقابلے میں ایک سیکنڈ کا کروڑواں حصہ بلکہ اس سے بھی کہیں کم ہے تو انائی، وسعت اور وقت کے نہ جانے کتنے نئے پیمانے اور مظاہر ایسے ہیں جن میں سے کچھ کا تو وہ ایک دھندلا سا تصور کرنے کے قابل ہو گیا ہے، لیکن بیشتر کا تو ابھی وہ تصور بھی نہیں کر سکتا۔ وہ زندگی کو ایک حقیقت ہی کی حیثیت سے تو دیکھتا اور سمجھتا ہے لیکن ابھی اس کی سائنٹفک اصل و حقیقت کو نہیں پا سکا ہے۔ اس کا محدود علم اسے زیادہ سے زیادہ جو کچھ بتا سکا ہے وہ یہ ہے کہ وہ حقائق کے بحرِ بیکراں کے کنارے کھڑا ہے۔ ایسے حقائق جن میں نظم و حکمت کارفرما ہے اور جن کے پیچھے مختلف اسباب و علل کام کر رہے ہیں گویا ابھی سائنس نے انسان کو خدا کی عظمت و بزرگی کی ایک ادنیٰ سی جھلک دکھائی ہے۔

انسان چونکہ ابھی عقلی طور پر وجودِ باری اور مظاہرِ فطرت کا بہت محدود سا ادراک کر سکا ہے اس لیے وہ مجبور ہے کہ روحانی اور وجدانی طور پر ہی خدا پر ایمان لائے۔ انسانی زندگی میں خدائی ذات پر ایمان انسان کے لیے سرمایۂ راحت و سکون ہوتا ہے لیکن ایک ایسے سائنسدان کے لیے جو خدا کے وجود پر ایمان رکھتا ہو، ہر نیا مشاہدہ اور تجربہ اس کے ایمان کو تازگی اور اس کی رُوح کو فرحت بخشتا ہے کیوں کہ اس کا ہر مشاہدہ اور اس کی ہر تحقیق اس کے سامنے وجودِ باری کی اہمیت و حقیقت کو واضح سے واضح تر کرتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۵

خالقِ کائنات کے وجود پر طبعی کی شہادتیں

پال کلیرنس ایبرسولڈ

(ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی)

آج سے تین صدی پہلے ایک انگریز مفکر اور فلسفی فرانسس بیکن نے جب یہ کہا تھا کہ "فلسفے کا سطحی مطالعہ انسان کو الحاد کی طرف لے جاتا ہے لیکن اسی فلسفہ کی گہرائیوں میں اُتریے تو آپ مذہب کے قائل ہو جائیں گے۔" تو اس نے بڑی گہری حقیقت کی طرف اشارہ کیا تھا۔ جس وقت سے یہ دنیا قائم ہے لاکھوں انسانوں نے اس کائنات کی حقیقت پر غور کیا ہے اور ان کے سامنے ایک ہی نوعیت کے سوالات آئے ہیں ——— وہ کون سی حکیم و قوی ذات ہے جو انسان اور اس پوری کائنات پر فرمانروا ہے؟ زندگی کی حقیقت کیا ہے؟ انسانی زندگی اور اس کے تجربات و مشاہدات سے ماورا کیا کچھ ہے؟ اور جب تک یہ دنیا قائم رہے گی، ان گنت فلسفی اور حکیم ان سوالات کے جواب تلاش کرتے رہیں گے۔

ہم بھی جب ان سوالات پر غور کرتے ہیں تو اس احساس کے ساتھ کرتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ ان سوالات کی عقدہ کشائی میں ہم سے پہلے بڑے بڑے نامور فلسفی اور حکماء بھی سرگرداں رہ چکے ہیں اس لیے یہ ضروری نہیں کہ ہم ان سوالات کا کوئی مکمل اور تسلی بخش جواب حاصل کرنے میں کامیاب ہی ہو جائیں۔

ایک یہ بات اپنی جگہ پر حقیقت ہے کہ انسان اپنی ساری ذہانت اور نت نئے وسائل و ذرائع کے باوجود اپنے آپ کو ہر لحاظ سے مکمل اور آزاد محسوس نہیں کرتا۔ مختلف رنگ و نسل، عقائد اور ممالک کے لوگوں کا تاریخ کے ہر دور میں یہ احساس عالمگیر اور یکساں رہا ہے کہ اس وسیع و بسیط کائنات کو سمجھنے سے ان کا علم اور ان کی قوتِ بیان قاصر ہے۔ بالخصوص یہ بات جاننا کہ اس کائنات میں زندگی کا مقصد و مدعا درحقیقت کیا ہے۔ سب سے زیادہ مشکل ہے۔

انسان نے عقلاً بھی اور روحانی طور پر بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ اس کائنات میں نظم و ترتیب اور حکمت و صنّاعی کے جو مظاہر سامنے آتے ہیں وہ کسی ایسے حادثے یا اتفاق کا کرشمہ نہیں معلوم ہوتے جس کے نتیجے میں بے جان و جامد مادہ اچانک زندگی اور مہمیوں سے بھرپور دنیا کا رُوپ دھار سکتا ہو اور یہ چیز کہ انسان عالمگیر طور پر ان حقائق کی دریافت کی خود ضرورت محسوس کرتا ہے جو اس کے فہم و ادراک سے ماورا ہیں بجائے خود اس امر کی ایک بیّن دلیل ہے کہ ایک عقلِ کُل اور ایک بے مثل مدبّر اس کارخانۂ رنگ و بُو کے پیچھے کارفرما ہے۔

خدا کا غیر مبہم اور کامل اقرار و یقین خالص عقلی و سائنسی ثبوت سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہ ایقان و ایمان اور اپنے اور خدا کے درمیان تعلق کا عرفان مادی علم کے ساتھ ساتھ وجدان و روحانی واردات کے اشتراک و تعاون سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک طرف اس لامحدود کائنات کے مادی وجود کی توجیہات و

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاویلات اور دوسری طرف اپنے ذاتی احساسات مشاہدات اور واردات قلب ان دونوں کو یک جا کرنے کے بعد ان پر غور و فکر مذکورہ عرفان حق کے لیے راہیں ہموار کر دیتا ہے۔ اگر دنیا بھر کے کروڑوں اصحاب فہم و ذکا کے ان دلائل اور ان مشاہدات و تجربات کو مرتب کر دیا جائے جن کے ذریعہ وہ خدا پر ایمان لانے پر مجبور ہوئے تو نہ صرف یہ دلائل و تجربات انتہائی متنوع اور رنگا رنگ ہوں گے بلکہ ان سے وجود باری کا ناقابل تردید اثبات ہو جائے گا۔

سائنس کے مطالعہ کے دوران شروع شروع میں میں انسانی عقل و استدلال کی بے پناہ قوت سے اس درجہ مرعوب ہو گیا کہ میں یہ سمجھنے لگا کہ اب کائنات کی کوئی گتھی ایسی باقی نہیں رہے گی جسے عقل انسانی سلجھا نہ سکے اور اب سائنس دان زندگی کے منبع و مبداء شعور و عقل کے سرچشموں بلکہ اس کائنات کی ہر چیز کی حقیقت اور اس کے مقصد و منشاء کے بارے میں مکمل علم حاصل کر لیں گے۔ لیکن جوں جوں میرے علم میں اضافہ ہوا اور سالموں سے لے کر نظامہائے سیارگان تک اور جرثومے سے لے کر حضرت انسان تک ہر چیز کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو گیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ ابھی تو اس کائنات کے اسرار و رموز کی ابجد کی بھی مجھے ہوا نہیں لگی۔ سائنس قرن ہا قرن تک اپنے اکتشافات و ایجادات میں کامیابیوں پر کامیابیاں حاصل کرتی چلی جائے۔ پھر بھی ایک سالمے سے لے کر پوری کائنات تک حیات انسانی اور شعور و ادراک کی تفصیلات کا یہی عالم رہے گا کہ ہم بے اختیار یہی کہنے پر مجبور ہوں گے مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ سائنسدان بہت جلد اس حقیقت کو جان لیتا ہے کہ سائنس کا منتہا اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ یہ بتا دے کہ یہ سب کچھ "کیسے" ہوا لیکن اس سے آگے بڑھ کر اس حقیقت کی نقاب کشائی کہ یہ سب کچھ "کیوں" ہوا نہ حضرت انسان کے بس میں ہے نہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سائنس اس کی عقدہ کشائی پر قادر ہے۔ سائنس اور بشری قوتِ استدلال اس بات کی کوئی توجیہہ پیش کرنے سے یکساں قاصر ہیں کہ یہ سالمات، ستارے، نظام ہائے سیارگان، یہ انسان اور اس کی بے مثل قوتیں اور صلاحیتیں آخر "کیوں" ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سائنس اس کائنات کے عملِ آفرینش کے بارے میں برطے قابلِ یقین نظریے پیش کر سکتی ہے کہ یہ ستارے نظامہائے شمسی اور یہ انسان اور یہ زندگی کی رونقیں کس طرح وجود میں آگئیں، لیکن اس سوال کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں کہ آخر یہ مادہ اور یہ توانائی کہاں سے وجود میں آگئی۔ اور اس کائنات میں یہ نظم اور حسنِ ترتیب کس طرح قائم ہوگیا۔ فکر صحیح اور سلجھے ہوئے استدلال کا تقاضہ ہے کہ یہاں آکر انسان خدا کے تصور کو قبول کرے۔

پھر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے خدا کا کوئی جسمانی وجود ہے جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے میں خدا کے جسمانی وجود کے اس تصور کو قبول نہیں کر سکتا کہ وہ دنیوی بادشاہوں کی طرح کسی جگہ تختِ شاہی پر متمکن ہے۔ آسمانی کتب ہی میں خدا کا تصور دیتے ہوئے بے شمار ایسی اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں اور ایسا انداز بیان اختیار کیا گیا ہے جس سے انسانی زندگی اور اس کی تاریخ مانوس ہے نیز جن اصطلاحات کی مدد سے انسان کسی حقیقت کا ادراک کر سکتا ہے خدا ایک روحانی وجود ہے، اور انسان ایک مادی وجود ہے، لہٰذا خدا کے وجود کی کوئی ایسی توضیح و تشریح جو خالص روحانی اصطلاحات میں پیش کی جائے۔ انسان کے لیے قابلِ فہم نہیں ہو سکتی۔

دوسری طرف خدا ایک روحانی اور مافوق الادراک وجود کی حیثیت سے اپنی کچھ صفات رکھتا ہے۔ وہ حکیم و دانا ہے، ارادہ و اختیار کا مالک ہے وہ خوش اور ناخوش ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے وہ ایک وجودِ ذاتی ہے۔ درحقیقت اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ذات وہ عظیم ذات والا صفات ہے جس کی ذات و صفات کا ایک نہایت ادنٰے اور حقیر سا پرتو انسانی وجود میں منعکس ہے اور یہی حقیقت اس قول کی ہے کہ انسان ذات باری کا پرتو ہے۔

خدا کا وجود کسی اعتبار سے بھی مادی یا جسمانی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم مادی اصطلاحات میں اس کے وجود کی توضیح و تشریح کرنے سے قاصر ہیں۔ لیکن مادی طور پر وجود باری کے شواہد دلائل کے بہت مہیّا ہوتے ہیں اور اس کی قدرت کی کارفرمائیاں اس کے بے نہایت علم و حکمت اور بے اندازہ قدرت و طاقت کی قدم قدم پر گواہی دیتی ہیں۔ چونکہ انسان ذات و صفات الٰہی کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے اس لیے وہ خود اپنے وجود یا اس وسیع و عریض کائنات کے وجود کی غایت و منشا کا بھی تعین نہیں کر سکتا جس کا وہ ایک نہایت حقیر و بے بضاعت جزو ہے۔

ایک بات جسے ہم سب یقیناً محسوس کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ یہ کائنات اور یہ عالم انسانیت خود بخود عدم سے وجود میں نہیں آ گیا، ان کو کسی متعین گھڑی میں وجود بخشا گیا اور ان کو وجود بخشنے والی کوئی قادر اور علت العلل ہستی ضرور تھی ہم اس بات کو بھی اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ کائنات کا یہ پیچ در پیچ نظام اور اس کے کارفرما قوانین انسانی عقل سے ماورا ہیں اور انسانی زندگی کا وجود بجائے خود کسی مافوق الطبیعیات ہستی کی کارفرمائی کا رہین منت اور اسی کی صناعی کا کرشمہ ہے اور وہی ہستی —— وہ روحانی وجود ذات باری تعالٰے ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۹

آئن شٹائن کی "تخلیقی قوت" کی توثیق

مارلن بکس کریڈر

(ماہر عضویات)

میرا ایمان ہے کہ خدا ہے۔ نہ صرف ایک عام انسان کی حیثیت سے بلکہ ایک سائنسدان کی حیثیت سے بھی جس کی ساری عمر سائنس کے مطالعہ و تحقیق میں گزری ہے، مجھے خدا کے وجود کے بارے میں ذرہ بھر بھی کوئی شک و شبہ نہیں۔ لیکن وجودِ باری کو دو اور دو چار کی طرح ثابت نہیں کیا جا سکتا نہ کسی عمل سے اس کی ذات کا تجزیہ کیا جا سکتا ہے۔ وہ ایک غیر مادی وجود ہے وہ ایک ایسی قوت ہے جو حکمت و دانائی، روحانیت، تخلیق اور ربوبیت کی جملہ صفات سے بدرجۂ کمال آراستہ ہے۔ اگرچہ اس کے وجود کے اثبات کے لیے عام سائنسی طریقِ استدلال چنداں بار آور ثابت نہیں ہوتا لیکن مظاہر قدرت اور خود انسانی فطرت کی بوقلمونیاں صبح سے شام تک لاتعداد شہادتیں پیش کرتی ہیں کہ یہ کارخانہ ہست بود بے مقصد اور از خود وجود میں نہیں آ گیا۔ اس کے پیچھے کوئی کارفرما

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قوت اور کوئی حکیم مدبّر ضرور موجود ہے۔ یہ ساری شہادتیں بہت واضح ہیں اور دل کو لگتی ہیں۔

یہاں یہ ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے نظریات اور سائنسی حقائق جن کے بارے میں لوگوں کا خیال یہ ہے کہ واقعی صحیح ہیں۔ درحقیقت وہ بھی ثابت شدہ حقائق نہیں۔ ان میں سے بہت سے حقائق ایسے ہیں جو بجائے خود مسلّمے یا کلیے کی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ حقیقت کی طرف صرف رہنمائی کر دیتے ہیں۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے آپ اپنے گھر کے پچھلے دروازے سے کسی کو بھاگتے دیکھیں اور جب گھر میں داخل ہوں تو گھر لٹا ہوا پائیں۔ اب اگرچہ آپ کے پاس اس بات کا تو کوئی واضح ثبوت نہیں کہ چوری اسی شخص نے کی ہے جسے آپ نے بھاگتے دیکھا تھا لیکن مختلف مشاہدات آپ کے اس خیال کو تقویت پہنچاتے ہیں اور مجسٹریٹ فردِ جرم عائد کرنے سے پہلے اسی شہادت کو جانچ پرکھ کر کوئی فیصلہ کرتا ہے۔

مزید برآں ہر حقیقت کی توضیح و تشریح اور اس کی تحقیق و تصدیق کے لیے سائنسی طریقِ استدلال کافی بھی نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر محبت کو لے لیجیے یہ انسانی جذبات میں سب سے زیادہ موثر طاقت ہے لیکن اگر آپ اس کا تجزیہ سائنس کی زبان میں کرنے کی کوشش کریں یا اس کے وجود کو سائنسی طریق استدلال سے ثابت کرنا چاہیں تو اس میں قطعاً کامیاب نہ ہو سکیں گے۔ یہی صورت حُسن یا نغمے کی ہے کہ اگر ایک شخص آپ سے اس کی حقیقت سمجھنی چاہے تو آپ اسے کچھ نہیں بتا سکتے کہ حُسن یا نغمہ کی صحیح تعریف کیا ہے۔ اس بنا پر ان کے وجود سے انکار کی جرأت بھی نہیں کی جا سکتی۔ بعینہٖ یہی معاملہ ذاتِ باری کے وجود کا بھی ہے کہ اس کے دلائل و شواہد سے زیادہ قرینِ عقل اور وزنی ہیں لیکن ہستی باری تعالےٰ کے اثبات و نفی دونوں کے لیے دو اور دو چار کی طرح کوئی حتمی ثبوت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش کرنا ممکن نہیں۔

جہاں تک وجود باری کے شواہد کا تعلق ہے اس کا سب سے پہلا ثبوت نظام کائنات ہی میں ملتا ہے۔ ایک ایسی کائنات جس میں مختلف فطری قوتیں پوری باضابطگی سے مصروف عمل ہیں اور ہر چیز میں ایسا نظام و ضبط اور باقاعدگی ہے کہ اس کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا کہ یہ نظم و ضبط کسی ناظم کے بغیر بھی ممکن ہو سکتا ہے اور باضابطگی کا یہ حال ہے کہ سیاروں کی نقل و حرکت کے بلکہ اب تو انسان کے خلا میں پھینکے ہوئے مصنوعی سیاروں تک کے بارے میں پیشگی یہ بتانا ممکن ہو گیا ہے کہ وہ کس وقت کہاں ہوں گے۔ یہی باضابطگی کیمیائی رد عمل میں جوہری اور برقی اثرات کے تعامل میں پائی جاتی ہے اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ طبعی تغیرات کے فارمولے اور ضابطے حساب کی رو سے متعین کرنا ممکن ہو۔ انسانی فہم و مشاہدہ کی رو سے اس نوعیت کا نظم و ضابطہ ایک ناظم و کارفرما ذہن کے بغیر ممکن نہیں ہو سکتا کیونکہ جہاں کہیں کسی کام کے پس پردہ کوئی منصوبہ اور اس منصوبے کو ٹھیک ٹھیک عملی جامہ پہنانے والی کوئی طاقت موجود نہ ہو، ہمارا مشاہدہ یہ بتاتا ہے کہ وہاں نظم و ضبط کے بجائے انتشار اور افراتفری رونما ہوتی۔

دوسری نوع کے شواہد زندگی کے مظاہر اور نامیاتی ڈھانچے میں پائے جاتے ہیں۔ ایک ماہر طبعیات کی حیثیت سے مجھے سب سے زیادہ جس چیز نے متاثر کیا وہ انسانی نیز حیوانی جسم کے کسی عضو کی تخلیق یا ساخت بھی دنیا کے ذہین ترین انسان کے بس کی بات نہیں۔ وہ تو زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتا ہے کہ ان ہی میں سے بعض اعضاء کی حرکات اور اس کے افعال کی محدود پیمانے پر مصنوعی طریقوں سے نقالی کر لے، مصنوعی دل، پھیپھڑے، گردے اور مشینی دماغ اسی قسم کی مساعی کی معراج ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دماغ ہی کو لے لیجئے، یہ ناقابلِ یقین صلاحیتوں کا مالک ہے لیکن اس کی طبیعی حقیقت کے بارے میں اس سے زیادہ کچھ پتا نہیں چل سکا کہ اس میں کچھ برقی صفت اثرات پیدا کرنے کی صلاحیت ہے اور انہیں کے زیر اثر کچھ کیمیائی تغیرات ظہور پذیر ہوتے ہیں لیکن درحقیقت دماغ کی اس مشینری کے ان گنت کام ہیں جن کا بیان کرنا ہی ممکن نہیں۔ یہ دماغ ہی ہے جو اعضاء کو حرکت میں لاتا ہے اور صرف حرکت ہی میں نہیں لاتا بلکہ ان پر پورا پورا ضبط بھی رکھتا ہے، حتیٰ کہ دل کی حرکت اور سانس کی آمد و رفت، بھی اس کے تابع ہے۔ قوتِ حافظہ اسی کا کرشمہ ہے۔ اور اسی کے نہاں خانے میں ہزاروں شکلیں اور خاکے محفوظ رہتے ہیں اور ذرا سے اشارے پر وہ ہماری آنکھوں کے سامنے پھر جاتے ہیں۔ پھر کیا کسی کے لیے ممکن ہے کہ وہ دماغ کی اس صلاحیت کی کوئی طبیعی توجیہہ پیش کر سکے کہ وہ مشکل سے مشکل مسائل کی عقدہ کشائی کس طرح کر لیتا ہے یا اس میں استدلال و استدراک خواہش و تحریک اور سکون و اطمینان کی گوناگوں خصوصیات کس طرح پیدا ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح جمالیاتی ذوق اور حسن کا ادراک یا جذبات یا غیر مرئی حقائق مثلاً محبت، خودداری اور شخصیت کا ارتقاء یہ سب اسی لغز مایہ کے ایک ذرا سے مادے کے کرشمے ہیں لیکن ان میں سے کون سی چیز ایسی ہے جس کی کوئی طبیعی توجیہہ پیش کرنا تو خیر الگ بات رہی کوئی عقلی توجیہہ پیش کی جا سکے۔

پھر جسم کی پیچیدہ مشینری کو لیجئے اور اس مختلف النوع کیمیائی تعامل میں ضبط و نظم کا نظام دیکھئے جس کے عمل کو جسم کے باہر اگر کہیں دہرانے کی کوشش کی جائے تو کبھی کامیابی حاصل نہ ہو۔ وہ نظام جو نمکیات ہاضمہ کے مضر اثرات اور تکان کو زائل کرتا ہے، وہی انسان کی نشوونما کے لیے سازگار حالات پیدا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے جسم پر بیماریوں کے جراثیم کے حملہ آور ہونے کی صورت میں خون کے اندر دفاعی ذرات وجود میں آتے اور نظامِ جسمانی کو بیماری سے بچاتے ہیں۔ پھر ہر بیماری کے لیے ان دفاعی ذرات کی الگ اور متعین نوعیت ہوتی ہے، بالکل اسی طرح جیسے ہر ایک کے لیے نغز مایہ کی کیمیائی ترکیب مختلف ہوتی ہے گویا دوسرے لفظوں میں ہر شخص کا کیمیائی مزاج جداگانہ ہے۔ سوال کیا جا سکتا ہے کہ آخر وہ کون ہے جو اتنے گوناگوں اور مختلف النوع کیمیائی امتزاج پیدا کرنے پر قادر ہے؟ سیدھی سی بات ہے کہ بنی نوع انسان بہرحال اس چیز پر قادر نہیں۔

(پھر دل کو لے لیجئے انسانی جسم کا یہ ان تھک پُرزہ تاحیات جسم کے مسلسل و پیہم مطالبات پورے کرتا رہتا ہے۔ اس کی حرکت ہی میں ایسا پُراسرار آہنگ پایا جاتا ہے کہ حادثات کی صورت میں بسا اوقات سارے اعصابی رشتے منقطع ہو جانے کے باوجود یہ حرکت کرتا رہتا ہے۔ یہ بار بار رونما ہونے والا طبیعی کرشمہ آخر کس طرف رہنمائی کرتا ہے اور اس کی کیا توجیہہ کی جا سکتی ہے۔)

پھر جسمانی نظام کے ان گوناگوں اور مظاہر سے قریبی تعلق رکھنے والی زندگی بذاتِ خود ایک ایسا راز ہے جس کی عقدہ کشائی ساری کوششوں کے باوجود آج تک کسی سائنسدان کے لیے ممکن نہیں ہو سکی۔ سائنس کی ترقی کے ساتھ ساتھ آج ذی حیات نغز مایہ کی مختلف خصوصیات کا احاطہ کر لیا گیا ہے اور اس میں پیچ در پیچ اور ردِ عمل ہوتے رہتے ہیں ان کی کیفیت سمجھی جا چکی ہے لیکن ان کی کوئی جامع و مانع تعریف متعین کرنا ابھی مشکل ہی ہے زندگی کیا ہے؟ ایک جواب اس کا یہ دیا جاتا ہے کہ یہ ان طبیعی قوتوں کے ماسواء جو لوازماتِ زندگی میں شمار ہوتی ہیں، ایک طاقت کا نام ہے۔ لیکن اوّل تو اس جواب کو بہت سے سائنسدان لغو قرار دیتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس سے نہ تو زندگی کی اصل حقیقت کی پردہ کشائی ہوتی ہے نہ یہ زندگی کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نشو و ارتقاء کے اسباب و علل اور اس کے پس پردہ کار فرما اغراض و مقاصد کی کوئی نہ کوئی توجیہہ و توضیح کرنے پر قادر رہے۔ وہ قوتِ ناظمہ کون سی ہے جو بے شمار چھوٹے چھوٹے اور ناقابلِ امتیاز خلیوں کو حالتِ جنین میں پروان چڑھا کر مختلف صنفی ساختوں کے سانچے میں ڈھال دیتے۔

یہاں ہمیں یہ بات تسلیم کرنی چاہیئے کہ ہم عہدِ قدیم کے لوگوں کی طرح ہر اس چیز کے بارے میں، جس کی کوئی توجیہہ ہماری سمجھ میں نہ آتی ہو، یہ کہہ کر نہیں چھوٹ سکتے کہ یہ خدا کی قدرت کے کرشمے ہیں جیسے پہلے زمانے کے لوگ جب طوفان یا بادلوں کی گرج اور بجلی کی چمک دیکھتے اور ان کی حقیقت ان کی سمجھ میں نہ آتی تو یہ کہہ دیا کرتے کہ یہ اللہ تعالےٰ کی خفگی کے مظاہر ہیں۔ زندگی اور اس کی نشو و نما میں بہرحال کوئی غایت نمایاں ہوتی ہے اور یہی غایت ہمیں بتاتی ہے کہ اس کائنات میں کوئی منصوبہ اور کوئی نظم ضرور موجود ہے۔ علمِ کائنات کو لے لیجئے کائنات کی ابتدا کا مطالعہ کرنے کے سلسلے میں اس امر کی مزید شہادت مہیا ہو جاتی ہے کہ اس کے پیچھے ایک غیر مادی تخلیقی قوت کام کر رہی ہے۔ آغازِ کائنات کے بارے میں ایک تصور پیش کیا گیا ہے کہ مادہ مختلف قسم کی انتہائی گرم، دہکتی ہوئی گیسوں کے باہمی تعامل کا نتیجہ ہے جو پھیلتے پھیلتے اتنی پھیلیں کہ آخر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بٹ گئیں اور یہی چھوٹے چھوٹے منتشر ٹکڑے خلاء میں پہنچ کر اجرامِ فلکی کی صورت اختیار کر گئے۔ اس تصور کے مطابق زندگی بھی اسی طرح وجود میں آئی، لیکن بائیسچر کے دور کے بعد سے اب یہ امر سائنسی طور پر ایک مسلمہ سمجھا جاتا ہے کہ زندگی جامد و بے جان مادے سے وجود میں نہیں آئی اور اس طرح آغازِ کائنات کی ان توجیہات کی خود بخود نفی ہو جاتی ہے بلکہ سائنس کے تجربات میں اس حد تک کامیابی ہو چکی ہے کہ جدید ترین سامان سے لیس لیبارٹریوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں جو مختلف قسم کی ماحولی کیفیات پیدا کر سکتی ہیں، زندگی تو نہیں لیکن نغزمایہ کے کچھ اجزائے ترکیبی پیدا کر لیے گئے ہیں اور یہ بات کہ تخلیق کائنات کے لیے تمام ضروری لوازم مقررہ تناسب سے محض حسن اتفاق سے فراہم ہو گئے۔ حساب کے نقطۂ نظر سے ایک ناممکن الوقوع چیز بن گئی ہے اور کچھ مادے حسنِ اتفاق سے بھی وجود میں آ گئے ہوں تو بھی یہ سوال بدستور باقی رہتا ہے کہ آخر وہ لوازم وہ برقی رو، وہ حدّت اور وہ طبیعی عوامل کہاں سے وجود میں آ گئے جو ان گیسوں سے پیدا ہونے والے مادے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو خلا میں معلق رکھے رہے یا انہیں حرکت میں لاتے رہے اور جو اب بھی اس عالم طبیعی کو قابو میں کیے ہوئے ہیں۔

یہ تصورِ تخلیق اور بھی کئی سوال پیدا کر دیتا ہے۔ اگر زندگی کا آغاز ذرا سے نغزمایے سے ہوا تو یقیناً کسی حکیم و علیم طاقت نے اس نغزمایے کو اس طرح استعمال کیا کہ اس کے ذریعہ زمین پہ پائے جانے والے یہ رنگا رنگ جان دار وجود میں آ سکے۔

جب ان سیاسی میکانیات کا جائزہ لیا جاتا ہے جن کے بارے میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ انہی مراحل سے گزر کر نغزمایہ کی کمیت نامیاتی ارتقاء کے ذریعے انسان جیسی پُرپیچ مشینری کی صورت اختیار کر سکتی ہے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ انسان کو وجود بخشنے کے لیے محض یہ سائنسی میکانیات کافی نہیں۔

اس سلسلے میں پہلی بات یہ ہے کہ علم تناسل کے ذریعہ یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ جنین میں کچھ تغیرات واقع ہوتے ہیں لیکن اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ جنین کے ان تغیرات کی وجہ ہی سے جسم کی پُرپیچ مشینری وجود میں آئی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بقائے اصلح کا توازن بھی اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ تخلیق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اختلاف و گوناگوں ہوئی ہے لیکن نباتات اور حیوانات کی ان بے شمار اقسام اور ان کے نشوو ارتقاء کی وضاحت سے وہ بھی قاصر ہے۔ اور آگے بڑھیئے تو ضابطہ، ناکارگی یا کائنات میں موجود توانائی کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ سلسلۂ کائنات کی ابتدا سے لے کر اب تک توانائی میں مسلسل انحطاط رونما ہو رہا ہے یہ مشاہدہ اس تصور کے بالکل برعکس ہے کہ کمیت لغزمایہ نے ارتقائی مراحل طے کر کے خود بخود انسان جیسی پیچیدہ ہستی کی شکل اختیار کر لی۔

ان مشاہدات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ موجودہ ذہنی سطح کا انسان طریقۂ تخلیق کے بارے میں کبھی حتمی معلومات مہیا نہیں کر سکے گا۔ دوسری طرف سائنسی معلومات و تجربات تخلیق کائنات کے خالص مادی تصور کے متعدد پہلوؤں کو ناممکن العمل قرار دیتے ہیں اور ان کی روشنی میں اس مادی تصور کو قبول کرنے کے بجائے اس بات پر زیادہ آسانی سے دل ٹھکتا ہے کہ تخلیق کائنات کسی علت العلل اور کسی خارجی طاقت کے زیر اثر اور اسی کے منصوبے کی مرہون منت ہے۔ البرٹ آئن سٹائن اس حکیم و علیم طاقت کا اعتراف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ ایک لامحدود اور اعلیٰ ترین قوت و علت ہے جس کے مظاہر اس ناقابل فہم کائنات میں ہر جگہ نظر آتے ہیں۔

اور یہی طاقت ہے جس کو میں خدا کہتا ہوں، وہی بات جو میں نے مضمون کا آغاز کرتے ہوئے بھی کہی تھی۔ میرا مشاہدہ یہ ہے کہ اس نظام کائنات کو وجود بخشنے اور حرکت میں لانے والی چیز نہ تو لافانی توانائی یا مادہ ہے اور نہ اس کا سبب اساسی عناصر کا کوئی اتفاقی اجتماع ہے اور نہ یہ کوئی "عظیم نامعلوم محرک" ہے بلکہ یہ درحقیقت خدائے عظیم و برتر کا کرشمۂ قدرت ہے اور میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ میرے اس موقف سے زیادہ قرین عقل اس باب میں کوئی موقف نہیں ہو سکتا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم جیسے فانی انسانوں کی، جن کی عقل کی رسائی اتنی محدود ہو جس کی طرف میں نے اس مختصر مضمون میں اجمالی اشارے کیے ہیں زیبا ہی اسی میں ہے کہ ہم اپنی اس محدود عقل پر اتنا انحصار نہ کریں کہ جو چیز ہمارے فہم و ادراک میں آ جائے اُسے تو ہم معقول قرار دیں اور جہاں ہمارے فہم و ادراک کی رسائی نہ ہوتی ہو اسے ناقابلِ یقین اور غیر معقول قرار دے کر اس سے انکار کر بیٹھیں۔ میرا تو یہی عقیدہ اور یہی ایمان ہے، اور یہ کوئی اندھا عقیدہ نہیں ہے بلکہ میں نے دلیل سے اس کو اپنایا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۰

سائنس کے انکشافات وجودِ باری تعالیٰ پر دلالت کرتے ہیں

جارج ارل ڈیوس

(پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ماہرِ طبیعیات)

جوں جوں علم ترقی کر رہا ہے اور اوہام کی حقیقت کھلتی جا رہی ہے، توں توں مذہب اور اخلاق کی تعلیمات کے تنقیدی جائزے کی اہمیت و ضرورت بھی بڑھتی جا رہی ہے۔ اس جائزے کی محرکات مختلف ہو سکتے ہیں، لیکن ہمیں اس حسنِ ظن سے کام لینا چاہیئے کہ اس جائزے کے پیچھے تحقیقِ حق کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے البتہ ہمیں اس بات کی ضرور احتیاط کر لی چاہیئے کہ ہم الحاد اور اس تصور کو ایک ہی چیز نہ سمجھ لیں کہ خدا اور دوسرے غیر مادی وجود کے بارے میں نہ ہم کچھ جانتے ہیں نہ جان سکتے ہیں۔ ہر اس شخص پر ہمیں الحاد کا فتوے صادر نہیں کرنا چاہیئے جو ایک برتر و عظیم ہستی پر عقیدے کی روایاتی بنیادوں پر اعتراض کرے، کیوں کہ عین ممکن ہے کہ وہ شخص خدا کی ہستی کا منکر نہ ہو بلکہ ان روایات سے، جن پر عقیدۂ باری کی بنیاد رکھی جاتی ہو، اتفاق نہ کرے اور ان سے زیادہ مضبوط بنیاد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا متلاشی ہو۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سائنس کے پرستاروں میں الحاد کی وبا عام ہے۔ لیکن یہ بات ثابت کرنی ممکن نہیں ہے کہ خدا سے جس قدر انکار و گریز سائنس دان حلقوں میں پایا جاتا ہے اس قدر دوسرے حلقوں میں نہیں پایا جاتا۔ بلکہ یہ اس مشاہدے اور تجربے کے بالکل برعکس ہے جو اس بارے میں خود سائنسدانوں نے اپنی برادری کا کیا ہے۔

خدا کی ذات پر ایمان کے بارے میں جہاں تک میرے اپنے عقیدے کا تعلق ہے، نادانی ہوگی اگر میں یہ دعویٰ کروں کہ اس کا تعلق بچپن کی ان تعلیمات سے بالکل نہیں ہے جو خدا اور مذہب کے بارے میں میرے لوحِ قلب و ذہن پر نقش کی گئی ہیں۔ ہم ان بچپن کی مذہبی تعلیمات[1] سے تاعمر متاثر رہتے ہیں۔ البتہ یہ بات میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میرا وجود باری کے بارے میں موجودہ عقیدہ اگرچہ بچپن کے عقیدہ سے کچھ مختلف و متصادم نہیں ہے لیکن اس کی بنیاد زیادہ مضبوط تجربات و مشاہدات پر ہے اور وہ مذہبی روایات و تصورات

---

[1] یہ درحقیقت اس بات کا ایک واضح اور بیّن ثبوت ہے کہ عیسائیت میں خدا کا تصور جس طریقے سے پیش کیا جاتا ہے اور اس میں باپ، بیٹا اور روح القدس کی تثلیث میں جس طرح الوہیت کو تقسیم کیا جاتا ہے وہ عقلِ سلیم سے کتنا بعید اور فطرت اور نظامِ فطرت کے مشاہدات سے کتنا متناقض ہے۔ اسلام خدا کا جو تصور پیش کرتا ہے اور توحید کے جو دلائل پیش کرتا ہے، وہ اگر فاضل مضمون نگار کے سامنے ہوتے تو وہ پکار اُٹھتے کہ یہی وہ تصورِ خدا ہے جس کا میں قائل ہوں۔ مترجم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بڑی حد تک مختلف ہے

ایک عالم طبیعیات کی حیثیت سے مجھے کائنات کے اس ناقابلِ یقین حد تک پیچیدہ نظام کے مطالعے کا موقع ملا ہے اور میں نے ایک ذرّے سے لے کر بڑے سے بڑے ستارے میں حیرت انگیز ضابطہ بندی اور نظم پایا ہے اس کائنات میں روشنی کی ہر شعاع، ہر طبیعیاتی اور کیمیائی ردِّ عمل اور ہر ذی حیات شے کی ہر خصوصیت اسی نظم اور اسی ضابطے کے تابع فرمان نظر آتی ہے یہ اس کائنات کی وہ تصویر ہے جو سائنس کے اکتشافات نے ہمارے سامنے پیش کی ہے اور آپ سامنے پیش کی ہے اور آپ سائنس کا جتنا گہرا مطالعہ کریں اتنے ہی زیادہ کائنات کے اس پُر پیچ اور دل کش نظام سے آپ مسحور ہوتے چلے جائیں گے۔

لیکن ان حیرت انگیز سائنسی اکتشافات نے کچھ ناگزیر سوالات پیدا کر دیے ہیں جو اگرچہ حقیقت کے اعتبار سے چنداں نئے نہیں، لیکن نظامِ کائنات کے بارے میں، جس سے انسان کو بہرحال خارج نہیں سمجھا جا سکتا، زیادہ تفصیلی معلومات حاصل ہو جانے کے باعث ان کی نوعیت البتہ پہلے کی نسبت بہت بدل گئی ہے۔ ان سوالات میں جو سوال سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے اور جس کے جواب پر ہماری اخلاقی اقدار اور ہمارے مقصد و نصب العین کا سارا انحصار ہے، وہ وہی پرانا سوال ہے کہ "کیا کوئی ایسی برتر و اعلیٰ ذات ہے جو اس ساری کائنات خالق ہو اور جسے ہم خدا کہہ سکیں؟" اور پھر اس کے ساتھ ہی سامنے آجاتا ہے یہ ہے کہ اگر خدا نے ہمیں بنایا تو آخر خدا کو کس نے بنایا (نعوذ باللہ) بالخصوص نوعمر بچوں کے سامنے اگر اس طرح کی گفتگو کیجئے تو وہ چھوٹتے ہی بڑے منطقیانہ انداز میں یہ مشکل ترین سوال ضرور کریں گے:-

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یقیناً اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس بارے میں کہ خدا ہے یا نہیں ہے۔ سائنس کوئی حتمی ثبوت پیش کرنے سے قاصر ہے بلکہ ہمیں ماننا چاہیئے کہ اس بارے میں کوئی خالص سائنسی ثبوت کبھی پیش نہیں کیا جا سکتا۔ ہم ایک ایسے عالم طبیعی میں سانس لے رہے ہیں جو سائنس کی جدید ترین تحقیق اور اکتشافات کے مطابق اپنے ڈھانچے اور اپنے نظام کے اعتبار سے لگے بندھے قوانین کے تحت پوری ہم آہنگی کے ساتھ کام کر رہا ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ اس کائنات سے باہر کسی چیز کے بارے میں بھی اس سے کچھ معلومات مل سکتی ہیں اس کی مثال ایک کمرے کی سی ہے جس میں کوئی کھڑکیاں یا دروازے نہ ہوں یا اگر ہو تو ان میں ایسے شیشے لگے ہوئے ہوں کہ کمرے کے اندر سے نہ تو دیکھنا ممکن ہو لیکن باہر سے کچھ نہ دیکھا جا سکتا ہو۔

جب ہم خدا کے وجود یا عدم وجود کو ثابت نہیں کر سکتے تو ہمارے لیے بہترین صورت یہ ہے کہ ہم جو کچھ بھی اس کائنات کے بارے میں معلومات رکھتے ہیں ان سے عقلی استنباط کریں۔ ایسا کوئی استنباط جس پر ان معلومات کو بنیاد مان کر کوئی منطقی اعتراض نہ ہو سکے جو اس کائنات کے بارے میں ہمیں حاصل ہو چکی ہیں۔ صرف ایک ہی ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ کوئی مادی شے خود اپنی تخلیق پر قادر نہیں ہے۔

اگر کائنات از خود پیدا ہو سکتی ہے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ تخلیق کی قوت سے بھی متصف ہے۔ جسے ہم خدا کی صفت قرار دیتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں گویا ہم اس کائنات ہی کو خدا قرار دے دیں گے۔ اس طرح اگرچہ ہم خدا کے وجود کو تو تسلیم کر لیں گے لیکن وہ نرالا خدا ہو گا، جو بیک وقت مافوق الفطرت بھی ہو گا اور مادی بھی۔ میں اس طرح کے کسی مہمل تصور کو اپنانے کے بجائے ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے خدا پر عقیدے کو ترجیح دیتا ہوں جس نے ایک عالم مادی کی تخلیق کی ہے اور اس کا وہ خود کوئی جزو نہیں بلکہ اس کا فرمانروا اور ناظم و مدبّر ہے۔

ہمارے گرد و پیش اس عالم ہست و بود میں جو ارتقائی عمل جاری ہے اور جس کو سائنس نے نہایت تسلی بخش طریقہ سے مظاہرہ کر کے دکھا دیا ہے ہمارے لیے ایک قابلِ اعتماد شہادت کی حیثیت رکھتا ہے نہایت حقیر سے ذرات نے جن کی حقیقت و ماہیت کو بظاہر ہمارے لیے دیکھنا اور سمجھنا بھی مشکل ہے ارب ہا ارب ایسے ستاروں اور ان سے بھی کہیں زیادہ تعداد میں ایسے سیاروں کو وجود بخشا ہے جن کی ہیئت متعین اور اس ہیئت کا بیان ممکن ہے جو اٹل قوانین کے تحت قائم و متحرک ہیں اور جن کی ترکیب و ترتیب کمال حکمت سے، جو مادی فہم و ادراک سے ماورا ہے، انتہائی چھوٹے چھوٹے ذرات سے کی گئی ہے اور ان ذرات کے اندر خود بھی وہی نظام چھوٹے پیمانے پر قائم اور جاری ہے۔

میرے بیان کردہ کلیے کے لحاظ سے اتنی شہادت کافی سے زیادہ ہے۔ لیکن ہم اس میں قدرت کے اس عجوبے کا اضافہ کریں گے کہ ان ذرات میں نہ صرف چھوٹے پیمانے پر وہ پورا نظام قائم ہے جو نہ صرف بڑے بڑے سیاروں اور ستاروں کے نشوونما میں جاری و ساری نظر آتا ہے بلکہ جس نے لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں ذی روح مستیوں کو وجود بخشا ہے اور جن میں ایسی مخلوق بھی شامل ہے جو سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیتوں سے بہرہ ور ہے اور جو خود نہ صرف حسین و پُرپیچ اشیاء کی تخلیق کر سکتی ہے بلکہ خداداد فراست و ذہانت کے نہایت عظیم الشان کارناموں کے ذریعے زندگی کے مستور حقائق کی بھی پردہ کشائی کر جاتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۱

سادہ پانی اصل حقیقت سے آشنا کر سکتا ہے

ٹامس ڈیوڈ پارکس
(پی۔ ایچ۔ ڈی۔ محقق کیمیا)

وہیٹکر چیمبرز نے اپنی کتاب "شہادت" میں ایک معمولی سے واقعے کا ذکر کیا ہے جو نہ صرف اس کی زندگی کا رخ موڑنے کا باعث بنا بلکہ پوری انسانیت کے معاملات و مسائل پر اس کا اثر پڑا۔ وہ بیٹھا ہوا اپنی چھوٹی بچی کی طرف دیکھ رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر بچی کے کان پر جا پڑی، اور غیر شعوری طور پر وہ اس کی ساخت کی طرف متوجہ ہو گیا اسے خیال آیا کہ یہ کتنی ناممکن سی بات ہے کہ اتنی پیچیدہ اور نازک چیز اتفاقاً وجود میں آجائے۔ یہ یقیناً پہلے سے سوچے سمجھے نقشے اور منصوبے کے تحت ہی ممکن ہو سکی ہوگی۔ لیکن پھر اچانک اسے احساس ہوا کہ اگر وہ یہ مان لے تو اس کا منطقی نتیجہ یہ ہوگا کہ اسے یہ بھی ماننا پڑے گا کہ خدا ہے کیوں کہ اگر اس کائنات کو تخلیق مان لیا جائے تو خالق کا ماننا لازم آتا ہے اور یہ ایک ایسا تصور تھا جسے قبول کرنے کے لیے اس کا ذہن آمادہ نہیں تھا۔ اس لیے اس نے اس بات پر مزید غور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فکر کرنے کی ہمت ہی نہ کی۔

میں اپنے پروفیسروں اور تحقیقی رفقائے کار میں سے کئی سائنسدانوں کے بارے میں جانتا ہوں کہ علم کیمیا اور طبیعیات کے مطالعے نیز تجربات کے دوران میں انہیں بھی متعدد مرتبہ اسی طرح کے احساسات سے دوچار ہونا پڑا اگرچہ ان پر اس کا اتنا شدید ردِّ عمل نہ ہوا جتنا وہیٹکر چیمبرز پر ہوا تھا۔

میں اپنے گرد و پیش اس غیر نامیاتی عالم میں ہر طرف ایک نظم اور ایک منصوبہ کارفرما پاتا ہوں اور یہ باور کرنا میرے لیے کسی صورت ممکن نہیں کہ یہ مختلف جوہروں کے کسی اتفاقی امتزاج و اتصال سے وجود میں آ گیا ہو گا میرے نزدیک یہ نظم و ترتیب کسی حکیم کی گہری حکمت کی مظہر ہے اور اسی حکیم و علیم ذات کو میں خدا کہتا ہوں۔

ایک عالم کیمیا کو جو چیز سب سے زیادہ متاثر کرتی ہے۔ وہ عناصر کی دَوری ترتیب ہے۔ علم کیمیا کے میدان میں نووارد طالب علم سب سے پہلے جس چیز کا مشاہدہ کرتا ہے وہ عناصر میں نظم اور دَوریت ہے۔ اس نظم کو مختلف ناموں اور طریقوں سے بیان کیا جاتا ہے لیکن بالعموم اس دَوری جدول کے نظم کی دریافت کا سہرا ایک روسی عالم کیمیا و سائنسدان مینڈلیف کے سر سمجھا جاتا ہے۔

عناصر کی اس ترتیب کی روشنی میں نہ صرف معلوم عناصر اور ان کے مرکبات کا مطالعہ ممکن ہو گیا ہے بلکہ اس کی وجہ سے انسان میں یہ تجسس بھی بڑھا ہے کہ وہ ان عناصر کو دریافت کرے جو ابھی تک نہاں خانۂ قدرت میں مستور ہیں کیوں کہ ان کے وجود کا اندازہ جدول کی ترتیب میں خالی مقامات سے ہو چکا ہے۔

علمائے کیمیا آج بھی نامعلوم یا نئے مرکبات کی خصوصیات اور ان کے ردِّ عمل کا پتہ لگانے کے لیے اسی دَوری جدول سے کام لیتے ہیں اور اس تحقیق میں ان کی کامیابی اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ اس غیر نامیاتی عالم میں نہایت اعلیٰ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درجہ کا نظم اور بہترین سلیقہ پایا جاتا ہے۔

لیکن ہم اپنے گردوپیش جو نظم و ترتیب پاتے ہیں یہ محض قدرت کاملہ کا کوئی قہرمانی مظاہرہ نہیں بلکہ اس کے اندر خیر خواہی اور بھلائی کی گہری چاشنی پائی جاتی ہے جو اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ فطرت کے اٹل قوانین کی طرح حکمتِ الٰہی کا منشاء و مقصود بھی مخلوق کی فلاح و بہبود ہی ہے۔ اپنے ماحول پر نظر ڈالیے اور دیکھیے کہ ان قوانینِ فطرت اور اس حکمتِ الٰہی سے روگردانی کی اگر کوئی کوشش کی جاتی ہے تو اس کے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر پانی کو لے لیجئے۔ اس کا وزنِ ضابطہ ۱۸ ہے۔ اس وزن کی بنیاد پر فوراً بتایا جاسکتا ہے کہ معمولی حرارت یا دباؤ کے زیرِ اثر یہ گیس میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ امونیا کا وزنِ ضابطہ ۱۷ ہے، کرہ ہوا کے دباؤ کے تحت منفی ۳۳ سینٹی گریڈ درجۂ حرارت پر بھی گیس بن جاتا ہے۔ ہائیڈروجن سلفائیڈ جو دوری جدول میں پانی سے بڑی قریبی مناسبت رکھتا ہے، اس کا وزن ضابطہ ۳۴ اور وہ منفی ۶۰ درجہ سینٹی گریڈ پر گیس بن جاتا ہے۔ اب یہ بات کہ پانی کس طرح ہمیشہ سیال شکل میں رہتا ہے نہایت ہی اہم اور قابلِ غور حقیقت ہے۔

پانی کی دوسری خصوصیات بھی اس سے کم دلچسپ نہیں اور ان پر اگر بحیثیت مجموعی غور کیا جائے تو وہ اس کائنات میں ایک نظم اور ایک ضابطے کی موجودگی کا بجائے خود نہایت کافی ثبوت ہیں۔ بڑے پیمانے پر اس حقیقت پر غور کیا جاسکتا ہے کہ پانی اس کرۂ زمین کے تین چوتھائی حصے کو گھیرے ہوئے ہے اور اس کا حرارت اور موسمی حالات کے تغیر و تبدل پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ اگر پانی میں یہ مختلف النوع خصوصیات بہم نہ ہوتیں تو تصور نہیں کیا جاسکتا کہ اس سے حرارت میں کتنا تباہ کن اتار چڑھاؤ ہوا کرتا۔ منجمد پانی کو پگھلنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے کافی سخت حرارت کی ضرورت ہے اس کی سیالِ کیفیت کافی عرصے تک برقرار رہ سکتی ہے اور اسے بھاپ میں تبدیل کرنے کے لیے کافی تیز حرارت مطلوب ہوتی ہے اور اس طرح گویا اس میں موسموں کے تغیر و تبدل کے شدید اثرات کو جذب و زائل کرنے کی حیرت انگیز صلاحیت پیدا کر دی گئی ہے دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر موسموں اور حرارت کے تغیر و تبدل کے اثرات کو زائل کرنے کی یہ محیر العقول صلاحیت پانی میں موجود نہ ہوتی تو زمین پر انسان کے لیے زندہ رہنا انتہائی مشکل اور کٹھن ہو جاتا۔

اس کے علاوہ پانی کی اور بھی کئی انوکھی خصوصیات ایسی ہیں جو مجھے یہ ماننے پر مجبور کرتی ہیں کہ یہ نہ صرف کسی بڑے حکیم و دانا کی تخلیق ہے بلکہ وہ خالق اپنی مخلوق پر بڑا مہربان اور اس کا بڑا خیر خواہ ہے۔ پانی وہ واحد معلوم مادہ ہے جو جمنے کے بعد ہلکا ہو جاتا ہے۔ یہ چیز بقائے حیات کے لیے زبردست اہمیت کی حامل ہے اسی کے سبب یہ ممکن ہوتا ہے کہ برف پانی کی سطح پر تیرتی ہے اور دریاؤں سمندروں اور جھیلوں کی تہ میں نہیں بیٹھ جاتی کہ آہستہ آہستہ سب کو ٹھوس اور منجمد کر دے یہ پانی کی سطح پر ایک ایسی حاجب تہ بن جاتی ہے جس کے نیچے پانی کا درجۂ حرارت نقطۂ اجماد سے زیادہ ہی رہتا ہے اور اس کی وجہ سے مچھلیاں اور دیگر آبی جانور زندہ رہتے ہیں اور جونہی موسم بہار آتا ہے برف فوراً پگھل جاتی ہے۔

پانی کی بعض اور نہایت دلچسپ خصوصیات قابل ذکر ہیں۔ مثال کے طور پر پانی کی سطح پر نہایت شدید تموج اور حرکات جاری رہتی ہیں۔ جو مٹی سے اجزائے غذائی کو اوپر لاتی اور ایک جگہ سے دوسری جگہ پر منتقل کرتی رہتی ہے اور اس طرح نباتات کے نشوونما میں بیش قیمت امداد بہم پہنچاتی ہے۔ اس میں چیزوں کو حل کرنے اور گلانے کی صلاحیت ہر معلوم مادے سے زیادہ ہے اور اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنا پر یہ ہمارے خون کا ایک اہم جزو بن کر ہماری جسمانی زندگی کے نشوونما ارتقاء میں نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ حرارت کی بے شمار حالتوں میں مختلف درجہ ہائے حرارت سے اس پر شدید بخاراتی دباؤ پڑتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان تمام بے شمار صورتوں میں سیّال ہی رہتا ہے جن میں بقائے حیات کے لیے اس کا سیّال رہنا ضروری ہے۔

بے شمار سائنسدانوں نے پانی کی ان حیرت انگیز خصوصیات کا مطالعہ کیا ہے اور ان عجائب کی توجیہہ کے سلسلے میں متعدد نظریات قائم کیے ہیں لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل ہے کہ عقل لڑا کر ہم چاہے اس بات کو جان لیں کہ یہ سب کچھ کس طرح ہوتا ہے لیکن یہ بتانا ہمارے بس کی بات نہیں ہے کہ یہ سب کیوں ہوتا ہے پھر اسے بھی ذہن میں رکھیئے کہ معاملہ صرف پانی کی عجیب و غریب خصوصیات تک محدود نہیں اس کائنات میں اور نہ جانے کتنے بے حد و حساب مادے ہیں جن کی خصوصیات اتنی حیران کن ہیں کہ انسانی عقل ان کے مظاہر دیکھ کر مبہوت رہ جاتی ہے۔

جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے ان معجزاتِ فطرت کی میں نے تو ایک توجیہہ دریافت کر لی ہے۔ ایک نہایت اطمینان بخش توجیہہ اور وہ توجیہہ یہ ہے کہ کائنات کا یہ بے مثل نظم و ضبط ایک حکیم کی حکمت کا کرشمہ ہے اور اس کائنات کا وجود ایک عظیم خالق کی کاریگری کا شاہکار ہے اور اس کائنات میں صرف یہی نہیں کہ ہر چیز کی منصوبہ بندی نہایت جامع اور مکمل ہے بلکہ اس منصوبہ بندی میں خالقِ کائنات کی اپنی مخلوق کے لیے رحمت و شفقت اور محبّت و خیر خواہی بھی پوری طرح نمایاں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۲

اسرارِ فطرت اور ذاتِ باری تعالیٰ

جان ولیم کلاٹن،
(ماہر حیاتیات و عضویات)

زیرِ بحث موضوع پر کچھ کہنے سے پہلے ایک قدیم مقدس کہاوت میرے ذہن میں آ رہی ہے جو اس طرح ہے کہ :-

"زمینوں اور آسمانوں میں خدا کی عظمت
کا ڈنکا بجتا ہے اور یہ چرخِ نیلی فام اس
کی صناعی پر شاہد ہے۔ احمق ہے وہ
شخص جو اس کے بعد بھی یہی رٹ لگائے
کہ خدا نہیں ہے۔"

یہ دُنیا جس میں ہم بستے ہیں اتنی پُر پیچ اور پہلو دار ہے کہ یہ بات کسی طرح عقل تسلیم نہیں کرتی کہ یہ اتفاقی حادثے کی صورت میں بھی وجود میں آ سکتی ہے اس کائنات کی گوناگونی اور اس کی پیچیدگیاں کسی اتفاق کا نتیجہ نہیں بلکہ ان کی نوعیت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خود پکار رہی ہے کہ یہ کسی بڑی حکیم و علیم ذات کی حکمت ہی کا کرشمہ ہو سکتی ہیں ۔ سائنس نے کائنات کی ان گتھیوں کی عقدہ کشائی میں بلاشبہ ہماری کافی مدد کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے ذریعے عرفانِ خداوندی میں بھی ہمیں کافی مدد ملی ہے ۔

کائنات کے ان عقدوں میں سے دلچسپ ترین مسئلہ بعض اشیاء کے درمیان لازم وملزوم کا تعلق ہے ۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور تعلق یوکا[1] کے پودے اور یوکا کے کیڑے کا ہے ۔ یوکا کا پھول نیچے کی جانب جھکا ہوا ہوتا ہے اور اس کا بقچۂ گل یا حصۂ مادین اس کے زردار حصے (حصۂ نر) سے کچھ نیچے ہوتا ہے اور اس کا (STGMA –) (یعنی پھول میں حاملہ ہونے والے عضو کا سرا) جو پھول کے زیرے کو لینے کے لیے ہی قدرت نے بنایا ہے، پیالے کی سی شکل کا ہوتا ہے اور کچھ اس طرح پڑ ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ اس کا قدرت کی طرف سے یہ انتظام کیا گیا ہے کہ یوکا کیڑے کی مادہ اس زیرے کو مادہ پھول کے عضو حمل میں پہنچائے یوکا کیڑے کی مادہ سورج غروب ہوتے ہی اپنا کام شروع کر دیتی ہے ۔ وہ اس پودے کے زردار پھولوں سے زیرہ چلتی ہے اور اس زیرے کو اپنے منہ کے ایک حصے میں، جو خاص اسی مقصد کے لیے بنایا گیا ہے ۔ محفوظ کر لیتی ہے۔ اس کے بعد وہ دوسرے لیکا پھول پر جا بیٹھتی ہے اور اس کے کیسۂ تخم کو اپنی انڈے کی نالی سے توڑ کر وہاں دو ایک انڈے دیتی ہے اور پھر بیضہ دان کے نچلے حصہ پر رینگ کر آجاتی ہے اور وہاں سے پھولوں کا کافی زیرہ STIGMA میں بھر دیتی ہے یہ پودا بڑی مقدار میں بیج پیدا کرتا ہے جس میں سے کچھ تو اسی کیڑے کے لاروے کھا جاتے ہیں اور کچھ پک کر اس پودے کی نسل کو زندہ باقی رکھتے ہیں اسی طرح

---

[1] YUCCA – یہ سوسن کی طرح کے پھول کا ایک امریکی پودا ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انجیر اور چھوٹی بھڑوں کی ایک قسم کے درمیان تعلق پایا جاتا ہے۔ اس میں دو قسم کے گچھے لگتے ہیں۔ ایک میں تو نر اور مادہ دونوں قسم کے پھول ہوتے ہیں لیکن دوسری قسم کے گچھے میں صرف مادہ پھول ہی ہوتے ہیں۔ ان دونوں میں مادہ بھڑ ہی زیرہ چھڑکتی ہے، ان پھولوں کے گچھے میں چھلکے کچھ اس طرح ایک دوسرے پر چڑھے ہوتے ہیں کہ ان میں داخلے کا راستہ تقریباً مسدود ہو جاتا ہے اور مادہ بھڑ بڑی دقت سے ان کے اندر گھس پاتی ہے۔ عموماً اس جدوجہد میں بھڑ اپنے پروں سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے۔ ایسے پھولوں کے گچھے میں داخل ہونے کے بعد، جس میں نر اور مادہ دونوں قسم کے پھول موجود ہوں، مادہ بھڑ انڈے دیتی ہے اور اس میں مر جاتی ہے، ان انڈوں سے بچے نکلتے ہیں اور یہ نوخیز بھڑیں آپس میں جفتی کھاتی ہیں۔ اس کے بعد مادہ بھڑ تو پھولوں کے گچھے سے باہر نکل آتی ہے۔ لیکن نر بھڑ اندر ہی مر جاتی ہے۔ گچھے سے باہر نکلنے سے پہلے مادہ بھڑ کے اچھی طرح پھول کا زیرہ لگ چکا ہوتا ہے جو وہ دوسرے پھولوں کے گچھے میں پہنچا دیتی ہے۔ اگر دوسرے گچھے میں نر اور مادہ دونوں قسم کے پھول ہوں تو یہ بھڑ اس کے اندر جا کر انڈے دینے سے پہلے ہی مر جاتی ہے کیونکہ مادہ پھول اتنے لمبے ہوتے ہیں کہ وہ انڈے دینے کے لیے اتنی دور جا نہیں سکتی البتہ جانے کی کوشش کرتے ہوئے وہ ان پھولوں پر زیرہ اچھی طرح چھڑک دیتی ہے اور اس کے نتیجے میں ان پھولوں میں پھل بیٹھ جاتا ہے اور تھوڑے ہی عرصہ میں پکے پکے انجیر پیڑ میں لگے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ امریکہ میں جب انجیر پہلی مرتبہ اگایا گیا تو اس نے وہاں پھل نہیں دیا۔ آخر جب یہ خاص قسم کی بھڑ لائی گئی تب کہیں جا کر تجارتی مقاصد کے لیے انجیر ممکن ہوئی۔

وہ پھول بھی بڑے غیر معمولی ہوتے ہیں جنہیں ہم قید کر لینے والے پھول کہہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتے ہیں اور اس میں ایک پودا (JAGK IN THE PULPIT) کے پھول کا ہے اس کی پنکھڑیاں نر اور مادہ دو قسم کی ہوتی ہیں اور زیرہ اندر نرم حصہ میں ہوتا ہے۔ یہ حصہ پھول اور ڈنڈی کے درمیان ہوتا ہے اور دونوں سروں پر تنگ ہوتا ہے اس میں تخم ریزی ایک ننھی سی مکھی کے ذریعہ ہوتی ہے جو اس تنگ حصے سے گھس کر کسی نہ کسی طرح زیرے تک جا پہنچتی ہے لیکن اندر پہنچنے کے بعد وہ پھنس جاتی ہے اب اس کے باہر نکلنے کا راستہ بھی مسدود ہو جاتا ہے۔ پھر ایک طرف تو نکلنے کا راستہ تنگ اور دوسری طرف پنکھڑیوں کا اندرونی حصہ اتنا چکنا اور چپک دار ہوتا ہے کہ وہ اوپر چڑھ بھی نہیں سکتی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ گھبرا کر اندر ہی بھنبھناتی ہے اور سارا زیرہ اس کے جسم پر لگ جاتا ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں پھول کا وہ اندر کا حصہ کچھ کناروں پر سخت ہو جاتا ہے۔ اور مکھی اس طرح پھول کے زیرہ سے لتھڑی ہوئی رینگ کر باہر آجاتی ہے اس کے بعد پھر وہ اگر تر پھولوں کے گچھے پر جا بیٹھے تو پھر یہی عمل دہرایا جاتا ہے، لیکن اگر وہ مادہ پھول پر جا بیٹھے تو پھر اس کا زندہ نکل آنا مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ جب وہ پھول کے اندر مقید ہو کر اڑنے کی کوشش میں بھنبھناتی ہے تو اس کے جسم پر چمٹا ہوا زیرہ جھڑنے لگتا ہے اور مادہ پھول میں تخم ریزی کا منشاء قدرت پورا ہو جاتا ہے چنانچہ اب پودے کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی کہ مکھی پھولوں میں سے زندہ سلامت نکل آئے۔ پودے کو اس کی سلامتی اس وقت تک مطلوب ہوتی ہے جب تک کہ وہ نر پھول کے کیسۂ زر میں رہتی ہے تاکہ وہ باہر نکل کر نر پھول کا زیرہ مادہ پھول تک پہنچائے مگر جب وہ مادہ پھول میں پہنچ کر اپنا کام انجام دے لیتی ہے تو پھر پودا اس کی جان بچانے سے کوئی دلچسپی نہیں لیتا۔

یہ تمام مثالیں وجود باری کی ہر طرح تائید کرتی اور اس کی شہادت دیتی ہیں۔

محکم دلائل سے مزین.متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ اتنی باریک جزئیات تک میں ایسا جامع انتظام محض اتفاق کا کرشمہ نہیں مانا جاسکتا اور یہ حقیقت ناقابلِ انکار ہے کہ اس نظام کے پیچھے دستِ قدرت کارفرما ہے اور یہ اسی خالق ارض و سما کی تخلیق کا مظاہرہ ہے۔

پھر ہم اس پُرحکمت نظام کے بارے میں اس طرح کے متعدد تجربے کر چکے ہیں کہ جب کبھی انسان نے اس نظامِ فطرت یا اس کے توازن میں دخل اندازی کی کوشش کی ہے، سوائے تباہی اور انتشار کے اور کچھ نتیجہ نہ نکلا۔

آسٹریلیا میں جب آبادکار نئے نئے پہنچے تو وہاں انہیں جنگلی کتوں اور DINGO کے سوا کوئی قابلِ شکار جانور نہ نظر آیا۔ یہ آبادکار یورپ سے گئے تھے جہاں وہ خرگوش کے شکار سے لطف اٹھاتے رہے تھے۔ چنانچہ قدرت کی جانب سے ایک "کوتاہی" کی تلافی کے خیال سے ۱۸۵۹ء میں تھامس آسٹن نے کچھ خرگوش درآمد کیے لیکن اس کے نتائج بڑے تباہ کن نکلے، کیونکہ وہاں ان کی نسل کو حدودِ اعتدال کے اندر رکھنے کے لیے ان کا کوئی توڑ موجود نہیں تھا چنانچہ ان کی تعداد بے تحاشا بڑھنی شروع ہوگئی اور انہوں نے ہر طرف تباہی مچا دی۔ جس گھاس پر وہاں کی اصل دولت یعنی بھیڑوں کا انحصار تھا۔ اس کا ان خرگوشوں نے بالکل صفایا کر دیا۔ پہلے کوئنز لینڈ میں ان خرگوشوں کی روک تھام کے لیے سات ہزار میل لمبی لوہے کی جالی بنائی گئی لیکن خرگوشوں کے لیے وہ بھی رکاوٹ نہ بن سکی اور وہ اس کے اندر بھی گھس آئے، پھر ان کی تعداد کو کم کرنے کے لیے انہیں تحفے میں بھیجنے کا سلسلہ شروع کیا گیا، لیکن یہ مہم بھی نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئی۔ پھر کچھ عرصے بعد اس کا ایک یہ حل دریافت کیا گیا کہ ان خرگوشوں میں ایک جراثیمی بیماری مائکزاٹیوسس پھیلائی گئی جو بڑی تعداد میں خرگوشوں کو ہلاک کر دیتی ہے اور اس طرح ان کی تعداد میں اضافے کی رفتار اعتدال پر رہتی ہے۔ لیکن یہ بھی کوئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پائیدار حل نہیں کیوں کہ اب یہ سننے میں آرہا ہے کہ وہاں خرگوشوں میں ایک ایسی نسل پیدا ہو رہی ہے۔ جو اس بیماری کو سہار جاتی ہے۔ بہرکیف اس تدبیر کا اثر ضرور ہوا ہے اور وہ میدان جو گھاس کا صفایا ہو جانے کی وجہ سے چٹیل اور بے آب و گیاہ ہو گئے تھے اب سرسبز و شاداب نظر آتے ہیں اور جہاں خرگوشوں کے بھٹوں نے زمین کو ادھیڑ کر رکھ دیا تھا، وہاں اب گھاس اور پودے بھی لہلہاتے ہیں۔ بھیڑوں کی نسل میں وسیع پیمانے پر افزائش ہو گئی ہے ۱۹۵۱-۵۲ء میں صرف بھیڑوں کی افزائش نسل سے آمدنی میں ساڑھے آٹھ کروڑ ڈالر کا اضافہ ہوا۔

امریکہ کو بھی خرگوشوں کی افزائش کے سلسلے میں دوچار ہونے کا اندیشہ ہے۔ امریکی خرگوش یورپی خرگوش سے مختلف ہوتا ہے، یورپی خرگوش امریکہ میں واشنگٹن سے پرے جزیرہ سان جوآن میں پایا جاتا ہے۔ اور وہاں ۱۹۰۰ء سے اب تک کوئی روک ٹوک نہ ہونے کے باعث اس کی تعداد میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے۔

حال میں بعض شکاریوں کے کلبوں نے خرگوشوں کی اس یورپی یا سان جوآن نسل کو امریکہ کے اور علاقوں میں بھی نشوونما دینے کی کوشش کی ہے، کیونکہ امریکا میں ایک ریاست سے دوسری ریاست میں خرگوشوں کی افزائش نسل سے وہی خدشات پیدا ہو سکتے ہیں جو آسٹریلیا عملاً بھگت رہا ہے چنانچہ اس کی پیش بندی کے لیے یہاں حال میں یہ قدم اٹھایا گیا ہے کہ یورپی خرگوشوں کے شکار پر سے تمام پابندیاں اٹھالی گئی ہیں اور اب سارے سال اس کا شکار کیا جاسکتا ہے۔

پھر لطف کی بات یہ ہے کہ خرگوشوں کو ہلاک کرنے والے جراثیم کا یورپ میں بھی تجربہ کیا گیا اور اس کا غیر معمولی اثر دیکھا گیا۔ ایک فرانسیسی ڈاکٹر نے اپنے باغ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں خرگوشوں کی یلغار اور تباہ کاریوں سے تنگ آکر کچھ گوشوں کو جال لگا کر پکڑا۔ اور انہیں ان جراثیم کے ٹیکے لگا کر چھوڑ دیا اور اس کا ردِ عمل اتنا حیرت انگیز ہوا کہ صرف فرانس ہی میں نہیں، آس پاس کے دوسرے یورپی ممالک میں بھی خرگوشوں کی تعداد غیر معمولی حد تک گھٹ گئی اور ابھی تک یہ متعین نہیں ہو سکا کہ اس کی وجہ سے یورپ کے مختلف ممالک کو کتنا نقصان اُٹھانا پڑا ہے۔ اس کا سب سے نمایاں نقصان یہ ہوا ہے کہ پہلے عام آدمی کو جتنا گوشت مہیا ہوتا تھا، اب اس کی اتنی بہم رسانی ممکن نہیں رہی۔ حالانکہ عوام کا بڑی حد تک اسی گوشت پر انحصار تھا اور اندازہ یہ ہے کہ خرگوشوں کی نسل کشی سے باغات اور کھیتوں کو جو فائدہ پہنچا ہے وہ اس نقصان سے بہت کم ہے جو گوشت کی قلت کی صورت میں لوگوں کو پہنچ رہا ہے۔

ہم نے ابھی ابھی اس امر کے دلائل و شواہد پیش کیے تھے کہ خدا ہے لیکن یہ جو مثالیں اُوپر دی گئی ہیں ان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خدا کے ہر کام میں بڑی گہری مصلحت بھی ہوتی ہے۔ اس نے نظامِ عالم میں جو توازن و اعتدال قائم کیا ہے جزو رسی اور دُور اندیشی پر مبنی ہے اور انسان اگر اس میں دخل دینے کی کوشش کرتا ہے آدمی کو یہ حماقت بھی نہیں کرنی چاہیئے کہ وہ خدائی نظام میں اصلاح کی کوشش کرے کیونکہ انسانی عقل قدرت کی حکمتوں اور مصلحتوں کی گرد کو بھی نہیں پا سکتی۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۳

سب سے اہم مسئلہ جو ہمیں درپیش ہے

آسکر لیو براؤنر

(ایم۔ ایس۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ماہر طبیعیات و کیمیا)

راقم کو یقین ہے کہ نوع بشری کے سامنے سب سے اہم مسئلہ اشیاء کے آغاز کا ہے۔ کسی فلسفے کی صحت کا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ چیزوں کے مبدأ کی نشان دہی کرنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے۔

آئیے ہم اس کرۂ ارضی کا جائزہ لیتے ہیں جس پر ہم زندگی بسر کر رہے ہیں جو شخص کچھ بھی ہوش و خرد رکھتا ہے وہ اس کے وجود سے اور کائنات کی دوسری اشیاء کے وجود سے صرف نظر نہیں کر سکتا۔ اس بنا پر ہم اس وقت ایک ایسی شئے کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں جو فی الواقع موجود ہے۔

زمین ایک اتنا بڑا کرہ ہے کہ اس کے حجم کا کچھ اندازہ نہیں ہو سکتا۔ انسانی ذہن تو ایک کھرب کا بھی پوری طرح احاطہ نہیں کر سکتا، چہ جائے کہ یہ دم کے مضمرات کو اچھی طرح سمجھ سکے۔ ایک مزدور بڑی بے تکلفی سے یہ کہہ سکتا ہے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی ایک دن کی مزدوری اگر ایک ڈالر ہے تو دس لاکھ دن کام کر کے وہ دس لاکھ ڈالر کما سکے گا۔ دس لاکھ دن تو کہنا آسان ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کوئی شخص دو ہزار سات سو بیالیس سال مسلسل کام کرے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ سارا کرّہ جسے زمین کہا جاتا ہے آخر کہاں سے آیا۔ سورج جو نظام شمسی کا سب سے اہم اور سب سے بڑا رکن ہے اس کا حجم زمین کے مقابلے میں ۳۳۰،۰۰۰ گنا زیادہ ہے۔ زمین کا وزن چھ ہزار چھ سو بلین ٹن ہے تو سورج کا وزن کرنے کے لیے کون سا پیمانہ استعمال کیا جائے؟ یہ کہکشاں جو ہمیں نظر آتی ہے اس میں کم از کم ایک بلین سورج ہیں جن میں سے ہر ایک کا اوسط حجم ہمارے سورج سے کہیں زیادہ ہے۔ علم ہیئت کے ماہرین نے اس بات کا اندازہ کیا ہے کہ اس کائنات میں کم از کم ایک لاکھ کہکشاں ہماری اس کہکشاں کی طرح کے موجود ہیں۔ یہ سب شواہد اس حقیقت کے آئینہ دار ہیں کہ یہ کائنات لاتعداد سماوی اجسام پر مشتمل ہے۔ ان سب کے مجموعی وزن سے انسانی تصور کانپ اٹھتا ہے۔ آخر یہ بڑے بڑے کرّے کس طرح معرضِ وجود میں آئے؟ اس سوال کے دو ہی جوابات ممکن ہیں۔ یا تو یہ ابدالآباد سے چلے آ رہے ہیں (یعنی قدیم فلسفے کی اصطلاح میں قدیم ہیں) یا انہیں بعد میں تخلیق کیا گیا ہے (یعنی حادث ہیں)

اگر ہم پہلے جواب کو صحیح تسلیم کر لیں تو عجیب و غریب قسم کی اُلجھنیں پیش آئیں گی۔ مادی اشیاء کی بنیادی خصوصیت ان کا تغیر و ارتقاء ہے علوم طبیعی کے مطالعے سے یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ اشیاء کا ایک نقطۂ آغاز ضرور ہے۔ اس نظریے کے برعکس دوسرے نظریے میں یعنی اس میں بھی کہ یہ کائنات ایک خالق کی قوتِ تخلیق کی کرشمہ سازی ہے۔ بہت سا اختلاف پایا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے جسے ہم پانچ بڑے عنوانات کے تحت ظاہر کر سکتے ہیں۔

عم الاصنام کا نظریہ بالکل تخیلات کی شعبدہ بازی ہے، لیکن اس نظریے کے مطالعے سے ایک چیز تو بہر حال ثابت ہوتی ہے کہ انسانی روح میں ایک ایسا احساس ضرور موجود ہے جو انسان کو بار بار اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ اسے اور کائنات کو پیدا کرنے والی ذات ایک مافوق الفطرت ہستی ہے۔

روایات کی شکل میں بھی قصے کہانیاں موجود ہیں اگرچہ ان میں مبالغے کی کافی آمیزش ہے لیکن اس کے باوجود ان میں کائنات کے آغاز کے بارے میں انسان بہت سی معلومات حاصل کر سکتا ہے۔

روایات کے بعد فلسفہ آتا ہے سوچنے اور سمجھنے والے دماغ تخلیقِ کائنات کے متعلق بہت سے مفروضات قائم کر کے ان کی چھان بین شروع کرتے ہیں۔ اگر ان مفروضات کو مفکرین شرفِ قبولیت بخشیں تو یہ لوگوں کے دلپسند نظریات بن جاتے ہیں۔ اور عوام یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ افکار تحقیق کے مسلمہ اصولوں پر سو فی صد پورے اُترتے ہیں۔ اس کے بعد لاتعداد غیر معروف علماء ان کی تقلید شروع کر دیتے ہیں۔

چوتھی قسم علوم طبیعی کی ہے۔ یہ عام انسان اور کائنات کے متعلق ٹھوس حقائق سے بحث کرتے ہیں۔ اپنے اس عظیم فرض سے عہدہ برآ ہوتے ہوئے انہیں بے شمار مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ مثلاً تلاش و جستجو، تجزیہ اور موازنہ خوردبینوں کی مدد سے مادی وجود کے چھوٹے سے چھوٹے حصے کا جائزہ لیا جاتا ہے اور پھر حساب کی مدد سے وسیع و عریض کائنات کے ستارے گوشوں کے متعلق اندازے کیے جاتے ہیں۔ تحقیق کی ان پُر پیچ راہوں سے گزرتے ہوئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قوانین فطرت اور ان کی تاریخ سے بھی پوری پوری مدد لی جاتی ہے تب کہیں جا کر کائنات کے آغاز کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

آخری طریقہ وحی اور الہام کا ہے جو کتب آسمانی کے اندر محفوظ ہے۔ سائنس تو انسان کی طرف اسی حد تک رہنمائی کرتا ہے کہ اس کے ذہن میں یہ خیال راسخ کر دے کہ کسی علیم و خبیر ہستی نے اس کائنات کو پیدا کیا ہے اور پھر اس نہایت ہی پیچیدہ نظام کو چلانے کے لیے اس نے بہت سے قوانین اور ضابطے بھی مقرر فرمائے ہیں۔ لیکن اس ہستی کی معرفت ہمیں صرف وحی الٰہی کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ جب ہم کائنات کے اس وسیع اور پیچیدہ طلسم پر ایک نگاہ ڈالتے ہیں جس میں بے شمار سیارے اور ستارے شامل ہیں اور یہ سب کچھ خالق کائنات کے بغیر ہو رہا ہے۔ ہمیں اپنے دوستوں پر سخت تعجب ہوتا ہے جو خدائے واحد پر ایمان نہیں رکھتے۔ ہمیں ان لوگوں کی عقل پر بھی حیرت ہوتی ہے جو اپنے آپ کو تعلیم یافتہ کہلانے کے باوجود ذات باری تعالےٰ کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے۔

خدا کو اس کائنات کا خالق اور حاکم ماننے کے یہ معنی ہیں کہ انسان کو انسان کے بندھن سے آزاد کر دیا جائے۔ اس عقیدے سے انسان میں ایک نئی روح بیدار ہوتی ہے۔ اس کا ضمیر پاک اور مصفّا ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں عدل و انصاف کے احساسات پرورش پاتے ہیں اور وہ حق کا پرستار بن جاتا ہے۔

الحاد جنگ و جدل کا دوسرا نام ہے۔ ایک سائنسدان کی حیثیت سے میں اسے کبھی قبول نہیں کر سکتا۔ میرے نزدیک یہ پیمانہ بالکل غلط ہے اور عملی اعتبار سے سراسر تباہی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۴

صرف مادیّت سے کام نہیں چلتا

اروِنگ ولیم ناؤبلاخ

(ایم - اے - پی - ایچ - ڈی - ماہر علوم طبیعی)

وہ سائنسدان جنہیں علوم طبیعی پر بے جا اعتماد ہے یہ کہا کرتے ہیں کہ سائنس میں سارے مسائل کو حل کرنے کی پوری پوری صلاحیت موجود ہے۔ ان کی نظر میں زندگی محض قوانین طبیعی اور کیمیا کی کرشمہ سازی ہے اور زندگی کے وہ مظاہر جنہیں انسان شروع ہی سے مافوق الطبیعی قوتوں کا نتیجہ سمجھتا رہا ہے، علّت و معلول کا ایک طلسم ہوشربا ہیں۔ زندگی کا کوئی مقصد و مدعا نہیں اور یہ ساری کائنات ایک دن ٹھنڈی ہو کر خود بخود ختم ہو جائے گی۔

برٹرینڈ رسل نے فطرت کی اس سراسر مادی توجیہہ کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"انسان اندھی بہری قوتوں کے ہاتھ میں ایک ایسا
بے بس کھلونا ہے جس کا کوئی مقصد نہیں اس کی
پیدائش اور ارتقاء اس کی آرزوئیں اور تمنائیں۔ اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اعتقادات اور تصوّرات سالمات کے
تعامل کا نتیجہ ہیں اس کی زندگی کی انتہا قبر ہے اور
اس کے بعد کوئی احساس اور کوئی نظریہ اسے
زندگی عطا نہیں کر سکتا۔ صدیوں کی جدوجہد نفس
العین سے وابستگی، عبقریت کے کارہائے
نمایاں سب نظامِ شمسی کے ساتھ ختم ہو جانے
والی چیزیں ہیں، جب کائنات زیر و زبر ہو گی تو انسانی
کمالات بھی اس کے ملبے کے نیچے دب کر رہ
جائیں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں یہ سارے
نظریات متنازع فیہ ہیں مگر ان کا غالب رجحان
کائنات کی اسی مادی تعبیر کی طرف ہے اور جو
فلسفہ بھی اس توجیہہ کو آج تسلیم نہیں کرتا وہ
حقائق کا مقابلہ کرنے سے قاصر رہے گا۔"

یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ سارے جنائسدان سائنس کو ایک ایسا ہمہ گیر علم نہیں سمجھتے جس سے سارے مسائل حل کیے جا سکیں۔ سائنس صداقت حسن اور مسرت کا پوری طرح احاطہ نہیں کر سکتی۔ سائنس زندگی کی بھی کوئی تسلی بخش تعبیر نہیں کر سکتی اور نہ اس سے زندگی کا مقصد متعین ہو سکتا ہے۔ پھر اس کے ذریعہ ہم اس بات کا بھی کوئی قطعی فیصلہ نہیں کر سکتے کہ آیا خدا موجود ہے یا نہیں۔

سائنس ہر وقت اپنے نظریات میں تبدیلی کرتی رہتی ہے۔ یہ اس امر کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتی ہے کہ حق اور صداقت کی تلاش کرے لیکن چند قدم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُٹھا لینے کے بعد اسے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس کی سعی و جدوجہد محض حکایت تشنہ و سراب ہے۔ اس کائنات کے بارے میں ہمارے احساسات اور معلومات کا سرچشمہ ہمارے محدود حواس ہیں جو چند منزلیں طے کر جانے کے بعد اپنی بے بسی کا اعتراف کر لیتے ہیں ایک امریکی طبیب نے ایک دفعہ یہ کہا کہ "جوں جوں علم ترقی کرتا ہے، اسی رفتار سے سائنس کا مذہب پر تفوق ختم ہوتا چلا جا رہا ہے۔ سائنس سے اگر صحیح کام لیا جائے تو انسان خود بخود خدا پر ایمان لے آتا ہے۔"

سائنس کے پاس اس بات کا کوئی معقول جواب نہیں کہ مادے کے یہ چھوٹے چھوٹے ذرّات کیوں کر معرضِ وجود میں آئے۔ محض اتفاقات تو ان کے وجود کا سبب نہیں ہو سکتے۔ پھر سائنس اس معمے کو بھی حل کرنے سے قاصر ہے کہ ذرّات سے زندگی کیوں کر پیدا ہو گئی۔ وہ نظریہ جو وثوق کے ساتھ اس بات کا دعوے دار ہے کہ زندگی کی یہ ترقی یافتہ حالتیں محض اتفاق کی رہینِ منّت ہیں، ایک قسم کا اندھا اعتقاد ہی ہے سائنس بھی ایمان کے بغیر ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اس مذہب میں ہمیں اپنے حواس، اپنے آلات اور اتفاقات پر ایمان لانا پڑتا ہے۔ اس نقطۂ نظر سے اگر دیکھا جائے تو سائنس اور مذہب ایک ہی سطح پر ہیں، البتہ سائنس کو ایک مرتبہ سائنس کو ایک یہ امتیاز ضرور حاصل ہے کہ وہ اپنے اعتقادات کو تجربے اور مشاہدے کی کسوٹی پر پرکھ سکتا ہے اور اس طرح تجزیے اور تحلیل کے ذریعے غلطی کے امکانات کم ہوتے چلے جاتے ہیں۔

سائنس کے اکتشافات مذہب کی صداقت پر گواہ ہیں۔ اب تک سائنس نے جس قدر تحقیقات کی ہیں۔ ان سے کتابِ مقدس کے بہت سے اسرار،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھلے ہیں اور یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ جوں جوں سائنس کو ترقی ہو گی۔ اسی نسبت سے مذہب کا موقف مضبوط ہوتا چلا جائے گا۔ علم ہیئت اس کائنات کی ابتدا کا پتہ دیتا ہے اور علم طبیعیات اس کی انتہا کی نشان دہی کرتا ہے۔ جس شخص نے سائنس کے جدید نظریات کا مطالعہ کیا ہے وہ کبھی یہ بات نہیں کر سکتا کہ یہ کائنات قدیم ہے۔ تغیر و انقلاب اس کائنات کا بنیادی اصول ہے اور اس معاملے میں سائنس اور مذہب ایک دوسرے کے ہمنوا ہیں۔

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ سائنس نہ تو خدا کے وجود کا اثبات کرتا ہے اور نہ اس کی نفی ہی کرتا ہے، لیکن اس غیر جانب دارانہ موقف کے باوجود جن لوگوں نے علم ہیئت کا صحیح طور پر مطالعہ کیا ہے۔ وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ کوئی "ان دیکھی" "ان جانی ذات" اس وسیع و عریض کائنات کی خالق ہے۔

چاڈواش نے ایک موقع پر کہا۔ ایک شخص سے خواہ وہ خدا پر ایمان رکھتا ہو یا ملحد ہو۔ یہ بات جائز طور پر پوچھی جا سکتی ہے کہ اتفاقات کا توازن اس کے ہاتھ میں کیوں کر دیا جا سکتا ہے۔ طامس ملر نے اس حقیقت کو ذرا تفصیل سے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"انسان کا محدود ذہن اور نارسا عقل اگر خدا کی معرفت حاصل کرنے میں کامیاب ہوتی ہے تو اس کا ذریعہ صرف تجربہ ہے اور یہی اس معاملے میں بنیاد کا کام دیتا ہے۔ علم کا رفیع الشان محل اسی اساس پر قائم کیا جاتا ہے۔"

میں اگرچہ سائنسدان ہوں، لیکن اس کائنات میں اتفاقات کے وجود کا قائل ہوں۔ روزمرہ زندگی کے بیشتر واقعات ان کی موجودگی کی شہادت دیتے ہیں۔ میں مادیت کا سراسر انکار بھی نہیں کر سکتا کیونکہ سائنسدانوں کی کامیابی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واحد معیار یہ ہے کہ وہ زندگی کے مختلف مظاہر کی مادی تعبیر پیش کر سکیں۔

مجھے خدا پر پختہ یقین ہے۔ میں اس غیر متزلزل عقیدے پر ایمان رکھتا ہوں، کیوں کہ میں اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہوں کہ مثبت اور منفی برقیے ابتدائی ذرات، پہلا نغزمایہ، اولین بیج یا سب سے پہلا دماغ یونہی کسی حادثے یا اتفاق سے پیدا نہیں ہو گئے ہیں اسے اس لیے مانتا ہوں کہ اس کی ذات کے ذریعہ ہی اس کائنات کی صحیح اور معقول توجیہہ ممکن ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۵

خداوند تعالیٰ کے بارے میں سائنس کا فیصلہ

جان لیو ایبرنتھی

(ایم۔ ایس۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ محقق کیمیا)

دورِ جدید میں ہم نے مسائل کے متعلق دو ٹوک فیصلے کرنے کا ڈھنگ سیکھا ہے۔ ہم اس بات سے پوری طرح واقف ہیں کہ ہمارے حواس خمسہ الفاظ کے اندر معانی اور مطالب پیدا کرتے ہیں۔ چوں کہ ہم سب ایک ہی ماحول میں نہیں رہتے۔ اس لیے مختلف الفاظ مختلف لوگوں کے لیے مختلف تصورات کی صورت گری کرتے ہیں۔ مثلاً جب میں مکان کا لفظ بولتا ہوں تو ایک شخص کا ذہن ایک رفیع الشان محل کے بارے میں فوراً سوچنے لگتا ہے۔

اس سوال کا جواب کیا خدا ہے ہمیں خدا کے لفظ ہی میں تلاش کرنا چاہیئے۔ اگر اس سے ہماری مراد اس کائنات کے انضرام میں ایک قانون کی عمل داری ہے، تو پھر ہم بالکل وہی بات کہتے ہیں جس پر ایک ملحد بھی ایمان رکھتا ہے ملحد اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس کائنات کا نظام کسی ضابطے کا پابند ہے لیکن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ اس بات کے قائل نہیں کہ کوئی بلند و بالا ذات ہماری دعاؤں کو خواہ وہ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے نکلیں سنتی ہے۔

وہ خدا جس پر میرا ایمان ہے، وہ مسیحیت کا خدا ہے۔ وہ زندہ جاوید ہستی جسے اپنی اس کائنات کی معمولی سے معمولی چیز سے بھی نہایت گہری وابستگی ہے۔

خدا ایک حقیقت ہے یا محض افسانہ ہے؟ آیا اس نے تاریخ انسانی میں کبھی اپنے آپ کو ظاہر بھی کیا ہے؟ یہ سب سوالات اس ایک اہم سوال کی فروع ہیں کہ کیا حضرت مسیحؑ صرف انسان تھے اور اس سے بڑھ کر ان کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ اس کائنات کے بارے میں ہمارے پیشتر افکار کا انحصار ہمارے اس بنیادی سوال کے جواب کی نوعیت پر ہے جس کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت مسیح علیہ السلام محض ایک انسان تھے اور ان کے سارے معجزانہ کمالات صرف افسانے تو پھر کائنات کی مادی توجیہ کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہتا۔ اس کی رو سے اس عالم کے کنہ تک پہنچنے کے لیے صرف حسی تجربات ہی مدد دیتے ہیں۔

سائنٹفک طرز تحقیق کی بنیاد ارسطو کی منطقِ استقرائی اور منطقِ استخراجی پر رکھی گئی ہے۔ منطقِ استخراجی میں ہم مقدمات سے نتائج اخذ کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر سارے کاربن سالمات برقیے ہیں۔ چونکہ یہ ایک کاربن کا سالمہ ہے اس لیے یہ لازمی طور پر چوزہ برقیے رکھتا ہے۔ منطقِ استقرائی میں حقائق سے قوانین وضع کیے جاتے ہیں۔

اگر مقدمات کو ترتیب دینے کے بعد صحیح نتائج برآمد ہوں تو سمجھ لیجیے کہ مقدمات میں کوئی سقم نہیں۔ معلوم و معروف حقائق ایسے حسی تجربات ہی سے حاصل ہوتے ہیں جنہیں بوقتِ ضرورت دہرایا جا سکے۔ مثال کے طور پر یہ ایک امر واقع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ پانی ۱۱ء۱ فی صد ہائیڈروجن اور ۸۸ء۹ فی صد آکسیجن کا مرکب ہے۔ یہ حقیقت تجربات کے ذریعے بڑی آسانی کے ساتھ ثابت بھی کی جا سکتی ہے۔

نظریات وہ ذہنی تصاویر ہیں جن کے ذریعے اصولوں کی تشریح ممکن ہے ہمارے اس عہد میں سائنس کے مقبولِ عام نظریات میں جوہری نظریہ، نظریۂ ارتقاء اور نظریۂ اضافیت خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ انہیں نظریات کو ملا کر مختلف علوم مرتب کیے جاتے ہیں اور وہ سارے علوم جو انسان کے اس کائنات کے ساتھ تعلق پر بحث کرتے ہیں، انہیں انسان نے فلسفے کا نام دیا ہے۔ اگر عیسائیت چند فرضی قصے کہانیوں کا مجموعہ ہے تو پھر فلسفہ حیات لازمی طور پر مادی ہوگا۔ یعنی ایک ہر آن پھیلتی ہوئی کائنات کا محدود تصوّر یا اس سے ملتی جلتی کسی چیز کا احساس اس کے بعد خیر و شر کے تصوّرات بھی بالکل اضافی رہ جاتے ہیں۔ وہ کسی مستقل اور پائیدار قدر کے حامل نہیں ہوتے۔ ایک چیز صرف اس لیے خیر نہیں ہو سکتی کہ اسے میں یا آپ خیر سمجھتے ہیں۔

آیئے اب ایک نگاہ عیسائیت بھی ڈال لیں۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام کے خدا کی طرف سے مامور ہونے کا ایک ثبوت یہ ہے کہ انہیں بن باپ کے پیدا کیا گیا۔ اگر ہم ان کی یہ حیثیت تسلیم نہیں کرتے اور محض علوم طبیعی کے ذریعے ان کی پیدائش کی توجیہہ کرتے ہیں تو پھر ان کی حیثیت معاذ اللہ بہت گر جاتی ہے۔ انہوں نے اپنے مامور من اللہ ہونے کی بہت سی شہادتیں بھی پیش کیں مثلاً اندھوں کو بینائی عطا کرنا، ان گنت لوگوں کو کھانا کھلانا، مُردوں کو زندہ کرنا اور خود ان کا آسمان پر اُٹھایا جانا۔

ہمیں یہ چیز باور کرنے میں قطعاً کوئی دقّت محسوس نہیں ہوتی کہ خدا تعالٰے محبت اور رُوح ہے اور رُوح گوشت پوست نہیں رکھتی۔ اگر آپ کو انسانوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی نا فوق الفطری حیثیت اور ان کے روحانی احساسات کی تشریح و توضیح کا کام سونپ دیا جاتا اور آپ سے کہا جاتا کہ آپ ان لطیف جذبات اور ان مشاہدات کو جو اس شخص کے تجربات کی روشنی میں بیان کریں تو آپ کو کس قدر دقت پیش آتی۔ آپ بلاشبہ انہیں بیان تو کرتے مگر آپ کے بیان میں بہت سی خامیاں رہ جاتیں۔ لوگ پھر جنت کو ایک ایسے شہر پر قیاس کرتے جس میں سونے کی سڑکیں ہوتیں اور شہر کے بڑے بڑے دروازے ہیروں اور جواہرات سے مزین ہوتے۔ یہ حقیقت کہ خداوند تعالےٰ اہل ایمان کے دلوں میں بستا ہے، اس بات کا ہمیں ثبوت ہے کہ وہ ہمارا ایک ایسا دم ساز ہے جو اگرچہ ہماری آنکھوں سے مستور ہے لیکن ہمارے اتنا قریب ہے کہ ہم سے براہ راست گفتگو کر سکتا ہے اس کا وجود ایک مسلمہ حقیقت ہے لیکن ہم حواس کی مدد سے اس کا ادراک نہیں کر سکتے اس کائنات کی تعبیر کس قدر مختلف ہوتی اگر ہمیں حواس خمسہ کی بجائے دس حواس سے اللہ تعالےٰ نے نوازا ہوتا اور ان کا آپس میں اتنا ہی اختلاف ہوتا جتنا بصارت اور سماعت کا ہے۔

اگر زندگی کی مادی تعبیر کو مان لیا جائے تو پھر خیر و شر کا کوئی قطعی اور حتمی معیار باقی نہیں رہتا۔ اس کی رو سے انسانوں پر کیا گیا کوئی ظالمانہ فعل نہیں کیونکہ انسانوں کو ایک دن بہرحال مرنا ہی ہے۔

اگر یہ کائنات خداوند تعالےٰ کے تابع فرمان نہ ہوتی تو ہزاروں بلکہ لاکھوں سیارے اختلال کی ایک معمولی لہر سے تباہ و برباد ہو جاتے۔

جب ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ خداوند تعالےٰ کوہ طور پر حضرت موسےٰ علیہ السلام سے ہمکلام ہوا اور پھر وقتاً فوقتاً دوسرے انبیاء علیہم السلام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر وحی نازل فرما تا رہا تو ہمیں یہ بھی مان لینا چاہیئے کہ اس نے انسانیت کے سامنے نیکی اور بدی کی معروضی اقدار پیش کی ہیں۔ سائنس ازلی و ابدی اقدار کے اس واحد سرچشمے کو جب تک اپنے دائرۂ تحقیق میں شامل نہ کرے گی مکمل نہ ہو سکے گی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۶

ایک نوعمر متصوف کے احساسات

رسل لویل مکسٹر

(ماہر حیوانات)

ایک انسان خدا کا تصور سب سے پہلے اپنے والدین کی معرفت حاصل کرتا ہے چونکہ اس کے والدین خدا کا نام عظمت و تکریم کے ساتھ لیتے ہیں۔ اس لیے یہ انسان جو ابھی عالمِ طفولیت میں ہوتا ہے ان سے خدا تعالےٰ کی تکریم سیکھ لیتا ہے اپنی مختصر اور ابتدائی احتیاجات پوری کرانے کے لیے وہ نہایت سادگی کے ساتھ خدا تعالےٰ کے حضور میں التجا کرتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے وہ اپنے والد سے کسی عنایت کا تقاضا کر رہا ہو۔ اسی طریق سے سکون و جمعیت خاطر کی دولت ہاتھ آتی ہے اور وہ ایک دن ان دیکھے باپ پر بھروسہ کرنے لگتا ہے۔ بعد میں کتابوں کے ذریعے اسے ان لوگوں کی حکایات سننے کا موقع ملتا ہے جنہیں خدا تعالےٰ کی معیت حاصل تھی۔ اسے جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ شیروں کے خونخوار جبڑوں کو بے ضرر بنا دیتے تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آگ سے ان کی جلن اور شعلوں سے ان کی لپٹ چھین لیتے تھے۔ تلواروں کی تیز دھاریں ان کا بال تک بیکا نہیں کر سکتی تھیں۔ ناتوانی کے باوجود نہ صرف طاقت حاصل کر لیتے تھے بلکہ زبردستوں کو نیچا دکھا دیتے تھے۔ تو عالمِ طفلی ہی میں اس انسان کے دل میں ولولے اور اُمنگیں پروان چڑھنے لگتی ہیں اور وہ ان خدا پرستوں کی شہادت سے متاثر ہو جاتا ہے۔ اب اسے یہ احساس بھی ہونے لگتا ہے کہ اگر اس نے دیانت داری کی راہ اختیار کی تو ایک پُراسرار طاقت اس کی مدد کرے گی اور وہ یہ بھی محسوس کرنے لگتا ہے کہ عہدِ ماضی کے یہ خدا پرست عمر بھر راست روی میں اس کی حوصلہ افزائی کرتے رہیں گے اور اسے اپنی حفاظت میں رکھیں گے۔

تحصیلِ علم کے دوران میں انسان اپنے اعتقاد کو کبھی مستحکم پاتا ہے اور کبھی متزلزل۔ وہ آہستہ آہستہ اس بات سے آشنا ہوتا ہے کہ اس کا مُلک ایک ایسے معاشرے کا دوسرا نام ہے جس میں بہت سی جماعتیں ایک دوسرے کے ساتھ مرتبط ہو گئی ہیں جس کی قیادت بارسوخ افراد کر رہے ہیں اور جس کی باگ ڈور ایک صدرِ مملکت کے ہاتھ میں جو فیصلہ کرنے کا پوری طرح مجاز ہے اور جس کے جاری کردہ احکام کی تعمیل کرنا لوگوں کے لیے ضروری ہے اس طرح ایک طالب علم کے نزدیک خدا صدرِ مملکت کی مماثل ہستی ہوتا ہے جو دوسروں پر حکومت کر سکتا ہے اسے یقین ہوتا ہے کہ جیسے عام لوگوں پر حکومت کرنے کے لیے ایک حاکم انسان کا وجود قابلِ فہم ہے اسی طرح ساری انسانیت پر حکومت کرنے کے لیے حاکم انسان کا وجود قابلِ فہم ہے اسی طرح ساری انسانیت پر حکومت کرنے کے لیے ایک فوق البشر طاقتوں کی مالک ہستی کا وجود بھی ایک ٹھوس حقیقت ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے برعکس اسے یہ گمان بھی ہونے لگتا ہے کہ اپنے ملکی حکمران تو عوام کی رائے یا رضامندی سے منتخب کیے جاتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ خدا کا وجود صرف ایک ایسا تصور اور خیال ہی ہو جس کا خارجی وجود کوئی بھی نہ ہو۔ ممکن ہے عوام نے اپنا معبود خود اختراع کر لیا ہو۔ اس طرح کی بدگمانیاں ایک طالب علم کو زچ کر دیتی ہیں اور وہ حیران ہو کر سوچنے لگتا ہے کہ آیا خدا کا وجود ہے بھی یا نہیں۔ اور اسے اس امر کا یقین کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔

ایسے حالات میں یہ ممکن ہے کہ وہ اپنی ذہنی مشکلات کو بالائے طاق رکھ کر خدا تعالےٰ کے وجود پر یقین کرے اور اس معاملے میں سوچ بچار کرنے والے احباب کی باتوں سے متاثر نہ ہو۔ اس وقت اس کی حیثیت ایک متصوف کی ہو جاتی ہے جو خدا تعالےٰ کے وجود پر صرف اس لیے یقین رکھتا ہے کہ وہ خود کے وجود کی ضرورت سمجھتا ہے اور جس کا یقین بھی متزلزل ہونے لگتا ہے جب اس کی قوتِ فکر اس کے یقین اور ایمان کے مقابلے میں دلائل پیش کرتی ہے۔

ایک روز ہمارا یہ نوعمر متصوف انجیل مقدس کی ورق گردانی کرتے ہوئے ایک ایسی آیت پر پہنچتا ہے جس کا مفہوم وہ یوں سمجھتا ہے کہ سچا مذہب قرینِ عقل ہوتا ہے اور اس آیت کی تشریح اسے یہ بتاتی ہے کہ قرینِ عقل سے مراد معقول و معتدل اور استدلالی ہے (رومن ۱۲: ۱) یہ آیت اس کے اضطراب کو اطمینان میں بدل دیتی ہے۔ یہ اسے تلقین کرتی ہے کہ انسانی عقل و فہم اور انسانی ذہن کا بھی مذہب سے کچھ نہ کچھ تعلق ہے اور پھر وہ عرصہ دراز کے لیے مطالعہ و تحقیق کی گہرائیوں میں کھو جاتا ہے۔ اس عرصے میں یہ نوعمر متصوف دین دار انسان بن جاتا ہے اور عیسوی انداز فکر اپنا لیتا ہے۔ اب اسے خدا کے وجود کا علم الیقین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے۔ اس کی روح اور اس کا ذہن ہم آہنگ ہو کر کام کرنے لگتے ہیں۔ اب یہ شخص وہ امتیاز حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگتا ہے جو انجیل مقدس میں ایسے مثالی خدا پرست انسان کے وصف کے طور پر بیان کیا گیا ہے جو جامع صفات ہوتا ہے اور صرف نیکی کی راہ پر چلتا ہے۔

اس مضمون نگار کی تحقیق اسے فطرت اور خالقِ فطرت کے بہت قریب رکھتی ہے۔ مضمون نگار کو یقین ہے کہ کوئی آدمی بھی باوجود کوشش کے منطقی طور پر فطرت اور خالقِ فطرت کو علیحدہ نہیں کر سکتا۔

مضمون نگار کو ہر روز ذی حیات جانوروں اور پودوں کی لاتعداد انواع دیکھنے کا موقع میسر آتا ہے۔ یہ اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ ماضی میں بھی ان جانوروں اور پودوں کی کثیر اصناف موجود تھیں۔ محتاط اندازے سے اس کرۂ ارض پر جانوروں کی دس لاکھ اقسام موجود ہیں۔ یہ تعداد صرف حیوانات کی اصناف و اقسام ہے، تمام حیوانات کی نہیں ہے، کیونکہ تمام زندہ حیوانات کی تعداد تو اجرامِ فلکی کی تعداد کے برابر ہو گی۔ جہاں تک پودوں کی اقسام کا تعلق ہے، مضمون نگار کا خیال ہے کہ کم از کم دو لاکھ اقسام دریافت کی جا سکتی ہیں۔

میرا تو یہ ہے کہ اس قدر زیادہ اور اتنے متفرق حیوانات میں نظم و ضبط قائم ہے۔ ان دس لاکھ اقسام میں سے صرف ایک صنف ہی کو لے لیں تو اس ایک صنف کو بھی بہت سے چھوٹے چھوٹے گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے لیکن آپ انہیں خواہ کتنا بھی تقسیم کیوں نہ کرتے جائیں۔ صنف کے خصائص اور مماثلات آپ کو ہر فرد میں مل جائیں گے۔ ایک ہُدہُد میں جو اوصاف ہیں سارے جہاں کے ہُدہُد انہیں اوصاف کے حامل ہوں گے۔

اس سے یہ بات واضح ہے کہ کائنات میں اتنے عظیم اجتماع مخلوقات کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باوجود بدنظمی نہیں، بلکہ فطرت کے شاہکار کم وبیش ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں۔ اور ان میں نظم وضبط ہے۔ اگر ایک بنیادی جزو مادہ (گوشت اور مادۂ حیات) لاتعداد مختلف صورتوں میں زندہ مخلوق میں موجود ہوسکتا ہے۔ اور اگر ایک ہی وقت میں ایک ہزار ایک گروہوں میں بہت سی مشترک صفات دریافت ہوسکتی ہیں۔ تو یہ بھی بالکل فطری سی بات ہے کہ ان سب کی پشت پر ایک خلاقِ اعظم کی بے مثال منصوبہ بندی کام کر رہی ہے جس نے مادے کے بنیادی اجزاء کی تخلیق کی اور پھر اسے اپنے جیسے بے شمار افراد کو پیدا کرنے کی قوت عطا کر دی۔

منطق ہمیں یہ یقین کر لینے پر مجبور کرتی ہے کہ ایک خدائی ذہن نے سوچ سمجھ کر منصوبہ بندی کے ساتھ ان متبائن اور متماثل اقسام کو پیدا کیا جن کا ذکر ابھی ہوا مگر یہ اس بات کو سمجھنے پر بھی مجبور نہیں کرتی کہ اس مادہ حیات نے کسی حادثے کی بنا پر مجتمع ہو کر موجودہ مخلوقات کی صورت اختیار کر لی۔ وہی منطقی ذہن جو انسان کی مشکل اور دشوار مصنوعات پر یقین رکھتا ہے، یہ نتیجہ بھی اخذ کر سکتا ہے کہ یہ زندہ موجودات کسی بہت ہی کامل ذہن کی پیداوار ہیں۔ ان اصناف مخلوقات کے فرق وتبائن کے باوجود اور ان مخلوقات کی ان تبدیلیوں کے مطالعے کے باوصف، جو ان کے آباء سے لے کر آج تک ان میں پیدا ہوئیں۔ یہ معلوم کر لینا اتنا مشکل نہیں کہ یہ سلسلۂ مخلوقات ایک بہترین تخلیق سے شروع ہوا ہے۔ اور وہ بہترین تخلیق کسی خلاقِ اعظم نے کی ہے۔

جب کوئی شخص انجیل مقدس میں پڑھتا ہے کہ جانور پودے اور انسان سب خدا کی مخلوق ہیں تو اسے اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کیوں کہ فطرت کا مطالعہ بھی یہی ثابت کرتا ہے اگرچہ انجیل مقدس سائنس کی کتاب نہیں ہے لیکن اس میں سائنس کے بنیادی اصول بھی درج ہیں، ایک کھلی ہوئی حقیقت جو ہمیشہ سے واضح ہے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمیشہ راسخ رہے گی اور جو مادّہ پرستوں کے کسی نظریے کے مقابل اپنی آب و تاب سے محروم نہیں ہوئی۔ یہ واشگاف حقیقت ہے کہ انجیل مقدس کا خدا نیز فطرت کا خدا ایک اور صرف ایک وجود ہے

کوہستانی سلسلوں، اجرام سماوی اور سمندروں کے ذریعے انجیل مقدس میرے ساتھ ہمکلام ہوتا ہے۔ یہ اسی کی دلآویز آواز ہے جو ان سرسبز و شاداب مرغزاروں سے گزر کر میرے کانوں تک پہنچتی ہے جن میں خوب صورت پرندے چہچہاتے ہیں اور حیات سے بھرپور حیوانات چوکڑیاں بھرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۷

دنیائے نباتات میں خدائے تعالیٰ کے نقوش

جیرلڈ ٹی۔ ڈین ہارٹنگ

(محقق زراعت و حیاتی شماریات)

اس باب میں زیادہ تر پودوں کے توالد و تناسل کے بارے میں بحث کی جائیگی۔ پودوں میں موروثی توالد و تناسل کا اولین حوالہ کتاب تخلیق کے پہلے باب میں ملتا ہے جو یہ ہے۔

خدا نے حکم دیا کہ زمین گھاس پیدا کرے، جڑی بوٹیاں اپنے بیج اور ثمردار درخت اپنے پھل پیدا کریں اور ایسا ہی ہوا۔ زمین نے گھاس پیدا کی جڑی بوٹیوں نے اپنی نسل کا بیج اور ثمردار درختوں نے اپنا پھل پیدا کیا، جس میں ان کا بیج بھی تھا اور خدا نے دیکھا کہ یہ خوب تھا۔"

انجیل مقدس کے اس انکشاف پر روحانی یقین سے قطع نظر، اس آیت کی علمی تصدیق کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے موضوع پر ذرا تفصیل سے بحث کریں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۰۰ء میں ڈی دریس، کورنس اور دان شرمک نے اپنی جداگانہ مساعی کی بدولت مینڈل کا قانون دریافت کیا اور یہیں سے سائنس میں جدید علم تحقیق کا آغاز ہوا۔ اپنے ان تجربات کی بنا پر، جو ۱۸۵۰ء اور ۱۸۶۰ء کے مابین کیے گئے۔ جی، جے۔ مینڈل نے علیحدگی، جدائی اور درجہ بندی کے قوانین بنائے ان قوانین نے ۱۹۰۶ء میں ڈبلیو بیٹسن اور آر۔ سی۔ پنٹ کے نظریہ انسلاک و ارتباط اور ۱۹۱۹ء میں پی۔ ایچ مارگن کے نظریۂ منبع وراثت کے ساتھ مل جُل کر دورِ جدید کی علمی تحقیقات کے لیے بنیادیں فراہم کی ہیں۔

عالمی لحاظ سے پودوں کا قانونِ وراثت مینڈل کے پیش کردہ حقائق کی نسبت زیادہ پیچیدہ ہے۔ خواہ اس میں بنیادی اصول کارفرما ہی ہوں۔ قابلِ کاشت پودوں کے بہت سے خصائص قدرتی طور پر مختلف اثرات کے ماتحت گوناگوں ہوسکتے ہیں۔ پھر بعض اجزا دوسرے اجزاء پر کچھ نہ کچھ غلبہ بھی حاصل کرسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ماحول بھی ان خصائص کے اظہار پر معتدبہ حد تک اثر انداز ہوتا ہے۔

اس کی ایک مثال مکئی کا سبزی مائل ہونا ہے۔ ابتدا میں جب کونپل کی شکل میں ہوتی ہے، جب درجۂ حرارت کم ہوتا ہے تو اس کے پتے ذرا زرد رنگ لیے ہوتے ہیں۔ لیکن جوں جوں پودے کی عمر بڑھتی ہے یہ روز بہ روز زیادہ گہرا سبز ہوتا جاتا ہے اور اپنی اصلی شکل اختیار کرلیتا ہے۔

پودے کی وہ ہیئت کذائی جو ہمارے سامنے ہوتی ہے اس کے ان تمام خصائص کا مظہر خیال کی جاتی ہے جو اس کے گروہ کے پودوں میں موجود ہونے چاہئیں۔ یہ خصائص تین بڑے اجزا سے مرکب ہوتے ہیں اول وہ اجزا جو نسل اور ورثے کے اثر سے ہوتے ہیں۔ دوسرے وہ جو ماحول سے پیدا ہوتے ہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرے وہ جو ماحول کے اثرات اور تناسلی خصائص کے ایک دوسرے پر اثر انداز ہونے سے پیدا ہوتے ہیں۔

اس حقیقت کو یوں سمجھیئے کہ اگر جَو کی ایک قسم بلا انتخاب ایک موسم میں مینی سوٹا میں بو دی جائے اور دوسرے موسم میں الاسکا کے سرد ماحول میں کاشت کی جائے، پھر تیسرے موسم میں دوبارہ مینی سوٹا میں بوئی جائے اور پھر اس کا مقابلہ تینوں موسموں میں مینی سوٹا میں کاشتہ جَو کے ساتھ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس خاص قسم میں معمولی سا فرق بھی نہیں ہوا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہنا بجا ہوگا کہ ان پودوں کی تناسلی قوتیں مختلف ماحول میں کاشت کے باوجود تبدیل نہیں ہوئیں۔

پودوں کے مختلف مظاہر میں جو تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں، ان کی وجہ مادی ماحول کے علاوہ نباتیاتی ماحول بھی ہے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں جئی کاشت کرنے والے لوگ ایک محاورہ بولتے ہیں۔ "جئی ختم ہو گئی ہے" ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جئی میں خرابی کے انسداد کی قوتیں کم ہو رہی ہیں اور اب اس کا خراب ہو جانا ممکن ہے۔ کاشتکار اس محاورے کو لمبا اور غلطی سے کسی قسم میں کسی تبدیلی کے وقوع پر بھی استعمال کر جاتے ہیں۔ فی الحقیقت ختم ہو جانے یا خراب ہو جانے کے شبہے کا وقوع بیماری کی ایک خاص قسم کی قوتِ مدافعت کے عناصر اور کسی نئی نامعلوم قسم میں تبدیل ہو جانے کے شبہات کے مابین ربط اور تعلق سا پیدا ہو جاتا ہے۔

ذرا بڑے اور اونچے پودوں میں بیماری کی قوت مدافعت کی نوعیت بڑی الجھی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ حقیقت میں دو مختلف پیچیدہ نباتیاتی ذرائع کے ایک دوسرے پر اثر انداز ہونے کا لازمی نتیجہ ہے۔ یہ ذرائع ایک تو وہ قوت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جو پودے میں موجود ہوتی ہے اور دوسری وہ قوت جو بیماری پیدا کرنے کا موجب بنتی ہے جس کی کسی خاص صنف میں ظاہری تبدیلی کا سبب بیماری پیدا کرنے والے ذرائع کا مقامی طور پر وجود ہے، نہ کہ اس صنف میں کسی تخلیقی تبدیلی کا وجود۔

مشہور فرانسیسی ماہر نباتیات ڈی جیونے پودے کی ایک صنف کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

"خاص صنف ہونا ایک ہی قسم کے پودوں کا نسلی طور پر ایک دوسرے کا جانشین بننا ہے جسے توالد و تناسل کا لامتناہی سلسلہ متواتر اور لگاتار چلاتا رہتا ہے۔"

ایک خاص صنف کے تمام پودوں کے مخصوص وضع کے ایسے تنے، ڈالیاں پتے اور پھول ہوتے ہیں جو صنف کے اندر وقوع پذیر تخلیقی اختلافات سے نمایاں اور ممتاز ہوتے ہیں۔ بہت سی اصناف میں کچھ انسانی انتخاب کے ذریعے اور کچھ فطری انتخاب کی بدولت دوہری صلاحیتیں رکھنے والے ایسے پودے دریافت ہو چکے ہیں جو ہزاروں سال پرانے مروجہ پودوں سے زیادہ پھلتے پھولتے ہیں۔ مستقبل میں اس ترقی کے جاری رہنے کا یقین کیا جا سکتا ہے لیکن یہ بات پیش نظر رکھنا بہت ضروری ہے کہ انتخابی طریق کار آب و ہوا یا ماحول کی تبدیلی اور نباتیاتی اعداء کے مسلسل اور وسیع حملوں سے قطع نظر پودوں کی اصناف میں بنیادی طور پر نمایاں تبدیلی نہیں ہوتی اور اس طریقہ سے خلاقِ اعظم کے اس حکم کی جو کتابِ تخلیق کے باب اول میں مندرج ہے، آج تک تعمیل ہو رہی ہے۔

پودوں کی اصناف میں بنیادی تبدیلی پیدا نہ ہونے کا ثبوت آثارِ قدیمہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے نکلنے والے گندم اور دوسرے پودوں کی پیداوار کے نمونوں سے مل سکتا ہے، جو ہزاروں سال گزر جانے کے باوجود زیادہ تبدیل نہیں ہوئے جی، واٹ نے اپنی اس کتاب میں جو روئی کی تاریخ کے متعلق ہے لکھا ہے کہ تھیوپرسٹس سنہ ۳۵۰ء ق۔م میں اُون سے لدے ہوئے درختوں کا ذکر کرتا ہے جو خلیج فارس کے علاقہ بحرین کی زمین پر تھے۔ روئی اور کپاس کے پودے جو کبھی افسانوی پودے تھے، آج کل کتنی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

یہ درست ہے کہ پودوں کی زندگی میں کبھی کبھار کچھ لونی یا جنسی تبدیلیاں ہو جاتی ہیں لیکن یہ تبدیلیاں بھی پودے کی اصلی صنف پر کوئی اثر نہیں کرتیں۔ انتخاب میں یا تبدیلی نہ ہونے کی حالت میں نسل کشی کا طریقہ آزمایا جا سکتا ہے لیکن ہارڈی کے مشکل لیکن مشہور فارمولے سے یہ امر یقینی ہو جاتا ہے کہ آخرکار جنسی مساوات پیدا ہو جاتی ہے۔ وراثت کا دستور ہر صنف کو مستقل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس صنف کو اعلےٰ وضع سے ہٹنے نہیں دیتا۔

اس مضمون نگار کو یقین ہے کہ ایک خدائے جلیل موجود ہے جو متواتر پودوں کی حیرت انگیز زندگی ان کے اسرار اور ناقابل تغیر قوانین کی صورت میں خود کو متواتر جلوہ گر کرتا رہتا ہے۔ اور اس کے یہ جلوے جن صورتوں میں نظر آتے ہیں وہ یہ ہیں:۔

(۱) تنظیم:۔ پودوں کی نشوونما اور پھر ان کے پھلنے پھولنے کا عمل جو ایک خلیے کے بڑے ہو جانے اور تقسیم ہونے کا نام ہے، انتہائی مرتب، باقاعدہ اور حیرت انگیز ناقابل تغیر طریق سے تکمیل کو پہنچتا ہے۔

(۲) پیچیدگی:۔ ایک سادہ سے پودے کی نشوونما اور اسکی قسم کے پودوں کی پیدائش کا جو پیچیدہ طریق کار ہے، انسانی دماغ آج تک ایسی پیچیدہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں بنا سکا ہے۔

(۳) حسن :۔ پودوں، تنوں، پتوں اور پھولوں کو جو ملکوتی حسن ملا ہے وہ نابغہ قسم کے انسان بھی اپنی مصنوعات کو نہیں دے سکے۔

(۴) تولید و توازت :۔ پودے اپنے ہم شکل اور ہم مثل نباتات پیدا کرتے رہتے ہیں اور یہ تولید و توارث بے ہنگم طریق پر نہیں ہوتی بلکہ گندم از گندم بروید جو از جو۔ بہر حال، ہر دور اور ہر زمانے میں زیتون کے درخت سے زیتون ہی کا درخت اُگے گا۔

راقم کے نزدیک یہ ساری باتیں اس امر کا ثبوت ہیں کہ ایک خلاق اعظم خدائے جلیل موجود ہے جس کے علم اور جس کی طاقت کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۸

ایک ناظر جنگلات کے عملی تجربے

لارنس کولٹن واکر

(محقق جنگلات و نباتیاتی عضویات)

انجیل مقدس کے حوالے سے کہا جا سکتا ہے کہ خدا تعالےٰ کے تحقیقی کارنامے بے ہنگم نہیں بلکہ اس کے بالکل برعکس اس کی تخلیقی کارگزاریاں ایسی منظم اور مرتب ہیں کہ یہ نظم و ضبط کی اعلےٰ ترین مثالیں ثابت ہو سکتی ہیں۔

بسا اوقات ایک ناواقف آدمی بھی جب وادی میں کھڑا ہو کر پہاڑوں کی سر بفلک چوٹیوں پر نگاہ ڈالتا ہے تو ان کی عظمت کو خدائے تعالےٰ کی طرف منسوب کرتا ہے اور سوسن سے پٹے ہوئے مرغزاروں کے سکوت میں بادِ صبا کی سرسراہٹ اسے یہ پیغام دیتی ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے عساکر بھی اس قدر باعظمت و باحشمت نہیں تھے۔ جتنی آسمان سے سرگوشیاں کرتی ہوئی یہ چوٹیاں ہیں۔

یہ تو سچ ہے کہ یہ باعظمت ایک بے مثال معمار کی دستکاری کا مظہر ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اگر ہم خالق کی تخلیقی سرگرمیوں کا مزید ثبوت تلاش نہ کریں تو ہماری مثال اس شخص کی ہو گی جو کسی بڑھئی کے خوبصورت مکان میں نقلی چولوں کو اصل چوکھٹے میں پیوست دیکھ کر ہی اُس مکان کی تعریف و توصیف شروع کر دیتا ہے اور اتنا دیکھنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتا کہ کس نفاست سے مختلف تختوں اور کڑیوں کو ہموار کیا گیا ہے، کس عمدگی سے گوشے چوکور رکھے گئے ہیں اور کس محنت سے اندرونی تزئین و آرائش کی گئی ہے۔

اگر خدا تعالےٰ کی کائنات صرف ان زرخیز سرسبز و شاداب وادیوں تک محدود ہوتی جو کٹتے ہوئے پہاڑوں سے بہہ کر آنے والی مٹی کی تہ سے بنی ہیں تو علم نباتات کے ماہرین اُسے اتنی وقعت کی نگاہ سے نہ دیکھتے خدائے تعالےٰ کے مقاصد اور اطوارِ تخلیق کو دیکھنے کے لیے انسان کو اپنی پوری قوتِ بینائی سے کام لے کر میدانوں اور جنگلوں کی چھوٹی چھوٹی اشیاء پر بھی عمیق نظر ڈالنی پڑتی ہے اور اسی باریک بینی کی بدولت انسان فطرت سے مافوق الفطرت تک معرفت حاصل کرتا ہے، یہ کہنا لاحاصل ہے کہ مافوق الفطرت پر یقین خدا تعالےٰ پر یقین کے مترادف ہے۔

کارلی ہیم نے اپنی کتاب عیسوی مذہب اور علمِ فطرت، میں یہ نکتہ یوں بیان کیا ہے۔

"اُس کائنات کا معجزانہ نظام نہ صرف ایک خلّاق کے وجود کی تصدیق کرتا ہے بلکہ ایمان باللہ کی بھی دعوت دیتا ہے۔ فطرت کے مطالعے سے خدائے تعالےٰ تک رسائی کی راہ جس پر ارباب عقل و دانش اور صاحب بصیرت حضرات ہمیشہ سے گامزن رہے ہیں، اور جو علّت و معلول کے میکانکی رشتہ کی وجہ سے مسدود ہو گئی تھی، اب طالبانِ حقیقت کے لیے پھر کھل گئی ہے۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجھے ایک ناظرِ جنگلات کی حیثیت سے (جس کا کام اشجار کے عضویات نیز ان کے ماحول کے باہمی تعلق کا مطالعہ ہوتا ہے) جس قسم کے تجربات ہوئے ہیں اسکی بدولت میں جنگلوں کے گواہوں کی یہ شہادت قلم بند کرتا ہوں۔

جنگلات کی زمین کی تخلیقِ نو

ایڈی رنڈاک کے پہاڑوں میں ریت کی ایسی موٹی تہیں ملتی ہیں جو برفانی ٹکڑوں کی خستگی سے وجود میں آتی ہیں۔ مقامی طور پر جڑی بوٹیاں پیدا ہو جانے سے زمین کا ترشوی مادہ اوسط درجے کے خصائص کے حامل مادے کی حد تک کمزور پڑ جاتا ہے۔ نشو ونما دینے والی بنیادی قوتیں، بالخصوص پوٹاشیم، باستثناء ان کے جو مختلف مرکبات میں موجود رہتے ہیں، زمین سے اتنی تیزی کے ساتھ خارج ہو جاتے ہیں جتنی تیزی کے ساتھ وہ اجزاء کی ریخت کی بدولت میسر آتے ہیں۔ یہ ریتلے میدان صنوبر، اناس اور شیکران کے جنگلات کے لیے مفید تھے لیکن موافق جغرافیائی حالات کی وجہ سے وہاں کاشتکاری کا آغاز کر دیا گیا۔ سو سال تک ہر آن ترقی پذیر کاشتکاری کی وجہ سے زمین کی طبیعی زرخیزی میں فرق آ گیا چنانچہ ان میدانوں کو چھوڑ دیا گیا اور پودے اگا کر جنگل کاشت کیے گئے۔

صنوبر اور سرخ و سفید اناس کے پودے لگانے کے چند سال بعد زمین میں پوٹاشیم کی قلت محسوس ہونے لگی۔ مزید تحقیقات سے معلوم ہوا کہ شاہ دانہ اور سفید برچ کی خود رو جڑی بوٹیوں کے پتوں میں پوٹاشیم کی کمی ظاہر ہو رہی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ غیر معمولی رنگ آرائی زیرِ تجویز بانات کی جگہوں کے لیے رہنما کا کام دے سکتی ہے خدا کی تخلیقی تنظیم انسان کی ادنیٰ حالتوں کو ارفع بنانے میں زیادہ واضح ہوتی ہے۔ یہی نہیں کہ وہ اس امر میں انسانوں کی رہنمائی کرتا ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ صنوبر یا سرخ و سفید انناس کہاں لگائے جائیں اور کہاں نہیں بلکہ یہ بھی سکھاتا ہے کہ کون سے زیادہ نفع دینے والے پودے کم پوٹاشیم کی زمین میں پروان چڑھ سکتے ہیں۔ خودرو جڑی بوٹیوں، گھاس، جنگلی شہتوتوں اور سفید انناس وغیرہ کے پتوں کے تجزیے سے زمین کی قوتِ نمو کا پتہ بھی چلایا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر سفید انناس میں اس وقت کمی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں جب پوٹاشیم ۵ فیصد سے کم ہو۔

ایک اور اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب مظہرِ قدرت یہ دیکھنے میں آیا کہ سفید برچ، جو ایک جنگلی خودرو بوٹی ہے، میدانوں میں بکثرت پیدا ہوتی ہے لیکن اس کی چھتری یا چوٹی کے تلے سفید انناس بھی خوب پھلتا پھولتا ہے۔ ایسی صورت میں انناس کے پودے چھتری یا چوٹی کے چاروں طرف پائے جاتے ہیں اور کسی طرح بھی پوٹاشیم کی کمی کا احساس نہیں ہوتا۔ زمین اور پتوں کے تجزیے سے پتا چلتا ہے کہ برچ اور انناس کے اس مجموعے میں ایک دوسرے سے ماخوذ پوٹاشیم کی مقدار کھلی زمین والے پودوں سے تین گنی ہو جاتی ہے۔ اس طریقے سے یہ امر مسلم ہو جاتا ہے کہ سفید برچ کی خوراک مہیا کرنے والی قوت ایسی زمین کو بھی دوبارہ قوت عنایت کرتی ہے جو ناقابلِ زراعت ہو چکی ہوتی ہے اور زمین کو دوبارہ نامی قوتوں سے زندہ کرنا اس ماہرِ فن کار ہی کا کام ہے جو زندگی اور بے جان مادے کی درمیانی خلیج پاٹتا ہے۔

ایک ایسا ہی نامیاتی اثر کنکٹی کٹ وادی میں دیکھا گیا جہاں سرخ صنوبر اور کیچوے مل کر چونے کی مقدار بڑھانے کا کام سرانجام دیتے ہیں۔ سرخ صنوبر کے پتے جنگل کے فرش پر چونا جمع کراتے ہیں۔ ان پتوں کے اس چونے کی کثیر مقدار کی بنا پر کیچوے بڑی سرعت سے ان پتوں کو ہضم کر لیتے ہیں اور اس فعل سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پودوں کی پیدائش میں مدد دینے والے چونے کی کافی مقدار فراہم کردیتے ہیں۔ سرخ صنوبر کے معاملے میں نہ صرف یہ کہ پودوں کی خوراک پر اثر پڑا بلکہ سیلابوں کی راہ میں رکاوٹ بننے والے بہت سے اسباب بھی پیدا ہوگئے۔

خراب زمین کی قوت بحال کرنے کے لیے آسمانی طاقت جو تدابیر اختیار کرتی ہے ان کے بارے میں اور بھی بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ عام صورتوں میں تو جنگلات کو ایک طرح کی دوامی زندگی اور ایک طرح کا استقلال میسر آتا رہتا ہے۔ پودے اپنے جیسے پودے پیدا کرتے رہتے ہیں اور لامحدود عرصے تک بے پناہ قوت افزائش کی بنا پر اپنی قسم کے پودے قائم رکھتے ہیں، تاوقتیکہ انسان آگ یا آندھی ان کی اس سرگرمی کو روک نہ دے۔ انسان اور صرف انسان ایسی زمین کو جو شہتیروں کی لکڑی مہیا کرتی ہے، فصل اگانے کے کھیتوں یا چراگاہوں میں تبدیل اور درختوں کو تباہ کرکے سیلاب کو دعوت دیتا ہے۔

انسان سیلاب کی تباہ کاریوں کو روکنے کے لیے بند تعمیر کرتا ہے لیکن یہ سب کچھ ایک ایسی طاقت کے مقابلے میں، جسے نہ چونے بجری کی دیوار روک سکتی ہے اور نہ کوئی مضبوط چٹان، صرف عارضی انتظامات کی حیثیت رکھتا ہے۔ انسداد سیلاب کے لیے تو اس مسئلے کی اصل گتھی سلجھانی چاہیے اور وہ بند بنانے سے نہیں بلکہ جنگلات لگانے ہی سے سلجھ سکتی ہے اور پودوں کی سریع افزائش اس مشکل کو بہت جلد آسان کردیتی ہے۔ خراب زمین کو اس کے حال پر چھوڑ دینے سے ایک سال کے اندر اندر گھنی گھاس بوٹیاں، جھاڑیاں اور درختوں کے چھوٹے چھوٹے پودے بکثرت اگ آتے ہیں اور احیائے زمین کا کام شروع کردیتے ہیں۔ مشرقی افریقہ کے علاقوں میں پچیس سال کے بعد زمین کی سطح پر گلے سڑے پتوں کی ایک اور تہہ بچھ جانے کا امکان ہے۔ اس سے سرد تر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاقوں میں بھی یہ تہیں زمین ترک کرنے کے بعد پچاس سال کے اندر اندر دیکھنے میں آتی ہیں یہ تہ زمین کو اس کی اصلی ساخت پر تو نہیں لاتی مگر انسداد سیلاب اور حیات نو کے لیے بڑی مفید ہوتی ہے۔

گوئٹے نے اس بات کو یوں بیان کیا ہے۔

"ہم فطرت کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ یہ ہمیشہ سچی، سنجیدہ اور مستقل مزاج ثابت ہوتی ہے۔ غلطیاں اور قصور ہمارے ہوتے ہیں یہ فطرت نااہلوں اور نالائقوں کا راستہ روکتی ہے، لیکن سچے، اہل، اور نیک لوگوں پر اپنے اسرار منکشف کر دیتی ہے۔"

جنگلات کی بنا کا دوبارہ قیام

اس صدی کے آغاز میں جب انڈوتھیا (ENDOTHIA) نامی بیماری شاہ بلوط کے درختوں پر حملہ آور ہوئی اور تیزی سے پھیلی تو بہت سے لوگوں نے ان قدآور درختوں کی چھتری میں ایسے شگاف پڑنے کا اندیشہ ظاہر کیا جو پُر نہیں ہو سکے اور اس قسم کے اشجار پر امریکی شاہ بلوط کی بالادستی مسلم تھی اونچے درجے کی دیرپا عمارتی لکڑی، گودا، ٹینن (چھال کا تیزاب) پھل اور سایہ وغیرہ وغیرہ اس کے فوائد میں شمار کیے جا سکتے تھے اور یہ شاداب و زرخیز وادیوں میں نیز بنجر پہاڑی ڈھلانوں پر یکساں بہتات سے پیدا ہوتا تھا۔ ۱۹۰۰ء میں ایشیا سے انڈوتھیا نام کی علت کے وارد ہونے تک اس پر کسی بیماری کا حملہ نہیں ہوا تھا، اور اس وقت تک یہ جنگلات کا بادشاہ خیال کیا جاتا تھا مگر اب قریب قریب ناپید ہو چکا ہے۔ بس کہیں کہیں اونچے بے برگ تنوں پر پھوٹتی ہوئی باریک کونپلیں اس کے ماضی کی عظمت کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی یاد دلاتی ہیں کہ عظیم درخت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی عظیم انسانوں کی طرح فنا ہو سکتے ہیں۔

لیکن جنگلوں کے یہ شگاف بھی آخر پُر ہو گئے۔ کچھ اور ایسے درخت جو اتنے گھنے سائے کو برداشت نہیں کر سکتے، اپنی نشوونما کے لیے شاید انہی شگافوں کا انتظار کر رہے تھے۔ شگاف پیدا ہونے سے پہلے تک درخت جنگلوں کا معمولی سا جزو ہے اور شاذ ہی بڑھتے اور پھلتے پھولتے تھے لیکن اب شاہ بلوط کی عدم موجودگی کا احساس تک نہیں ہوتا کیوں کہ اب دوسری قسم کے درخت پوری طرح اُن کی جگہ لے چکے ہیں جو ہر سال ایک انچ محیط میں اور چھ انچ لمبائی میں بڑھتے ہیں۔ اتنی سُرعت کے ساتھ بڑھنے کے علاوہ بہترین لکڑی جو بالخصوص باریک کٹائی کے کام آ سکتی ہے، ان درختوں سے حاصل کی جاتی ہے۔ کیا قدرت کا یہ عظیم منصوبہ صرف حالات کی بدولت ہی پورا ہو گیا؟

شاہ بلوط کے علیل اشجار کے جنگلوں کی نگہداشت کے بارے میں ایک تجربہ کار ماہر جنگلات جس کی معیت میں مجھے بھی مطالعۂ فطرت کا موقعہ ملا، لوگوں کو ان کے غلط اور خام منصوبوں کی بنا پر ہدف ملامت بناتا رہا ہے۔ اس کا اصرار ہے کہ کتابِ فطرت کی ورق گردانی کر کے ہی اس بلائے ناگہانی کا علاج تلاش کیا جا سکتا ہے۔ آئزک وائس نے اسے ایک شعر میں یوں موزوں کیا ہے ؎

فطرت اپنی ضخیم کتاب کے اوراق کھولے کھڑی ہے
تاکہ اپنے خالق کی حمد و ثنا وسیع دنیا میں پھیلا سکے

مستند اور عظیم ماہر نباتات آسا گرے نے ۱۸۸۰ء میں کہا تھا۔

"کوئی بھی خدا پرست عیسائی اس پر متفق نہیں ہو سکتا کہ جو کچھ سائنس مافوق الفطرت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخصیتوں سے لے کر فطرت کے حوالے کرتی ہے وہ خدا پرستی کی نذر ہو جاتا ہے۔ سائنس کا تعلق تو صرف فطرت کے طریق کار سے ہے۔ سائنس کا کام نیز اس کا استحقاق یہ ہے کہ مظاہر قدرت اور واقعات و اسباب کو ابتدائی شکل میں نہیں تو بالآخر خدا کی رضا پر چھوڑ دیے۔

اچھوتی تخلیق کی نئی تشریح

پودوں میں کچھ ہارمون ہوتے ہیں جو مختلف طریقوں سے عمل کرتے ہیں ایسا ہی ایک مرکب T-S-4-2 ٹماٹروں کو پکاتا ہے، دبے ہوئے آلوؤں میں پتے نکالتا ہے، جاڑوں میں ریشے اور بُن پیدا کرتا ہے اور ہارمون ایسے ہی بہت سے کام سرانجام دیتے ہیں جو ابھی تک ظاہر نہیں ہوئے ہیں۔ یہ ہارمون جو نشوونما میں باقاعدگی پیدا کرنے کا موجب ہے آج کل ہماری تجربہ گاہ میں زیر مشاہدہ ہے اور یہ حقیقت کہ ایک خلاق نے اجزائے مادہ کو اس طرح ترتیب دیا ہے کہ یہ ترتیب انسان کے لیے بہت زیادہ غور و فکر کا سامان مہیا کر سکتی ہے اور تخلیق کائنات کا بہت بڑا ثبوت ہے۔

ہمیں اس مرکب کے مساوی القدر ریڈیائی مرکب کے طرز عمل سے خصوصی دلچسپی ہے۔ یہ ریڈیائی مرکب پتوں سے جڑوں تک بخوبی سرایت کر جاتا ہے اور اس کا سراغ بھی آسانی سے لگایا جا سکتا ہے۔ کسی شکی مزاج انسان کے لیے یہ بات معجزہ ہو یا نہ ہو۔ لیکن ہم اسے خدا تعالےٰ کی تخلیقی قوت کا عظیم اور روشن کرشمہ خیال کرتے ہیں۔

ان مشاہدات میں یہ حقیقت بڑی اہم ہے کہ مرکب کسی شجر پر، اس کی تاثیر کی پرواہ کیے بغیر T-S-4-2 ہی رہتا ہے، کیمیاوی تبدیلیوں میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف دس فی صد دوسرے مرکبات میں تبدیل ہوتا ہے اور یہ حقیقت بھی اہمیت سے خالی نہیں کہ پتوں کی سطح پر جو خوراک مہیا ہوتی ہے اُس سے قطع نظر پتے خوراک کی بہت تھوڑی مقدار جذب کرتے ہیں اور غذا کے جزو شجر ہونے کے درمیان میں صرف فالتو توانائی ہی صرف ہوتی ہے۔ ان باریک حقائق سے پیدا شدہ سوالات کا جواب فطرت کے منظم و مرتب تخلیق اور اس کے ذی علم وصاحبِ بصیرت خلّاق کی ذات میں پوشیدہ ہے 7 - 5 - 4 - 2 کے مرکب کی آزمائش کے لیے ایک اور تجربہ بھی کیا جاتا ہے۔

ایک نشان کے ایک سرے پر کوئی دھبہ ڈال دیا جائے اور پھر اس سرے کو ڈولپر (DEVC/PCV) میں ڈبو دیا جائے۔ اجزائے مادہ کی باہمی کشش کی بدولت ڈولپر جذب ہو جائے گا اور پہلے دھبے کے اجزاء بھی اُس کے ساتھ ہی دُور ہو جائیں گے۔

یہ اس امر کا واحد ثبوت ہے کہ فطرت بہت سے ضوابط اور اصولوں کا ایک مرتب و منظم مجموعہ ہے، جسے (HEGEIES) نے "اصولِ کمال" کا نام دیا ہے۔ یہاں 14 C اور وہ الیکٹرون جو ایم سے کاغذ پر منتقل کیا جا سکتا ہے۔ اُس مسائل کے لیے شافی جواب ہو سکتا ہے جو خدا اور سائنس کے تضاد کے بارے میں بحث کرنا چاہتا ہے۔

خدا سائنس کے عظیم کرشموں کے ذریعے اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے جیسا کہ پال نے فرمایا۔

"وہ سب چیزوں سے پہلے ہے اور اسی سے سب چیزیں بنی ہیں۔"

اور جیسا کہ فلپ نے اپنی کتاب "معاہد کے نام خط" میں پال کی ترجمانی یوں کی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"خدا نے سچائی کو اتنا واضح بنایا۔ دُنیا کی تخلیق کے آغاز سے اس کی تحقیقات میں اس کی ازلی قوت اور معبودیت واضح نظر آتی ہیں، یہ بات سب جانتے ہیں اور سب کو نظر بھی آتی ہے۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۹

ایک باغبان نے کیا کیا سیکھا

والٹر ایڈورڈ لیمرٹس

(ماہر فن باغبانی)

میں خدا تعالیٰ پر ایمان کیوں رکھتا ہوں؟ اس کا صحیح جواب تو یہ ہے کہ میرے والدین نے مجھے دولتِ ایمان عطا کی ہے۔ مشیتِ الٰہی کا عمومی طریق کار یہی ہے۔ لیکن میرے والدین نے مجھے پریوں کے قصے بھی یاد کرائے تھے جن کی پُرلطف حقیقت مجھ پر جلد ہی کھل گئی البتہ جوں جوں دن گزرتے گئے میں خدا تعالیٰ کی عظیم قوتِ تخلیق اور بصیرت و دانائی سے زیادہ متاثر ہوتا گیا۔

ایک باغبان کے فرزند کی حیثیت سے مجھے پھل دینے والے بہت سے پودوں کی واشنگٹن کے مشرقی علاقوں میں صفر سے بیس ڈگری نیچے تک کے درجۂ حرارت سے موافقت ورطۂ حیرت میں ڈالے رکھتی۔ سارے موسم سرما بے جان رہنے کے بعد ہر فصلِ بہار میں ان کے عجیب و غریب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غنچے اور پھول میرے دل و دماغ میں حیرت اور مسرت کا طوفان اٹھا دیتے ہیں لیکن چونکہ وہ ہمارے علاقے کی آب و ہوا سے پوری طرح مانوس نہیں اس لیے آخر فصل کی دُھند اور کہر ان نو شگفتہ پھولوں کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ نتیجتہً کوئی نسل نہیں ہوتی اور لوگوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

مجھے اکثر یہ خیال ستاتا رہتا تھا کہ اگر خدا اتنا ہی مہربان ہے تو وہ اس طرح بار بار فصل کو تباہ کیوں کر دیتا ہے لیکن جلد ہی اس سوال کا شافی جواب مجھ پر منکشف ہو گیا اور وہ یہ کہ تصورِ خدا ئے تعالےٰ کا نہیں خود انسان کا ہے اور وہ یوں کہ ہم ایسی اقسام کی کاشت کرتے ہیں جنہیں ہمارے ہاں کی آب و ہوا راس نہیں آتی اپنے اصلی وطن میں جب وہ فصل کے آخر میں پھول اور شگوفے نکالتے ہیں، اس وقت تک دُھند اور کہر کے خطرات باقی نہیں رہتے۔ اگرچہ یہ تمام اقسام معتدل آب و ہوا والے خطوں کے لیے موزوں سمجھی جاتی ہیں لیکن ہر قسم نئی آب و ہوا سے موافقت پیدا کرنے میں ایک دوسرے کے مساوی نہیں اور صرف حسنِ انتخاب اور بے حد احتیاط کے ساتھ ہی اُسے مختلف علاقوں کی آب و ہوا کے موافق بنایا جا سکتا ہے۔

یہ بات بھی واضح ہے کہ ہر پودا ہر جانور صرف اس لیے پیدا نہیں کیا گیا کہ وہ اپنے وطن میں ہی رہے بلکہ اسے تغیر پذیری کی صلاحیت بھی ودیعت کی گئی ہے جو ضرورت کے وقت انہیں ہر قسم کی آب و ہوا سے موافقت پیدا کر لینے کے قابل بنا دیتی ہے پودوں کی اس تغیر پذیری کی صفت کے مطالعے کا نام (GENEJICS) ہے چونکہ میں لڑکپن ہی سے نباتیات کے چھوٹے پودوں میں تغیر و تبدل کا مطالعہ کیا کرتا تھا اس لیے میرے دل میں ان کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کی خواہش موج زن ہوئی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناشپاتی کے نوخاستہ درختوں اور پھولوں کے مطالعے کے ساتھ ساتھ مجھے حشرات الارض کے مطالعے سے بھی شغف تھا۔ مثلاً شہد کی مکھیاں اور ان جیسی دوسری مخلوقات۔ سوال یہ تھا کہ یہ متوازی تبدیلی کیسے رونما ہوئی۔ جین ہنری فیبرؒ کی فاضلانہ کتاب نے جو حشرات الارض کی حیرت انگیز زندگی اور ان کے پیچیدہ سماجی نظام کے بارے میں لکھی گئی ہے، فطرت کے حیران کن اسرار مجھ پر منکشف کر دیے۔

ان تمام امور سے یہ بات تو واضح ہوتی تھی کہ کوئی ایسی مخالف طاقت قائم کر رہی ہے جو انسان کے ان طریقوں میں معمولی تبدیلی پیدا کرتی ہے جن سے وہ پودوں یا جانوروں کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی لاتعداد چونٹیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور شہد کی مکھیاں وجود میں نہیں آتیں یا یہ کہ کبھی پھل بالکل پیدا نہیں ہوتے اور کبھی اتنی بہتات سے پیدا ہوتے ہیں کہ بازار میں مانگ نہیں رہتی۔ یا یہ کہ زمین جو زرخیزی کے لحاظ سے ناقص سے ناقص تر ہوتی جا رہی ہے، خودرو جڑی بوٹیوں کا ایک جنگل اُگا دیتی ہے، یہ سب کیوں ہوتا ہے؟ فطرت اس کے جواب میں خاموش رہی لیکن انجیل مقدس نے جواب مہیا کر دیا اور وہ یہ کہ سقوطِ آدم سے لے کر آج تک زمین اور فطرت پر ایک طرح کی لعنت[1] مسلط ہے تاہم تخلیق کی اتنی برکت اب بھی باقی ہے تاکہ خدا تعالےٰ کی حیرت انگیز طاقت اور

---

[1] قرآن مجید کا نقطۂ نظر اس معاملے میں بالکل مختلف ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جس وقت اپنی لغزش کے لیے معافی مانگی تو اللہ تعالےٰ نے انہیں بالکل معاف کر دیا۔ اس لیے انکی توبہ قبول ہو جانے کے بعد اب انسانیت پر بحیثیت اولاد آدم کوئی لعنت مسلط نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سائنس اور مذہب عیسوی میں تفصیل سے بیان کیا ہے - اگر پودوں اور جانوروں کی ٹھیک سے پرورش کی جائے تو ان کی تغیر پذیری کا نقطۂ کمال جلد ہی آجاتا ہے - پودوں اور حیوانات کی صحبتِ ہم جنس سے نسل کمزور پڑ جاتی ہے - سوائے ایسی تبدیلیوں کے جو شاذ و نادر وقوع میں آتی ہیں - یہ کمزور نسلیں اپنے صحیح مثیل پیدا کرتی رہتی ہیں جو ہر لحاظ اور ہر سمت سے مختلف نہیں ہوتے جیسا کہ ڈارون سمجھتا ہے - شاذ و نادر تبدیلی کا موقع نظریہ ارتقاء کے معتقدین کے لیے موثر ترین ہتھیار اور اہم ترین ثبوت ہے لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کیا وہ فی الحقیقت تغیر سے متاثر ہوتے ہیں؟ بہت سے مادہ ہائے حیات، خصوصاً پھلوں کی مکھی کا عمیق مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ تبدیلیاں زیادہ تر مہلک ہیں اور جس تبدیلی میں انتہائی ناقص اور خام ہوتی ہے لہٰذا ایسے موروثی تغیرات سے وہ تبدیلیاں کبھی نہیں ہو سکتیں جو نسلوں کی نسلوں کو یکسر بدل کر رکھ دیں۔

بہت کم صورتوں میں پھلوں کی مکھی کے ایک پر کی تبدیلی جسے (EVCVSAE) کہتے ہیں، زیادہ مقدار میں قوتِ زیست کا اظہار کرتی ہے۔ لیکن اس کے پروں والی دوسری مخلوقات سے گٹھ جوڑ کرنے سے قوتِ زیست میں نمایاں کمی آجاتی ہے تاکہ یہ فرض کر لینے کے باوجود کہ ایسی تبدیلیاں جو شاید ایک فی صد فائدہ بھی پہنچاتی ہوں، شاذ و نادر وجود میں آتی ہیں - یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی قسم میں اتنی سرعت سے کیسے مجتمع ہو جاتی ہیں۔ نظریہ ارتقاء کا تجزیہ ریاضی کے اصول سے کرنے والے پیجو (PATAU) نے کہا ہے کہ نئی تبدیلی مکمل ہوتے ہوتے دس لاکھ پشتیں گزر جانے کا امکان ہے اس سے اندازہ کیجئے کہ کتے کی طرح پانچ انگلیاں رکھنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والے کسی حیوان کی نسل میں گھوڑے جیسا جانور پیدا ہونے کے لیے کتنا عرصہ درکار ہوا ہوگا۔

آخر میں یہ بتانا ضروری ہے کہ ان پیچیدہ اجسام کے مطالعے سے جنہیں کروموسوم (CHVOMOSOME) کہتے ہیں اور جن میں کسی جسم کے خصائص متعین کرنے والے اجزاء موجود ہوتے ہیں۔ اُن کے نمونے اور بناوٹ میں اچھی خاصی تبدیلی کا اظہار ہوا ہے۔ یہ تبدیلی بہت ہی قریبی تعلق رکھنے والی اقسام حشرات میں بھی ظاہر ہوئی ہے۔

ڈوبزنسکی نے (DOOBZHANSKi) اپنی مشہور تصنیف میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ کچھ کروموسوم تبدیل شدہ اجزا سے اتنی خوبی کے ساتھ تشکیل پاتے ہیں کہ اپنے اصلی نمونوں سے ان کی مشابہت باقی نہیں رہتی۔ کروموسوم میں یہ نمایاں اختلافات کیوں پیدا ہوئے؟

اگر گنجائش ہوتی تو یہاں ان کے علاوہ بھی بہت سے حقائق پیش کیے جا سکتے تھے اور یہ ثابت کیا جا سکتا تھا کہ مادہ پرست نظریہ ارتقاء حیوانی دنیا میں وقوع پذیر تبدیلیوں کے لیے کوئی وجہ جواز پیدا نہیں کرتا۔ یہ حقائق صاف طور سے ایک ایسے خالق کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، جس نے ایسی زندہ مخلوق پیدا کی جو محدود تبدیلی اور تغیر قبول کرنے کے قابل ہے تاکہ وہ اپنے اصلی وطن کے علاوہ دوسرے علاقوں اور متخالف حالات میں بھی قائم رہ سکے۔

تاہم مطالعہ فطرت خالق کی قوت اور دانائی ہی کو ظاہر کر سکتا ہے اُس کے مقصد کی طرف رہنمائی نہیں کر سکتا۔

پال نے فرمایا ہے۔

"اب ہم ایک رنگین شیشے میں سے دیکھنے کی سعی کرتے ہیں لیکن تب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھیں گے۔ اب ہمیں اجمالی سا علم ہے لیکن تب ہمیں اتنا علم ہوگا جتنا کہ خود ہمیں اپنے بارے میں حاصل ہے۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۲۰

اربوں زندہ خلیوں کا پیغام

رسل جارلز آرڈسٹ

(ماہر نباتیات وحیوانیات)

زندہ خلیوں کا مشاہدہ ایک حیرت انگیز تجربہ ہے۔ ایک آبی بوٹی (ELOAEA) کے پتے کا سرا خردبین پر لگائیے اور اُسے قریب سے مشاہدہ کیجئے۔ ایک حسین اور منظم مظہر حیات آپ کے سامنے ہے۔ ہر خلیہ ایک عظیم الشان ساخت پیش کرتا ہے۔ پتے کے اس سرے میں خلیوں کی دو تہیں موجود ہیں۔ لیکن عمیق مشاہدے سے ہر خلیے کی پوری بناوٹ نظر آسکتی ہے۔ ہر خانہ اپنی جگہ ایک اکائی ہے، اور ہر خانے میں اپنی زندگی کو گزارنے کی پوری صلاحیت موجود ہے۔ خلیوں کی دیواریں ایک خلیے کو دوسرے سے جدا کرتی ہیں۔ یہ دیواریں سخت اور ناقابلِ تغیر ہیں پورا پتا ایسے سینکڑوں خلیوں سے مل کر بنا ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ یوں پیوست ہیں جیسے ایک دیوار کی اینٹیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارہا اس خلیے کا مرکز بھی مدھم سی صورت میں دیکھا جا سکتا ہے یہ ایک بھورا سا جسم ہے جو خلیے کے مرکز میں اُبھرتا ہے لیکن جسے مادۂ حیات کا نازک سا فیتہ اندرونی کنارے کے ساتھ وابستہ رکھتا ہے۔
خلیے کے ساتھ ایک نازک اور باریک جھلی ہوتی ہے۔ یہ عام طور سے نظر نہیں آتی کیونکہ یہ پانی اُسے دیوار کی طرف دبائے رکھتا ہے لیکن جب اس خلیے میں نمکین پانی کی بھاری مقدار آجاتی ہے تو جھلی نمایاں ہو جاتی ہے اور جب پانی باہر نکلتا ہے تو خلیے کا مافیہ سکڑ کر جھلی سے جا ملتا ہے اس وقت ہم کہتے ہیں کہ خانے میں مادۂ حیات بھر گیا ہے۔
اس میں حرکت بھی پائی جاتی ہے۔ حرکت کا تصور اور پھر ایک پتے کے ایسے حصے میں جو اپنی جگہ پر خاصا سخت ہے۔ بہت حیرت انگیز ہے خانے کے اندرونی حصے میں اس مادۂ حیات سے بھرپور نازک سطح میں، سبز رنگ کے باریک اجسام پائے جاتے ہیں جنہیں کلوروپلاسٹ (CHLORPLAST) کہتے ہیں۔ یہ خوردبین سے دیکھے جانے والے جانوروں کی طرح اپنے آپ کو دھکیلتے نہیں بلکہ اس طرح تیرتے رہتے ہیں جیسے ندی میں چھوٹی چھوٹی کشتیاں۔ یہی وہ مادہ اولیٰ یا مادۂ حیات ہے جس میں زندگی اور حرکت دونوں پائی جاتی ہیں۔
سچ تو یہ ہے کہ زندگی کا ابتدائی و بنیادی مادہ یہاں بھی حرکت میں ہوتا ہے۔ اس خاص پودے میں متحرک کلوروپلاسٹ دیکھ کر ہم ان خصائص میں سے ایک (حرکت) کو بچشم خود دیکھ سکتے ہیں جن کی مدد سے ہم زندگی کی پہچان کرتے ہیں۔
اس مادۂ حیات کو کونسی قوت یا قوتیں حرکت دیتی ہیں؟ ہمیں اس کا علم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں اور نہ ہم اپنے سطحی علم کے علم کے بل پہ اس کی توضیح کرنے کے قابل ہیں لیکن پودوں کے خانوں اور جانوروں میں یہ قوت ہمیں صاف دکھائی دیتی ہے۔ اس نظارے کو بالخصوص (E L O D E A) میں، مادۂ تغزیہ کا ابھرنا یا چکر کھانا کہتے ہیں۔ جس کا مادہ حیات سبز رنگ کے ذروں کی صورت میں خلیے کی اندرونی دیوار کے ساتھ ساتھ چکر لگاتا رہتا ہے۔

اب امیبا (A M o E B A -) کا ایک قطرہ خوردبین کے گرم شیشے پہ رکھیے تو وہی ابھرتا ہوا مادۂ حیات دوبارہ دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ جانور تیرتا نہیں بلکہ بہتا ہے۔ پودے کے خانوں کے برعکس اس برہنہ مادۂ حیات میں کوئی دیوار نہیں ہے۔ بلکہ صرف حد بندی کرنے والی ایک جھلی۔ چنانچہ جب بہتا ہے تو اپنے جسم کو بڑھاتا جاتا ہے اور وضع بدلتا رہتا ہے چونکہ اس پھیلاؤ کو پاؤں کے ساتھ موہوم سی مشابہت ہے۔ اس لیے یہ پھیلاؤ "جھوٹے پاؤں" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

زیادہ طاقت کے شیشوں کے ساتھ دیکھا جائے تو مادّے کے ذرّات جانور کی حرکت کے ساتھ "جھوٹے پاؤں" میں نمودار ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ مادۂ حیات کے دو خطے بھی پہچانے جا سکتے ہیں۔ ایک اندرونی آبی خطہ جو ہمیشہ متحرک رہتا ہے دوسرا نیم ٹھوس جھلی جو اوّل الذکر کو محیط رہتی ہے۔ کچھ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ ان دونوں خطوں کی دبازت کا اختلاف حرکت پیدا کرتا ہے جب کہ اُوپر والا خطہ نچلے آبی خطہ کو نچوڑتا ہے۔ بعض اور سائنس دان اسے صرف سطح کی شدت سے منسوب کرتے ہیں۔

نباتیات کا مطالعہ شروع کرنے والے طلباء یہ مشاہدہ کرتے ہیں لیکن ہم انہیں اس کے وقوع کی اصلی وجہ بتانے سے قاصر ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلیوں کی دو مختلف قسمیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک سبز پودے میں، دوسری ایک جانور کے پُراز حیات۔ خلیے ہیں ہر ایک میں صرف ایک خلیہ یا خانہ ہے ماہرین حیوانیات امیبا کو تو تمام جانوروں میں اولین اور ابتدائی خیال کرتے ہیں اور اس کے مادۂ حیات کی حرکت سب سے زیادہ سادہ ہے۔ (ELODEA-) اگرچہ پھول دینے والا ایک چھوٹا سا پودا ہے۔ لیکن اُس کے خلیے ممتاز نہیں ہیں۔ ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وہ سادا خانے ہیں۔ تاہم ان میں سے ہر ایک منظم ہے اور بطورِ خود زندگی بسر کرنے کے لائق اس کے ساتھ مادۂ حیات کی حرکت ہمارے سامنے بھی پیش کرتا رہتا ہے ہر خانے میں یہ کام اتنی درستی اور صحت سے ہوتے ہیں کہ عمدہ ترین گھڑی کا کام بھی اس کے مقابلے میں غیر منضبط دکھائی دیتا ہے۔

گھڑیوں کی بات چل نکلی ہے تو دیکھئے کہ کچھ گھڑیاں صرف ایک مرتبہ چلا دینے کے بعد پہننے والے کے ہاتھ کی حرکت کے سبب چلتی رہتی ہیں۔ اور اُنہیں کوک بھرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ایسی عمدہ گھڑیاں گھڑی ساز کے بغیر وجود میں آگئیں۔ اور جب یہ سوال خردبین سے دیکھے جانے والے اُن خانوں کے بارے میں کیا جاتا ہے کہ اُن کی حرکت کی ابتدا کس نے کی تو ہم ایک لاینحل عقیدے سے دوچار ہو جاتے ہیں اس کا جواب اس کے سوا کوئی نہیں کہ ایک ذہن نے اُسے وجود کی راہ دکھائی اور یہی ذہن، یہی دانا و بینا وجود خدا ہے، نہ کہ بے شعور مادّہ۔

یہ بھی تسلیم کر لینا چاہیئے کہ ماحول کی طاقت بھی خلیے میں مستور مادّۂ حیات کو حرکت دینے میں ممد ثابت ہوتی ہے۔ بعض محققین نے ان محرکات کا پتہ چلایا ہے جو اس زندہ مادۂ حیات کی تخلیق کا باعث ہیں۔ وہ ہیں حرارت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روشنی، دباؤ وغیرہ، لیکن ساتھ ہی ان محققین نے یہ بتایا ہے کہ حجر لگانے کا کام کسی بیرونی محرک کے بغیر متواتر چلتا رہتا ہے۔ یہ حرکت گویا مادۂ حیات کے اپنے قبضۂ قدرت میں ہوتی ہے اور وہ بیرونی محرکات سے تاثر لینے کے سوا کچھ اور کام بھی کر سکتی ہے۔

اس سلسلے میں یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ کسی خلیے میں سے مرکزہ نکال دیا جائے تو وہ جلد ہی مر جاتا ہے اور اس کو زندہ رکھنے کی تمام تدابیر اکارت جاتی ہیں۔ خلیے کا منتظم جا چکا ہوتا ہے اب اس میں حیات کی قوت کہاں؟ اسی طرح کائنات کے خلیے کے لیے بھی ایک منتظم درکار ہوگا۔

میں صرف اس بنا پر خدا تعالےٰ کے وجود کا قائل نہیں کہ مجھے مادۂ حیات کے اس مظہر کا کلی علم حاصل نہیں۔ بعض ارباب علم نے یہ دلیل پیش کی ہے کہ چونکہ سائنس نہیں جانتی اس لیے خدا موجود ہے، لیکن میں یہ دلیل پیش نہیں کرتا اگر کسی دن ہم اس مظہر کو بخوبی سمجھ لیں تب بھی ہمیں اس عظیم ذہن کا پتہ چلانا ہوگا جس نے اوّل اوّل اسے حرکت دی یا اسے حرکت میں رکھا۔

کچھ لوگوں نے بے جان مادے سے جاندار خانوں اور خلیوں کو نکالنے کی سعیٔ لاحاصل کی ہے اور اس مادۂ حیات کی حرکت کو پروٹین کے ذرات کی طرف منسوب کیا ہے لیکن ایسی تمام مساعی ناکام ہو کر رہ گئیں۔

خدائے تعالےٰ کے منکر اور مادہ کے معتقدین بھی یہ تو مانتے ہیں کہ اوّل اوّل کوئی حادثہ رونما ہوا جس سے یہ اشیاء وجود میں آ گئیں لیکن اس امر کا اعتراف بھی اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایمان باللہ کی قسم کی ایک چیز ہے۔

میرا خیال ہے کہ ایسے کھربوں پیچیدہ نازک اور منظم خلیوں میں سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر ایک خلیہ ایسی ذات، ایسے ذہن اور ایسے خیال کی طرف اشارہ کرتا ہے جسے ہم خدا کہتے ہیں۔ سائنس بھی اسے تسلیم اور قبول کرتی ہے۔

میرا ایمان ہے کہ خدا موجود ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۲۱

خدا پرستی کی معقولیت

جارج ہربرٹ بلاؤنٹ

ماہر عملی طبیعیات

میں خدا پر نہ صرف ایمان رکھتا ہوں بلکہ اس پر بھروسہ بھی کرتا ہوں۔ میرے لیے معبود کا تصور ایک فلسفیانہ نکتہ نہیں بلکہ ایک عملی چیز ہے۔ خدا میری روزمرّہ زندگی کے ساتھ گہرا رابطہ رکھتا ہے۔

یہ نظریہ بعض اعلےٰ درجہ کے مفکّرین کے نظریات کے خلاف ہے۔ بہت سے ذہین افراد نے اپنی دنیا سے خدا کو بالکل خارج کر دیا ہے دہریّت کے مبلغین کی بدولت خدا کی جلاوطنی کو بہت پسندیدگی سے دیکھا جا رہا ہے اس لیے ہم پر یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ خدا پرستی کی معقولیّت ثابت اور واضح کریں۔

اس فرض سے عہدہ برآ ہونے کے لیے میں اپنے ہی خیالات تصورات پیش کروں۔ اوّل میں خدا پرستی کے حق میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے خلاف دیے گئے اہم دلائل کا ذکر کروں گا جن پر غور کرنے سے ایمان باللہ کی ضرورت محسوس ہونے لگتی ہے، دوسرے یہ بتاؤں گا کہ انسان خدا پر ایمان کیوں رکھتا ہے۔

وجود خداوندی کے شواہد پر بہت غور وفکر ہو چکا ہے اور قرن ہا قرن کی یہ بحث عیسائی نظریۂ خداوندی کی عظمت و بلندی پر منتج ہو چکی ہے مگر پھر سپنسر کے ایک نعرہ، ناقابل علم و یقین نے اس شگفتہ کلی کو بالکل پژمردہ کر کے رکھ دیا۔

فلسفیانہ خیالات ومباحث ساری کائنات سے شواہد جمع کر کے اس بات کی طرف رہنمائی تو کر دیتے ہیں کہ کوئی ایسی ذات ضرور ہے جسے خدا کہا جا سکے لیکن ضروری نہیں کہ وہ انجیل مقدس کا خدا ہی ہو۔ شہادت کائنات کی اس فلسفیانہ تعبیر سے نہ انجیل کے خدا کے وجود کا امکان ختم ہو جاتا نہ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ تصور شواہد کی کمی کی بنا پر دھندلا ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ دوربین کو بہتر طریق سے جمانے کی ضرورت ہے اگرچہ بظاہر یہ شواہد کوئی مکمل ثبوت مہیا نہیں کر سکتے۔

میں ان شواہد کی اصل قدر وقیمت اور ان کے عملی اطلاق ایک مسئلہ کی شکل میں ریاضی سے ثابت کرنا چاہتا ہوں۔

اقلیدس میں یہ امر خاص طور سے واضح ہو جاتا ہے کہ چند بدیہیات کو پیش نظر رکھ کر ایک وسیع علم کی تشکیل کی جا سکتی ہے۔ ان بدیہیات کی صحت کسی ثبوت کے بغیر ہی تسلیم کر لی جاتی ہے اور پھر ان پر مبنی علم ان بدیہیات کے مضمرات کو مفصل طور پر بیان کرتا ہے کسی مسئلے کی وضاحت کی ضرورت پڑے تو آخر کار ان بدیہیات ہی کا سہارا لیا جاتا ہے لیکن مسائل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا کوئی مجموعہ بھی ان بدیہیات کا واضح ثبوت نہیں ہوتا۔ ان بدیہیات کی قدر و قیمت معلوم کرنے کے لیے بعض آزمائشی مشقیں کی جاتی ہیں تاہم ہر مسئلے کا قابلِ اطلاق ہونا اور استقامت سے مبرا نہ ہونا بھی ان بدیہیات کا کافی ثبوت نہیں۔ پھر بھی ان بدیہیات کو صرف یقین کے ساتھ قبول کیا جاتا ہے۔ گو ضروری نہیں ہے کہ یہ تیقن بلا وجہ نہ ہو۔

اسی طرح خدائے تعالیٰ کا وجود بھی فلسفے میں بدیہی سمجھ کر قابلِ قبول تصور کیا جاتا ہے کائنات کی گواہی اقلیدس کی مثالوں کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے اقلیدس کی مثالوں کی طرح کائناتی شواہد بدیہی کلیے کا ثبوت نہ سہی لیکن اُس کا لازمی نتیجہ تو ہیں اگر نمونے اور اصل کے درمیان نسبت اور تعلق ہو سکتا ہے تو ان مسلم بدیہیات کی معقولیت کی بھی کافی گواہی مل سکتی ہے۔ یہ شواہد یقین و ایمان کو خراب کرنے کے بجائے بدیہی امور کو اندھا دھند مان لینے کی نہیں بلکہ سوچ سمجھ کر قبول کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔

ان شواہد کو کئی گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱) کائنات کے متعلق شواہد
(۲) غایات کے متعلق شواہد
(۳) انسانیت کے متعلق شواہد

کائنات کے متعلق دلائل میں روز بدلنے والی کائنات کا مشاہدہ کیا جاتا۔ یہ کائنات بظاہر غیر ابدی ہے لیکن ایک ابدی حقیقت کی طرف رہنمائی ربط اور حسین ترتیب سامنے آتی ہے اور انسانیت کے متعلق شواہد انسان کے اخلاقی رجحان سے بحث کرتے ہیں۔ اخلاقیات میں جتنے بلند مرتبہ قوانین و اصول نظر آتیں اتنے ہی باعظمت اور بلند مرتبہ مقنن کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجود تسلیم کرنا پڑے گا۔

میرا اپنا سائنسی کام طبیعیاتی تجزیے تک محدود ہے اس لیے میرے خدا پرستانہ شواہد و دلائل زیادہ تر فلسفیانہ غایات کے تحت آتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ کائنات جیسے پیچیدہ مظہر قدرت کو چلانے والے قوانین کا تعین کرنے سے پہلے یہ یقین کرنا ضروری ہے کہ یہاں کسی نہ کسی قسم کی تنظیم موجود ہے اور یہ تنظیم تجزیہ کرنے والے انسان ہی دریافت کر سکتے ہیں۔

ماہر کسی مشکل مسئلے کو مظہر قدرت کا نمونہ تیار کر کے حل کرتا ہے۔ یہ نمونہ جسمانی طور پر اندازے کے مطابق ہی اصل جیسا ہوتا ہے۔ نمونہ زیادہ سے زیادہ سادہ ہوتا ہے اور اصل سے زیادہ قریب اور پھر اس کا مطالعہ وہ قوانین دریافت کرنے کے لیے کیا جاتا ہے جو اصل صورت حال میں جاری و ساری ہوتے ہیں۔ اگر نمونے کے مطالعے میں صحیح اعداد و شمار کا علم ہو جائے تو یہ اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ اس کا انتخاب صحیح ہو جائے۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ کسی بھی طبیعیاتی مسئلے کے لیے ایک نہ ایک نمونہ دستیاب ہو ہی جاتا ہے کہ اس لیے یہ ظاہر ہے کہ ربط و تنظیم حقیقت کا ایک حصہ ہے۔ اس تنظیم کے بارے میں یہ کہنا کہ خود بخود وجود میں آ گئی یا کسی انتشار سے پیدا ہو گئی انسانی عقل کے لیے وجہ تسکین نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے غور و فکر کا عادی انسان کائنات کو دیکھ کر اس کے منصوبہ ساز کا تصور کر لیتا ہے اور یہ منصوبہ ساز ایک معبود کی حیثیت سے انسانی زندگی کی بدیہیات کا حصہ بن جاتا ہے۔ خدا کو حقیقت کا نمونہ سمجھ لیا جاتا ہے۔ تجربے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نتیجے کا باہمی تعلق اس بدیہی نظریے کی معقولیت کے لیے بڑی شہادت کا کام دیتا ہے۔ اگر نمونہ درست ہو تو ربط و تنظیم کو حقیقت کا ایک جزو ہونا چاہیئے۔ تجربے میں ربط و تنظیم کے موجود ہونے سے اتنا پتہ تو چل جاتا ہے کہ نمونہ کم از کم اس تجربے کی حد تک ٹھیک ہے ہر منکر خدا کو بھی اپنی معقولیت کا یقین ہوتا ہے اور منکرین خدا سے معقولیت کا حق چھین لینا صحیح بھی نہیں، کیونکہ کائناتی شواہد وجود باری تعالےٰ کی طرف رہنمائی کرنے کے باوجود اس کا ثبوت نہیں بن سکتے۔

انکارِ خداوندی کے شواہد کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ وہ سارے کے سارے منفی ہیں۔ وجودِ معبود کے مثبت ثبوت دستیاب نہ ہونے کا مطلب یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ معبود کا وجود ضروری نہیں اور وجودِ معبود کے شواہد کو غیر کافی سمجھ کر مسترد کر دیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر کائنات کے متعلق شواہد کو یہ کہہ کر رد کر دیا جاتا ہے کہ مادہ اور قوت میں غیر اختتام پذیر ادل بدل ہوتا رہتا ہے۔ اس لیے یہ چیز جسے تم لوگ حقیقت خیال کرتے ہو سراب سے زیادہ نہیں۔ کائنات کی تنظیم و ترتیب کو ایک فرضی داستان تصور کر لیا جاتا ہے۔ فطرت کے تمام پہلوؤں میں منکرین کو اختلال نظر آتا ہے۔ اس سے یہ واضح ہے کہ منکرین خدا کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ خدا پرستوں کے دلائل و براہین اور شواہد سے ذہن لازماً معبود کی طرف منتقل نہیں ہوتا۔

بعض لوگ منفی انداز فکر کی کمزوری کے سبب اور وجود باری تعالیٰ کا کافی فلسفیانہ ثبوت نہ ملنے کی وجہ سے لاادریت کی درمیانی راہ اختیار کر لیتے ہیں۔ ان دونوں کا دعویٰ ہے کہ کائنات میں کوئی خدا موجود نہیں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاادریت کا قائل دہریت کے تصورات پر صرف اتنا اضافہ کرتا ہے کہ "ایک اور کائنات کا وجود ممکن ہے جس میں کوئی خدا بھی موجود ہو۔" منطقی استدلال کا یہ طلسم صرف اصل مسئلے سے پہلو بچانے کے لیے ہے جو یہ ہے۔

"کیا کوئی ایسا خدا موجود ہے جس کا اثر ہماری عملی سرگرمیوں میں مرتب ہو سکتا ہے۔"

اس بنا پر لاادریت بھی عملی طور پر دہریت کے مساوی ہو جاتی ہے۔ جو لوگ لاادریت کی راہ پر چلنا چاہتے ہیں وہ عدم تیقن کے گورکھ دھندوں میں اُلجھ کر رہ جائیں گے اور جو واضح نتائج اخذ کر چکے ہیں ان کے لیے عملاً درمیانی راہ پر چلنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

وجودِ باری تعالیٰ کے حق میں دلائل اور ان کے خلاف دیے گئے دلائل کے مقابلے سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ جب دونوں میں سے کسی کے پاس واضح ثبوت نہیں تو منکرِ خدا کی بات تسلیم کرنا خدا پرست کی بات کو مان لینے سے کہیں زیادہ لبعید از عقل ہے۔ دوسرے لفظوں میں منکرِ خدا کا ایمان اندھا دھند یقین ہے اور خدا پرست کا ایمان سوچ سمجھ کر یقین کرنا ظاہر ہے جب کوئی شخص بنیادی شواہد کی حدود سے باہر نکلتا ہے تو ہر طرح کی بے یقینیوں کا شکار ہو سکتا ہے۔ میں فلسفے کی مشہور زشت و خوب کی بھول بھلیاں کو معقول ثابت ہونے کی سعی نہیں کر رہا ہوں۔ صرف اتنا کہتا ہوں کہ وجودِ خداوندی کا قدیم تصور بہت معقول ہے۔ اگر کسی شخص کو شواہد نظر نہیں آتے تو یہ کہنا بجا ہے کہ وہ بینائی سے محروم ہے

خدا پرستی کی معقولیت اور انکارِ خدا کا ہٹکا پن انسان کو عملاً خدا پرستی کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف مائل کرنے کا سبب نہیں بن سکتا۔ انسان کے دل میں مخفی سا ایک احساس ہے کہ خدا پر ایمان اس کی آزادی سلب کر لے گا۔ ایسے بہت سے فضلا ہیں جو ذہنی آزادی پر جان دیتے ہیں اور ہر قسم کی ذہنی پابندی سے خوف کھاتے ہیں۔ آزادی سے محروم ہو جانے کا خوف بے بنیاد بھی نہیں۔ مذہب اکثر امور میں عقل کے لیے زنجیر پا بن جاتا ہے۔ عیسائیت کی بہت سی فروعات میں ذہنی آمریت کا رنگ جھلکتا ہے۔ مذہب کا یہ خاص پہلو انسان کے اپنے داخلی میلانات کا عکس ہے۔ ذہنی استبداد باری تعالےٰ کے اقرار کا لازمی نتیجہ نہیں۔ مثال کے طور پر انجیل مقدس کا خدا نبیؑ اور پہلے سے زیادہ آزادی دیتا ہے۔ انجیل میں یہ ہے "خداوند نے فرمایا آؤ اور بیٹھ کر دلائل کے ساتھ بحث کرو۔"

لیکن وہ کون سی چیز ایسی ہے جو انسان کو عملاً خدا پرستی کا قائل کر دیتی ہے۔ میرا خیال ہے یہ احساس سے مختلف نہیں جو کسی انسان کو اپنے دوست کے وجود کا اقرار کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ کوئی انسان اس وقت ضرور خدا تعالےٰ پر ایمان لے آئے گا جب وہ خدا سے ملے گا۔

مجھے یقین ہے کہ میں کئی مرتبہ خدا تعالےٰ کی ملاقات سے مشرف ہوا ہوں اور اب بھی ہوتا ہوں مجھے مسرت ہوتی ہے کہ حقیقت کا خدا پرستانہ نمونہ معقول ہے۔ اس معقولیت کا خارجی معیار میرے لیے ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ خدا تعالےٰ سے ملاقات کا شرف ایک ذاتی تجربہ ہے جو میں آپ کو پیش نہیں کر سکتا۔ آپ کو خود یہ کوشش کرنی چاہیے کہ آپ کو بقاء ربانی کی سعادت نصیب ہو جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۲۲

طبقات ارض کی ہدایات

ڈونلڈ رابرٹ کار

(ماہر ارضیاتی کیمیا)

میرے لیے یہ ناممکن ہے کہ وجود باری تعالےٰ کی کسی بحث میں خالی الذہن ہوکر حصّہ لوں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ بات غیر سائنسی معلوم ہو مگر پہلے مجھے چند نکات کی تشریح کرنے دیجیے، پھر چند خالص سائنسی معروضات پیش کروں گا۔

جب ہم سے یہ کہا جائے کہ اپنے اعتقادات کے بارے میں ثبوت مہیا کرو تو ہم سائنسی مطالعے سے ہی ایسے بہت سے شواہد پیش کرسکتے ہیں جو خدا کے وجود کے امکان کو روشن کردیں۔ گو ضروری نہیں وہ انجیل مقدس کا خدا ہو لیکن اس سے آگے قدم بڑھا کر ہم انجیل کے خدا پر ایمان لانے کا جواز بھی مہیا کرسکتے ہیں لیکن اس کا زیادہ تر تعلق روحانیت سے ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ روح القدس ہماری رُوحوں کے سامنے خود بطور گواہ موجود ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو نیتِ ایزدی کی بدولت مجھے دولتِ ایمان حاصل ہے اور یہ ایمان ہی وجودِ خداوندی کے بارے میں میرے خیالات کی باگ سنبھالے رہتا ہے اپنے ایمان کے بارے میں میرے دلائل کو داخلی رجحانات کی حیثیت دی جاسکتی ہے اور اس طرح مجھ پر متصوف ہونے کا الزام بھی لگایا جاسکتا ہے۔

جو لوگ مجھ پر اصطلاح کا اطلاق کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ اور کس ذریعے سے خالق و مخلوق کے درمیان داخلی احساسات کے علاوہ تعلق قائم ہو سکتا ہے۔

سائنس کی طرف سے معذرت پیش کرنے والے میرے ایمان اور یسوع مسیح کی طرف سے میری حاجت روائی کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں کہہ سکتے۔ یہ صرف ضرورت کا احساس تھا جو محتاج کو حاجت روا تک لے گیا اور بعد ازاں طبقاتِ ارض کے کیمیاوی مطالعے نے مجھے یہ ماننے پر مجبور کر دیا کہ خدا تعالےٰ ہی نے یہ کائنات بنائی ہے اس مطالعے نے اور بھی بہت سے شواہد سے مجھے روشناس کیا۔ اب اگر میں فطرت میں خدا کے ہاتھ کی گلکاریاں دیکھتا ہوں تو یہ ایک قدرتی اور فطرتی امر ہے۔

میرا علم دو نقاط پر عیسوی فلسفے سے ہم آہنگ ہوتا ہے۔ ایک اس کائنات کے نقطۂ آغاز کا تعین، دوسرا کائنات کے مختلف مظاہر میں یکسانیت اور ہم آہنگی۔ طبقاتِ زمین کی تشکیل کے زمانے کے تعین نے زمین کی تاریخ کی ترتیب کو آسان کر دیا ہے آج کل وقت کے لیے بہت سے اصول استعمال کیے جاتے ہیں۔ ان اصول و ضوابط کی صحت کا معیار مختلف ہے۔ مگر ان میں نتائج کے اعتبار سے قطعاً کوئی فرق نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجرامِ فلکی کے شواہد کی مدد سے کائنات کی تخلیق کے زمانے کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ پچاس کھرب سال پہلے وجود میں آئی تھی۔ اس دلیل کو ذرا وسیع کرنے سے ازلی کائنات کی خود بخود نفی ہو جاتی ہے کیونکہ ازلی کائنات میں تابکار ذرّات کے قائم رہنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ یہ قوتِ حرارت کے دوسرے قانون کا ایک بدیہی نتیجہ کہی جا سکتی ہے۔ ہر آن متغیر کائنات کا تصوّر سائنس سے میل نہیں کھاتا کیونکہ یہ چیز محض ظن و تخمین ہے۔ علاوہ ازیں یہ نتیجہ کہ یہ کائنات ایک نقطۂ آغاز سے شروع ہوئی کتابِ مقدس کی آیات کے ساتھ بھی مطابقت رکھتا ہے "شروع میں خدائے تعالےٰ نے آسمانوں اور زمین کو بنایا۔" یہ آیت قوتِ حرارت کے اصولوں، علم الافلاک کے ضابطوں اور طبقات الارض کے قوانین کی کسوٹی پر پوری اُترتی ہے۔

قانونِ یکسانیت سارے علم الارض میں ایک بدیہی حقیقت ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ طبقاتِ ارض کی تشکیل اور زمین کے کیمیاوی عمل ماضی میں بھی اسی طرح ہو رہے تھے جیسے آج کل ہوتے ہیں اور یہ بات طبقات الارض کی تاریخ کی وضاحت کے لیے نہایت ضروری ہے فطرت کا منظم طریق کار اور فطری قوانین و ضوابط کا وجود موجودہ سائنس کے لیے بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔

یہ منظم کائنات جو سائنس دان کے زیرِ مطالعہ ہے، کتابِ مقدس کے نظریۂ خدا کی تائید کرتی ہے اور یہ خدائے تعالےٰ کو نہ صرف خالقِ کائنات کی حیثیت دیتی ہے بلکہ اسے کائنات کی علتِ اولےٰ بھی ثابت کرتی ہے غیر مربوط اور غیر منظم کائنات سنیٹ پال کے فاضلانہ قول کو کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"دنیا کی تخلیق سے لے کر اب تک
خداوند تعالےٰ کی طاقت و جبروت
اس کی مخلوقات سے پوری طرح عیاں
ہوتی رہتی ہے۔"

بے معنی بنا کر رکھ دیتی ہے۔

تنظیم کے بغیر تو معجزات کا بھی اقرار و اعتراض نہیں ہو سکتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کارنامے جو ان کی رسالت کے بیّن ثبوت تھے جیسے مُردہ چیزوں کو حیات نو بخشنا وغیرہ یہ ایک ایسی ہی کائنات میں اہمیت حاصل کر سکتے ہیں جس کے متعلق ہمیں اس بات کا پورا یقین ہو کہ اس میں کوئی کارروائی بے مقصد نہیں ہو رہی ہے۔

ماہر طبقات الارض جے۔ ڈبلیو ڈاسن کے بقول:۔

"حق تو یہ ہے کہ عبادت کا فلسفیانہ
تصور پیدا کرنے کے لیے اصول و قوانین
پر ایمان لانا لابدی ہے۔ اگر کائنات
بے ترتیب اتفاقات کا نتیجہ ہوتی
یا محض کسی ضرورت یا حاجت کی پیداوار
ہوتی تو سوچ سمجھ کر عبادت کرنے کی
ضرورت کبھی پیش نہ آتی۔ جب ہم یہ
تسلیم کرتے ہیں کہ یہ کائنات ایک
حکیم و دانا ذات کی تدبیر کا مظہر ہے اور
وہ ذات بے ہمتا اسے کمال حکمت و

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دانائی سے چلا رہی ہے۔ اسی حالت
میں ہمارے دل میں یہ احساس اُبھرتا
ہے کہ ہم اس بے مثل ذات کو ہر
چیز کا آقا و مولیٰ تصوّر کر کے، اس
کی پناہ دانائی اور محبت پر اعتماد
کرتے ہوئے اس کے حضور دعا
کے لیے ہاتھ اُٹھائیں۔"

جہاں تک میرے شعبے کا تعلق ہے ہم لوگ ہر چیز کو وسیع پیمانے پر دیکھنے کے عادی ہیں۔ وقت کا شمار تاریخ عرضی کے پچاس کھرب سال اکائیوں میں کرتے ہیں اور فضا کا اندازہ زمین کے محیط سے اور عملِ کائنات کا اندازہ عالمی گردش سے کرتے ہیں۔ ان تمام اندازوں کی وسعت سے ناگزیر طور پر عظمتِ خداوندی میں اضافہ ہوتا ہے۔ وہ انسان بھی جو مذہب کا دلدادہ نہ ہو ان حیرت پرور اشیاء کو دیکھ کر اپنے دل میں خوف و ہیبت محسوس کرتا ہے اور اسے بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ

"آسمان خدا کی عظمت کے شاہد ہیں اور یہ کائنات اس کے کرشمۂ تخلیق کا ثبوت ہے۔"

اس بحث کا خلاصہ کتابِ مقدس کے بھجن

"تم کتنے باعظمت ہو۔"

میں ملتا ہے جس نے نیویارک میں لاکھوں سننے والوں کے دلوں کو گرما دیا تخلیقِ خداوندی کے شاہکار بھی اس بھجن کی تاثیر ہر دل کی گہرائیوں تک پہنچانے میں معاون بنتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اے میرے آقا! جب حیرت و ہیبت
کے ملے جلے جذبات کے ساتھ میں سوچتا
ہوں کہ تیرے مقدس ہاتھوں نے کیسی
کیسی دنیائیں بنا لی ہیں۔ جھلملاتے
ستاروں کو دیکھتا ہوں، گرجتے بادلوں
کی گھن گرج اور غراتی ہوئی رعد کی کڑک
سنتا ہوں اور اس کائنات سے ظاہر
ہونے والی تیری بے پناہ قوت کو دیکھتا
ہوں تو اے میرے نجات دہندہ خدا
میری روح پکار اٹھتی ہے کہ
"تو کس قدر باعظمت ہے
تو کس قدر عظیم ہے!"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۲۳

کتاب پیدائش کا پہلا باب

(جدید فلکیات کی روشنی میں)

پیٹر ڈبلیو سٹونر

(ماہر ریاضی و فلکیات)

جب میں کیلیفورنیا یونیورسٹی میں ایک طالب علم کی حیثیت سے تحقیقی کام کر رہا تھا تو مجھے چینی طلباء کی ایک ایسی جماعت سے ملنے کا اتفاق ہوا جو حکومت کے زیر اہتمام تعلیم حاصل کر رہی تھی۔ ان طلباء میں سے تقریباً بارہ افراد نے برکلے کے پرسٹرین گرجا (PRESPYTERIAN) کے پادری کی خدمت میں حاضر ہو کر صاف صاف کہہ دیا تھا کہ وہ عیسائی بننا نہیں چاہتے البتہ عیسائیت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے آرزومند ضرور ہیں اور اس حقیقت کا کھوج لگانا چاہتے ہیں کہ اس مذہب نے امریکی تمدن پر کس طرح اور کتنا اثر ڈالا ہے؟ پادری نے اس جماعت کی تنظیم و تدریس کے لیے مجھے موزوں سمجھا اور کسی قدر تامل کے بعد میں بھی رضامند ہو گیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے سامنے سب سے پہلا سوال یہ تھا کہ ایسے طلبا کو سکھایا جائے چونکہ ان لوگوں کا انجیل مقدس پہ ایمان نہ تھا اس لیے انجیل مقدس کی تدریس بے کار تھی۔ میں نے گریجویٹ ہونے سے قبل سائنس اور انجیل کی کتاب تخلیق میں کچھ مناسبت محسوس کی تھی چنانچہ میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ یہ تصوّر اور یہ تصویر ان چینی طلبا کے سامنے پیش کر دوں گا۔

میں اور وہ طلباء اس بات سے واقف تھے کہ یہ کتاب تخلیقِ کائنات کے متعلق سائنس کا موجودہ علم اور نظریات دریافت ہونے سے ہزاروں سال قبل لکھی گئی تھی۔ ہمیں یہ بھی احساس تھا کہ عہدِ موسوی کی تعلیمات اور اس کے ہزاروں سال بعد تک کی تعلیمات جدید تعلیمات کے مقابلے میں بالکل بے معنی سی بات معلوم ہوتی ہے۔ تاہم ہم سب نے اس موضوع کو ارادتاً اختیار کیا۔ سارا موسم سرما کتابِ تخلیق پڑھنے پڑھانے میں گزرا۔ طلبہ کام لے کر یونیورسٹی لائبریری میں چلے جاتے اور بڑی محنت کے ساتھ جواب تیار کرتے۔ سردیاں گزرنے کے بعد پادری نے مجھے اپنے دفتر میں بلایا اور مطلع کیا کہ وہ سارے طلبا اس کے پاس یہ کہنے کے لیے آئے تھے کہ وہ عیسائیت اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے پادری کو بتایا تھا کہ انجیل مقدس خدا کا کلام ہے اور ان کی اپنی مذہبی کتابیں اس حیثیت کی حامل نہیں۔

اب میں ذرا کھل کر بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں خود اس وقت تک عیسائی تو تھا لیکن بہت سے اور لوگوں کی طرح میرا خیال بھی یہی تھا کہ انجیل مقدس صرف نجات حاصل کرنے کی تدبیریں اور کچھ ضروری روحانی امور ہی بتاتی ہے اور اس کے بہت سے حصے قابلِ اعتماد نہیں۔ سنہ ۱۹۱۰ء سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے سائنس کا قریب سے مطالعہ کیا اور پھر اس کا مقابلہ و موازنہ کتابِ تخلیق کے ساتھ کیا ہے۔

کتابِ تخلیق کی پہلی آیت کو لیجیے۔

"آغاز میں خدا تعالےٰ نے آسمانوں
اور زمین کو پیدا کیا۔"

جب میں نے چینی طلباء کو پڑھانا شروع کیا اس وقت ہمارا یہی خیال تھا کہ مادہ فنا نہیں ہو سکتا ہم اس کی شکل بدل سکتے ہیں، لیکن پھر بھی یہ مادہ ہی رہتا ہے اور اتنی مقدار میں رہتا ہے۔ ہمارے ذہنوں میں یہ خیال اچھی طرح راسخ ہو چکا تھا کہ اس کائنات کا نہ کوئی نقطہ آغاز ہے نہ اس کا کوئی انجام ہوگا۔ ہم کتاب تخلیق کے بیان سے اس حد تک متفق ہو سکتے تھے کہ اگر اس کا بھی کوئی آغاز تھا تو وہ یقیناً خدا کے ہاتھوں ہوا ہوگا کیونکہ دوسری طاقت یہ کام سرانجام نہیں دے سکتی تھی۔

لیکن اب ایٹمی طاقت وجود میں آچکی ہے اور ہم سب جانتے ہیں کہ مادے کو ایک خوفناک قوت میں تبدیل کیا جا سکتا ہے اور طاقت کو پھر سے مادے کا ایک طومار بنایا جا سکتا ہے۔ اب تخلیق کا خیال زیادہ قابلِ یقین معلوم ہونے لگا ہے۔ سائنس نے کچھ ادوار مقرر کر لیے ہیں۔

جن میں سے بعض یہ ہیں :-

۱- دورِ ارض

۲- دورِ سیارگان

۳- دورِ قمر و زمین

۴- دورِ کہکشاں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۔ دورِ کائنات
۷۔ دورِ ارتقاء و ترقی و تقسیم

یہ ادوار تقریباً ساٹھ کھرب سال تک جاتے ہیں۔ یہ صورت حال اتنی خیال انگیز ہے کہ بہت سے سائنسدان وان خود روز تخلیق کا اقرار کرنے لگے ہیں اور اسے ساٹھ کھرب سال پہلے بتاتے ہیں۔ چینی طلبہ اور ان کے استاد کو اس بات کی خبر اس وقت تک نہ تھی۔

کتاب تخلیق کی دوسری آیت بہت مشکل تھی۔

"زمین بے وضع اور خالی تھی اور گہراؤں
پر اندھیرا محیط تھا۔"

سنہ ۱۹۱۰ء میں سائنسدانوں کے ذہنوں پر سدیمی مفروضے کا بھوت سوار تھا جس کی رُو سے نظامِ شمسی کی شکل طشتری کے مشابہ خیال کی جاتی تھی اس کے برعکس کتابِ تخلیق کا فیصلہ تھا کہ اس کی کوئی شکل یا وضع ہے ہی نہیں۔ سائنس کا دعویٰ یہ تھا کہ نظامِ شمسی غبار کی حیثیت رکھتا ہے مگر کتاب تخلیق میں یہ تھا کہ وہ ایک خلا ہے۔ سائنس کہتی تھی کہ اس سے بے پناہ حرارت اور روشنی پھوٹتی ہے۔ لیکن کتابِ تخلیق کے ارشاد کے مطابق وہ تاریک تھا۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں ہم اس سے زیادہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں اس اختلاف کی وجہ معلوم نہیں۔ ممکن ہے کسی دن یہ اختلاف دُور ہو جائے۔

کائنات کے متعلق نظریات میں تبدیلی ہمارے متوقع وقت سے پیشتر وقوع میں آگئی۔ جب سوا انچ کی دُوربین کام دینے لگی تو ڈاکٹر ای۔ پی ہبل نے چکردار مخروطی سحابیوں پر کام شروع کیا۔ اس وقت تک ہمیں یقین تھا کہ چکردار مخروطی سحابیے غبار جیسے ہیں اور طشتری کی شکل کے گرم بھاپ کے بنے ہوئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں جو مسلسل چکر لگاتا ہے ہیں ان کے بیرونی اجزا مل کر ستارے بن جاتے ہیں اور درمیانی حصہ سورج بن جاتا ہے۔

ڈاکٹر ہبل نے تصویروں کی مدد سے یہ دریافت کیا کہ یہ سحابیے گرم بھاپ سے بنے ہوئے نہیں ہیں۔ بلکہ ستاروں کے جھرمٹ ہیں فضا میں بہت دور واقع ہونے کی وجہ سے ان کی شکل طشتری جیسی معلوم ہوتی ہے۔ ڈاکٹر ہبل کی دریافت نے سدیمی مفروضے پر ضرب کاری لگائی۔ بہت تھوڑے عرصے بعد یہ معلوم ہوگیا کہ اگر بھاپ طشتری نما گرم اور چکر کھانے والی کوئی شے بھی ہوتی تو وہ نظام شمسی کی ساخت کا موجب نہ بن سکتی تھی، بلکہ صرف دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی۔ سارے سیاروں کو ملا کر بھی سورج کا ۱/۱۰۰ حصہ نہیں بنایا جا سکتا۔ ہنری نورس رسل نے بھی پہلے مفروضے کے خلاف بہت سے دلائل اپنی کتاب "نظام شمسی اور اس کی اصل" میں لکھے۔ اس طرح یہ مفروضہ اپنی موت آپ مر گیا۔ اس کے بعد دو اور نظریے وجود میں آئے۔ لیکن وہ بھی جلد ہی مٹ گئے۔

ابھی تک یہ سوال اپنی جگہ پر موجود تھا کہ کتابِ تخلیق کی دوسری آیت میں کس امر کا ذکر کیا گیا ہے؟ کیا آج بھی کوئی شے آسمانوں میں ایسی ہے جو بے وسیع اور تاریک ہو؟ علم ہیئت کے کسی ماہر کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا ہمیں بھی ایسے کسی دبرد کا علم نہ تھا۔ آسمانوں میں بھی کچھ تاریک سے دھبے دکھائی دیتے تھے، ہمارا خیال تھا کہ وہاں کوئی ستارہ نہیں ہوگا اور جو کچھ نظر کے سامنے ہے یہ خلا ہے۔

پھر ڈاکٹر ہبل نے دوبارہ کام شروع کیا۔ اس نے ان سوراخوں کے متعلق تحقیق کا آغاز کیا اور تصاویر کی مدد سے انسانوں کو بتایا کہ وہ سوراخ نہیں تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ تاریک سحابیے تھے۔ بہت تاریک اور پتلے، وہ بے حد تاریک تھے اور ان کی شکلیں اسی قدر متنوع تھیں جیسے ان بادلوں کی بالعموم ہوتی ہیں جو موسم گرما میں ہوا کے دوش پر سوار فضا کی وسعتوں میں تیرتے پھرتے ہیں۔ اب معما حل ہو گیا۔ کتاب تخلیق کی دوسری آیت تاریک سحابیوں کے متعلق ہے۔

علم ہیئت کے مروّج نظریات کی رُو سے منتشر صحابیے نظام شمسی کا موجب خیال کیے جاتے ہیں اور یہ منتشر سحابیے بیشتر تاریک ہی ہیں۔ تاریک سحابیوں کے قرب و جوار میں کوئی درخشاں ستارہ ٹمٹمارہا ہوتا ہے۔ اس بنا پر وہ بھی درخشاں معلوم ہوتے ہیں۔

دوسری آیت اب بالکل بدیہی خیال انگیز بن گئی۔ سائنس کے اکتشافات سے ہزاروں سال قبل موسیٰ علیہ السّلام کو تاریک سحابیے کا علم کیسے ہوا اور انہیں یہ پتہ کیسے چلا کہ زمین ایسے ہی سحابیے سے بنی ہے۔

کتاب تخلیق کی اگلی آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ سحابیوں سے نظام شمسی کیونکر تخلیق ہوا۔ بہت بڑے حصّے سے مل کر وہ سورج کس طرح بنا جو اب زمین کے ایک حصّے پر چمکتا ہے کہ زمین اتنی چھوٹی ہے کہ کبھی ستارہ نہیں بن سکتی تھی۔ کیونکہ یہ سورج کا $\frac{1}{333,000}$ حصّہ ہے۔ سب سے چھوٹا ستارہ بھی سورج کے $\frac{1}{100}$ سے زیادہ بڑا ہے۔

تاہم اب ہمیں معلوم ہے کہ زمین سخت گرم ہوگی۔ پانی بخارات بن کر اڑ گیا ہوگا اور فضا میں گھٹن کی سی کیفیت پیدا ہو گئی ہوگی۔ زمین جب نسبتاً ٹھنڈی ہوئی ہوگی تو نمی کا ایک خلاف ساز مین پر حاوی ہو گیا اور اس طرح زمین کو پانی نے ڈھانپ لیا اور بعد میں پانی کے اندر سے زمین نمودار ہونا شروع ہو گئی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب تخلیق کا بیان جدید سائنس سے ہم آہنگ ہے۔ آیات ۱۴ تا ۱۸ میں بادلوں کا ذکر عین اسی موقعے پر آیا ہے جس موقعے پر علم طبقات الارض میں آتا ہے، یعنی روئیدگی کے بعد اور مچھلیوں سے پیشتر سائنس نے زمین پر زندگی کے ظہور کی ترتیب یوں بیان کی ہے۔

روئیدگی

مچھلیاں

پرندے

پستان دار جانور

اور

پھر انسان

اگر موسےٰ علیہ السلام خود یا کوئی اور شخص اس ابتدائی دور میں تاریخ تخلیق کائنات لکھنے کی سعی کرتا تو وہ غلطیوں سے مملو ہوتی، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ کتاب تخلیق میں مستند ذخیرۂ معلومات ہے، اور کوئی ایک دو بات بھی ایسی نہیں جو مروّجہ سائنس سے متفق نہ ہو۔ میں نے زبان کے ماہرین سے اس بات کے بہتر تراجم حاصل کیے ہیں اور یہ اتفاق مزید واضح ہو گیا ہے۔

میں نے خدائے واحد کی حقانیت اور کتاب مقدس کے برحق ہونے کا یہ صرف ایک ثبوت مہیا کیا ہے۔ حالانکہ ایسے بے شمار ثبوت دیے جا سکتے ہیں۔ منکرین خدا نے کتاب تخلیق پر ہر دور میں اعتراضات کیے ہیں، لیکن پھر بھی اس کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شان و شوکت و عظمت میں کوئی فرق نہیں آیا، اور مجھے یقین ہے کہ مستقبل میں بھی کتاب مقدس گمراہ نظریہ سازوں کا مقابلہ کرتی رہے گی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۲۴

عظیم منصوبہ ساز

کلاڈ ایم۔ ھیتھ وے انجینئر

اس سے قبل کہ میں ایمان باللہ کی عقلی توجیہات پر بحث کروں، یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ میرا ایمان میرے ذاتی تجربہ پر مبنی ہے۔ ذاتی تجربے پر مبنی اعتقادات کو بے وقعتی کی نگاہوں سے دیکھنا یا انہیں خلاف عقل سمجھنا مستحسن نہیں، کیونکہ ایسے اقدامات سے سائنسی طریق فکر کی بے وقعتی ہوتی ہے۔ ایسے اعتقادات کو فوق الاستدلال اور فوق العقل عقاید کا نام دیا جا سکتا ہے۔

اگرچہ شروع شروع میں خدائے تعالےٰ کے بارے میں میرا علم سراسر تعقل پر مبنی تھا لیکن اب خود میرا دل اس ذات کے وجود کی گواہی دینے لگا ہے اور اس نے عقلی و استدلالی شواہد کو میری نظر میں غیر اہم بنا دیا ہے۔ جن لوگوں کو ان کا تجربہ نہ ہوا ہو ان کے لیے ایسے تجربات ناقابل یقین یا ناقابل فہم ہوں۔ لیکن تجربے سے متمتع افراد انہیں بالکل معقول خیال کریں گے۔ میں نے یہ معلوم کیا ہے کہ خدا ہی صرف ایسی ذات ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو انسانی رُوح کے تقاضوں کو پورا کر سکتی ہے۔

آگسٹائن کے بقول

"تو نے ہمیں اپنے لیے تخلیق کیا
ہے۔ ہماری روحیں اس وقت تک
بے قرار رہتی ہیں جب تک تیرا وصل
انہیں سکون سے آشنا نہ کر دے۔"

اب میرے اعتقادات کی عقلی و استدلالی بنیادوں کا بیان بھی اختصار کے ساتھ سُن لیجیئے۔ مَیں سب سے پہلے ایک سادہ سی یہ حقیقت بیان کرنی چاہتا ہوں کہ ہر خاکہ ایک خاکہ ساز، ہر نقشہ ایک نقشہ ساز اور ہر منصوبہ ایک منصوبہ ساز کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔ یہ بہت ہی سادہ سی حقیقت ہے جس کی تائید انجینئری کے تجربات نے بھی کی ہے۔ سالہا سال کے تجربے نے جو مشینوں اور بجلی کے مختلف کاموں کی منصوبہ بندی کی بنا پر حاصل ہوا ہے، مجھے اس کا خوگر بنا دیا ہے کہ جہاں کہیں کوئی عمدہ خاکہ یا نقشہ یا منصوبہ دیکھنے میں آئے، اس کی تعریف و تحسین کی جائے۔ ان حالات کی وجہ سے میرے لیے یہ بات ناقابل تصور ہے کہ ہمارے اردگرد جو خوبصورت نقشہ یا منصوبہ موجود ہے وہ کسی نقشہ ساز اور منصوبہ ساز کے بغیر ہی عالم وجود میں آ گیا ہے یہ دلیل پُرانی تو ہے لیکن جدید سائنس نے اس کو از سرِ نَو قوت اور تازگی عطا کر دی ہے۔

ایک انجینئر ربط و تنظیم کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وہ ان مشکلات کا بخوبی اندازہ کر سکتا ہے جو کسی منصوبے کو عملی جامہ پہنانے میں پیش آتی ہیں وہی منصوبے کے حُسن کا صحیح اندازہ کر سکتا ہے کیونکہ اسے خود ایسے کام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے سابقہ پڑتا رہتا ہے۔

چند سال پیشتر مجھے بجلی سے چلنے والی ایک مشین کا خاکہ بنانا تھا جو مساوات کے مشکل سوالات سُرعت کے ساتھ حل کر سکے۔ یہ مشکل مسئلہ ایک ایسی خودکار مشین کی ایجاد سے حل کر دیا گیا جو اب تک لیں گے فیلڈ میں نیشنل ایڈوائزری کمیٹی کے دفتر میں کام دے رہی ہے۔ اس مشین پر سال دو سال کام کرنے اور اس کی مدد سے خاکہ سازی و منصوبہ سازی کے مسائل حل کرنے کے بعد میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ ایسی عمدہ مشین ایک ذہین منصوبہ ساز کے بغیر وجود میں آسکتی ہے۔

ہمارے اردگرد ربط و تنظیم و منصوبہ سازی کا وسیع نمونہ کائنات کی صورت میں پھیلا ہوا ہے جو ہر پابندی سے آزاد بھی ہے اور مربوط بھی ہے اور میرے ایجاد کردہ "کہربائی دماغ" سے زیادہ پیچیدہ ہے۔ اگر میری تیار کردہ کہربائی مشین کو ایک منصوبہ ساز یا موجد کی ضرورت تھی۔ تو میری جسمانی مشین، جس میں نباتیاتی، طبیعیاتی اور کیمیاوی پیچیدگیاں پائی جاتی ہیں۔ بطریقِ اولیٰ ایک بہترین خاکہ ساز اور منصوبہ ساز کی محتاج ہے۔

نقشہ، منصوبہ، انتظام جو نام اس کو دے دیا جائے، وہی اسباب سے معرضِ وجود میں آتا ہے۔ اتفاق یا منصوبہ بندی۔ اس کے نظم و ربط میں جتنی زیادہ پیچیدگی ہوگی، اتنا ہی حادثے یا اتفاق کا عمل دخل اس میں کم ہوگا۔ ہم جس طرح کے منصوبے اور جیسی تنظیم کے درمیان ہیں اس کی موجودگی میں خدا پر ایمان لائے بغیر چارہ نہیں۔

دوسرا نکتہ جو یہاں بیان کیا جا سکتا ہے، یہ ہے کہ کائنات کی منصوبہ بندی کے لیے ایک ایسا منصوبہ ساز درکار ہے جو فوق الفطرت ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرا ایمان ہے کہ خدا فوق الفطرت ہے کیونکہ ماہرِ طبیعیات کی حیثیت سے مجھے ایک فوق الفطرت "علتِ اولےٰ" پر لازمی طور پر ایمان لانا پڑتا ہے۔ میرا فلسفہ مجھے فوق الفطرت پر یقین کرنا اس لیے سکھاتا ہے کہ وہ طبیعی حواس مدرکہ سے محسوس نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لیے اس کے وجود سے انکار کرنا آسان ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جدید طبیعیات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ فطرت خود اپنی تنظیم سے قاصر ہے۔

آئزک نیوٹن نے دریافت کیا تھا کہ کائنات ربط و تنظیم سے ہٹ کر بے ربطی اور بدنظمی کی طرف جا رہی ہے اور یہ ایک مساوی درجہ حرارت کی طرف بڑھ رہی ہے۔ انہیں تصورات کی بنا پر اسے ایک تنظیم کی ضرورت کا احساس ہوا تھا۔ حرارت کے مطالعے نے اس احساس کو یقین کی حد تک پہنچا دیا۔ اسی مطالعے کی بدولت اس نے میسر آنے والی طاقت اور غیر میسر طاقت کے مابین امتیاز کیا ہے اور اس بات کا کھوج لگایا ہے کہ ہر تبدیلی میں حرارت کی ایک خاص مقدار غیر میسر حالت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ لیکن میسر حالت میں تبدیل نہیں ہوتی۔

بولٹزمین اس منظر سے دلچسپی لینے لگا اور اس نے اپنی بالغ نظری ریاضی کی مہارت سے کام لے کر یہ انکشاف کیا کہ اس طرح کے تغیرات سے طبیعیاتی طور پر ایک طرح کی بے ربطی اور بدنظمی کا احساس ہوتا ہے جہاں تک حرارت کا تعلق ہے میسر طاقت کا غیر میسر حالت میں منقلب ہونا مادے کے ذرات میں عدم ربط و تنظیم کا ثبوت بن جاتا ہے سہل ترین لفظوں میں اس مشہور سائنسدان کے نظریے کا مطلب یہ ہے کہ فطرت از خود منصوبہ سازی نہیں کر سکتی۔ کیونکہ ہر تبدیلی کے وقت کسی منصوبہ میں کمی کا قوی امکان ہوتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ربط و تنظیم سادہ کی نسبت پیچیدہ ترتو ہو سکتی ہے۔ لیکن کسی دوسری جگہ بے ربطی اور بد نظمی پیدا کرنے کے بعد ہی یہ صورت پیدا کی جا سکتی ہے۔

یہ کائنات ربط و تنظیم کا ایک بہت بڑا مجموعہ ہے اس لیے ایک ایسی "علت اولی" کی ضرورت ہے، جو مذکورۂ بالا قانون تبدیلی سے متاثر نہ ہو اور اس لیے فوق الفطرت ہے۔ وہی خدا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۲۵

عالمانہ شہادتیں اور چند اقوال

مرلن گرانٹ سمتھ

(ماہر ریاضیات و فلکیات)

خدا کے بارے میں انسان کے دل میں جو سوال پیدا ہوتا ہے اس کا خالق اور مخلوق دونوں کے سامنے جواب دہی سے بڑا قریبی تعلق ہے اس لیے جواب کا فیصلہ کرنے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ اگر خدا ہے تو وہ صرف ہمارا پیدا کرنے والا ہی نہیں ہے بلکہ ہمارا مالک و آقا بھی ہے اس لیے ہمیں اس کے دونوں قسم کے پسندیدہ افعال و اعمال کے بارے میں معلومات حاصل کرنی چاہئیں، یعنی ان افعال کے بارے میں بھی جن کا تعلق براہِ راست خدا سے ہے اور ان کے بارے میں جن کا تعلق ہمارے ہم جنس انسانوں سے ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ بہت چوٹی کے فضلاء نے حال ہی میں اس بات کا بالواسطہ یا بلا واسطہ اعتراف کیا ہے کہ خدا ہے۔ میں ان میں سے چند اقوال یہاں پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثلاً سر جیمز جینز کہتے ہیں :-

"ہماری کائنات ایک بڑی مشین کے مقابلے میں ایک عظیم خیال سے زیادہ مشابہ ہے۔ میں یہ بات ایک سائنسی حقیقت کی طرح نہیں بلکہ گمان کے طور پر کہتا ہوں کہ یہ کائنات کسی بڑے آفاقی ذہن کی پیداوار ہے جو ہمارے تمام ذہنوں سے مطابقت رکھتا ہے اور سائنس کے تصورات بھی اب اسی طرف اقدام کرتے نظر آتے ہیں۔"

کانٹ نے لکھا ہے۔

"دو چیزیں ایسی ہیں جن پر میں جتنی زیادہ دیر تک اور جتنے زیادہ خلوص سے غور کرتا ہوں، اتنا ہی زیادہ مجھ پر ان کی ہیبت اور تحسین کا جذبہ طاری ہوتا ہے۔ ایک تاروں سے بھرا آسمان، عالم ظاہر میں دوسرے اخلاقی اصول عالم باطن میں۔"

ڈاکٹر الیکسس کیرل جنہوں نے نوبل پرائز حاصل کیا ہے، لکھتے ہیں :-

"ہماری مادی دنیا اپنی عظیم وسعتوں کے باوجود بھی انسان کے لیے بہت تنگ ہے۔ انسان کے معاشی اور معاشرتی ماحول کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح یہ دنیا بھی اسے راس نہیں، ریاضیاتی اصولوں کی مدد سے اس کا ذہن برقیوں اور ستاروں کی ماہیت سمجھ لیتا ہے اسے ارضی پہاڑوں، دریاؤں اور سمندروں کی مناسبت سے بنایا گیا ہے لیکن دراصل اس کا تعلق ایک اور ہی دُنیا سے ہے جو اگرچہ اس کے باطن میں بند ہے لیکن زمان و مکاں سے ماورا ہے۔

جارج رومینس جو ایک بڑا فاضل حیاتیات ہے، لکھتا ہے کہ جانوروں کی دنیا میں ہر نوع کا ردِ عمل اپنے ماحول میں اپنی زندگی کی نوعیت کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔ اس نے ایک ایسے مرد اور ایک عورت کے کردار کی نوعیت کا مطالعہ کیا جنہوں نے خود کو حضرت عیسٰے علیہ السلام کی نذر کر دیا تھا اور یہ نتیجہ نکالا کہ دونوں کی زندگی مختلف قسم کی تھی۔ چنانچہ وہ ایک پُرجوش عیسائی بن گیا۔ اس کو یہ یقین ہو گیا کہ صرف خدا انسانی زندگی میں ایسے معجزات دکھا سکتا ہے اور ولیم جیمس کی طرح اس عظیم امریکی فلسفی اور ماہر نفسیات نے اس مسئلے کو اس طرح بیان کیا ہے کہ۔

"ہم اور خدا دونوں ایک دوسرے
کا کام کرتے ہیں اور اس میں ہمارا
بلند ترین مقصد حاصل ہوتا
ہے۔"

یہ ایک عام بات ہے کہ ہر سبب کے ساتھ ایک نتیجہ ضرور ہوتا ہے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سائنسدان مسلسل اسباب میں لگے ہوئے ہیں۔ اور ان اسباب کے پس پردہ ہی علتِ اولیٰ ہے۔ بعض حالات میں اسباب آسانی سے معلوم ہو جاتے ہیں لیکن بعض دفعہ ظاہری اسباب کی تہہ میں جو حقیقی اسباب ہوتے ہیں انہیں متعین کرنے میں بڑی کاوش اور تحقیق کرنی پڑتی ہے۔ مثال کے طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ادویہ کی تحقیقات میں یہ دوسرا طریقہ استعمال کیا گیا ہے۔

میعادی بخار کو تقریباً معدوم کر دیا گیا ہے۔

امراض تنفس کی روک تھام اور ان کے علاج میں انسان نے بڑی ترقی کر لی ہے۔

گزشتہ ربع صدی کے عرصے میں عمر کے اوسط میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔

علم حیاتیات میں جانوروں اور پودوں کی زندگی کو بہتر بنانے کے سلسلے میں مشاہدات جاری ہیں۔

علم کیمیا میں بھی نئے اصول اور ان کا اطلاق معلوم ہو جانے کی وجہ سے بے مثال ترقی ہوئی ہے، اجزائے ذرات نے پوشیدہ قوت کے میدان میں غیر متوقع اہمیت حاصل کر لی ہے۔

علم نجوم کی نئی معلومات سے جن کا حصول نئی میکانیات اور ذراتی علم کی بنا پر ممکن ہوا ہے۔ کائنات کی طبیعیاتی بلندیوں خصوصاً اس مسلسل عمل اور ردِّ عمل کو دیکھ کر ہمارے دماغ چکر کھا گئے جو وہاں نظر آ رہا ہے۔

یہ تمام بلکہ ان سے اور بھی زیادہ معلومات کا حصول اس مسلسل تلاش و جستجو کا مرہونِ منت ہے جو اسباب اور ان کے پس پردہ نتائج معلوم کرنے کے لیے جاری ہے۔ اسباب و نتائج کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاسکتا - یہ دونوں معنوی طور پر ایک وحدت ہیں - ہم انسان اور ہمارے گرد و پیش کی دنیا سب مل کر نتائج کا ایک مجموعہ ہیں اور اس مجموعہ کی تہہ میں نیز اس کے پس پشت ایک غیر مرئی سبب اور ازلی علت موجود ہے جس کو میں خدا کہتا ہوں۔

اس علت و معلول کے اصول کے علاوہ ہم دوسرے قوانین کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

فطرت ایک مقرر اصول کے مطابق کام کرتی ہے۔ نئے نئے قوانین معلوم ہوتے جارہے ہیں۔ تحت الجواہر حقائق کے قوانین بھی معلوم کیے جارہے ہیں اور وہ اصول بھی انسانی علم میں آرہے ہیں جن کے تحت ماورائے کہکشاں اجرام فلکی کا ربط باہم قائم ہے۔

ان کی دریافت کرنے کے لیے انتہائی فاضل لوگوں کی مساعی درکار رہی ہیں لیکن ہم یہ اصول محض دریافت کر رہے ہیں ورنہ یہ تو بذات خود اتنے ہی قدیم ہیں جتنی خود کائنات۔ کیا ہم اس نظریے کو قبول کرلیں کہ اب ان سب کی ابتداء محض مادے سے ہوئی۔ ان کی تعداد ان کی کثرت ان کی توافق و توازن اور ان کی فطرت ہمارے اس تصور کو جھٹلاتے اور ناممکن بنادیتے ہیں

یہ قوانین کسی ایسی ہستی نے بنائے ہیں جو ہماری اس کائنات سے بالا ہے۔ میری معمولی سمجھ بوجھ کے مطابق اس کا قابل قبول جواب صرف یہ ہوسکتا ہے کہ

"تمام قوانین ایک قانون ساز کی موجودگی کی شہادت دیتے ہیں جس کو میں پھر خدا کہہ کر پکارتا ہوں۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور میرے خیال میں یہ خدا کوئی ناقابلِ بیان، تغیّر پذیر اور موہوم ہستی نہیں ہے اور نہ اس بات کا امکان ہے کہ وہ کوئی ایسی ہستی ہو جس کو ہمارے اوہام باطلہ نے مختلف اوقات اور مقامات میں کسی تحریک کے تحت خود تراش لیا ہو بلکہ یہ وہ خدا ہے جس کا انجیل میں ذکر ہے، جس کا ذکر انبیاء اور پیغمبروں نے کیا ہے، جس پر بزرگانِ دین کا اعتقاد رہا ہے اور جس کا اعتراف کلیسا کے تمام اہم فرقوں نے کیا ہے۔

انجیل خدا کا کلام ہے، بندوں کے لیے خدا کا پیغام ہے۔ اس میں یہ بیان کیا گیا ہے اور اس مشابہت نے اس کو نالائق بنا دیا کہ وہ اس وحی خداوندی کا مہبط بن سکے جس میں اس نے اپنے کائنات کے رزاق اور خلاق ہونے کا اظہار کیا ہے، خدا انسان سے کلام کر سکتا ہے۔ اور پہلی بڑی بات جو خدا نے انسان سے کہی، وہ یہ تھی کہ انسان کو اور اس حیرت انگیز ولا تناہی کائنات کو، جو اس کے گرد پھیلی ہوئی ہے خدا نے پیدا کیا ہے۔

اس کے علاوہ لاکھوں آدمیوں کی گواہی موجود ہے۔ ان انسانوں میں ان پڑھ بھی اور علماء فضلا بھی ہیں۔ یہ لوگ ہر دور میں اس بات کی گواہی دیتے رہے ہیں کہ انہوں نے روحوں میں سچ مچ خدا کی موجودگی محسوس کی ہے۔ اس شہادت کو ہم کہاں لے جائیں؟ کیا اس کو رد کر دیں! نظر انداز کر دیں! "یہ مسرت جو ناقابلِ بیان اور انتہائی پر عظمت ہے۔" جو لاتعداد انسانوں نے محسوس کی ہے کیا ہم اسے فراموش کر دیں؟ بھلا دیں؟ شہیدوں اور مبلغوں کا وہ جذبہ ایمانی جس کے لیے انہوں نے خلوت کی زندگی گزاری، مصائب برداشت کیے، ظلم سہے، قتل ہوئے کیا ہم اس اہمیت کو ختم کر دیں، محو کر دیں اور ان کے تمام کارناموں کو حماقت تصور کر لیں؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک میرا تعلق ہے مَیں اس بات کا قائل ہوں کہ "خدا موجود ہے" اور وہ ان لوگوں کو انعام سے سرفراز کرتا ہے جو اسے خلوص سے تلاش کرتے ہیں۔

تمام الہامی کتابوں کے شروع کے چار الفاظ یہ ہیں۔

"آغاز خدا کے نام سے"

مَیں ان الفاظ کو اپنے ذاتی فلسفۂ حیات کی بنیاد قرار دیتا ہوں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۲۶

قوانینِ فطرت کے پس پردہ ایک نظر

ایڈورن فاسٹ

(ماہر طبیعیات)

راقم کی رائے میں اس اہم سوال کے جواب کے لیے جو اس کتاب میں پیش کرنا ہے کسی زیادہ طویل مباحثے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کا جواب مختصر ہو سکتا ہے اور کم از کم مضمون نگار کی رائے میں تسلی بخش بھی۔

حیاتیات کے شعبے میں کسی مظہرِ فطرت کو واضح کرنے کے لیے صحیح ترین توجیہہ وہ سمجھی جاتی ہے جو سادہ ترین ہو اور عملی تجربات کی تسلی بخش تشریح کر دے۔ کچھ مسلمات کو اس لیے تسلیم کر لیا جاتا ہے کہ وہ کسی نظریے کو تقویت پہنچانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں اور بظاہر مناسب و معقول بھی معلوم ہوتے ہیں۔ ان کو بنیادی پتھر بنا کر ان پر عمارت کھڑی کی جاتی ہے اور وہ غلط یا ناکافی ثابت ہوتے ہیں تو عمارت گر جاتی ہے۔

نظریۂ امکان، ریاضی میں کافی اہمیت حاصل کر چکا ہے اور طبیعیات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بھی اسے کافی استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر بیرونی عوامل متاثر نہ کریں اور ایک سکے کو بار بار ہوا میں اچھالا جائے تو وہ اکثر جتنی دفعہ ایک رُخ پر گرے گا اتنی ہی مرتبہ دوسرے رُخ پر گرے گا۔ اسی طرح اگر پانسہ کئی مرتبہ پھینکا جائے تو اس کے تمام پہلو برابر کی تعداد میں چت پڑیں گے۔ اگر سکے کو کسی خاص رُخ پر گرانا ہو تو اس کو ایک خاص زاویے سے اچھالنے اور انگوٹھے کو ایک خاص قسم کی جنبش دینے سے بآسانی ایسا کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اگر پانسے کو ہوشیاری سے پھینکا جائے تو کوئی ایک ہندسہ بار بار آ سکتا ہے۔ ان دونوں صورتوں میں صرف فرق اتنا ہے کہ ایک میں نتائج اتفاق سے ظاہر ہوتے ہیں۔ دوسری میں فعل کو ذہن کی ہدایت حاصل ہوتی ہے اور وہ نتیجے کو متاثر کرتی ہے۔

ہم ان سادہ اور معمولی مثالوں کا اطلاق زیادہ اُلجھے ہوئے مسائل پر بھی کر سکتے ہیں مثلاً یہ فرض کر لیں کہ دس یا سو یا ایک لاکھ اکائیاں ایک ساتھ عمل کر کے ایک رویے کی مثال قائم کرتی ہیں۔ کسی اتفاقیہ حاصل شدہ نتیجے سے انحراف آدمی کو کسی سبب کی تلاش پر مجبور کر دیتا ہے۔ یا کم از کم کسی تحریک کی جستجو اس کو ضرور پریشان کرتی ہے لیکن جب ہم ایسے پابند رویے کے اصول کی وضاحت کرتے ہیں تو اسے "قانونِ فطرت" کا نام دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر ہم الیکٹرون، پروٹون یا نیوٹرون کی حرکات پر ایک کہربائی عمل کے سلسلے میں غور کریں تو ان میں سے ہر ایک اس طرح حرکت میں ہے کہ اس کی ہم مناسب توجیہہ کر سکتے ہیں اور اس معاملے میں قانون فطرت کی روشنی میں پیش بینی بھی کر سکتے ہیں ان کی خصوصیات کچھ اس قسم کی ہیں کہ وہ ایک متوقع اور متعین قاعدے کے مطابق ہی حرکت کرتے ہیں۔ یا اگر سوڈیم کی برقی محراب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سے روشنی ایک تنگ شگاف یا مثلثی منشور میں گزاری جائے تو دو زرد نارنجی رنگ کی لکیریں نظر آئیں گی۔ وہ قوت جو روشنی کی صورت میں پیدا ہوتی ہے الیکٹرون کے کسی ذرّہ میں شدید حالت قوت سے کم تر قوت کی طرف آنے سے ظاہر ہوتی ہے اس کو ہم اصطلاحاتِ ریاضی میں باضابطہ بیان کر سکتے ہیں۔

لیکن اس مقام پر ایک اہم نکتہ پیدا ہوتا ہے جو اس مسئلے کی جان ہے۔ یعنی قانونِ فطرت محض ان چیزوں کا ایک بیان ہے جنہیں دیکھ لیا گیا ہے اور کوئی عقلی یا تنظیمی قانون موجود نہیں اور یہ اظہار مشاہدات نہ بذاتہٖ کوئی بنیادی سبب ہے نہ اسے مظاہرِ فطرت کی تشریح قرار دیا جا سکتا ہے۔ کائنات کی ابتداء کی تلاش کے سلسلے میں سائنس نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ موجودہ مرکزی اور حیاتیاتی معلومات کی بنا پر کسی عنصر کے اہم جواہر کا باہمی تعامل اس کی ہیئت اور اجزائے ترکیبی کی تشریح کس طرح کر سکتا ہے! اگر ہم پروٹون اور اس کے خواص کا مطالعہ کریں اور اس قوت کا پتہ چلائیں جو مختلف اجزا کو ملائے رکھتی ہے تو ہماری کائنات کے تمام معلوم عناصر وقوع میں لائے جا سکتے ہیں۔ پروٹون کا ابتدائی ظہور اور اس کے خواص کی ماہیت اب تک نہیں سمجھی جا سکی ہے۔ اپنے پچھلے بیان سے رجوع کرتے ہوئے ہم آخرکار نتیجہ نکالنے پر مجبور ہیں کہ قوانینِ فطرت کا وجود، جو اس کائنات کی حرکات وسکنات کو اس طرح اپنی مرضی کے مطابق بروئے کار لاتا ہے جس صورت میں یہ ہمیں نظر آتی ہیں۔ ایک دفعہ جب ابتدائی طور پر الیکٹرون، پروٹون اور نیوٹرون پیدا کر دیے گئے تو ساتھ ہی ان کے خواص نیز ردیتے کا سانچہ بھی تیار کر دیا گیا جس سے وہ اب انحراف نہیں کر سکتے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے محدود اذہان جب وقت کی ابتدا کے متعلق غور کرتے ہیں تو ان کا یہ خیال ہوتا ہے کہ اس کا آغاز کسی نہ کسی نقطے سے ضرور ہوا ہوگا۔ وہ اس نقطۂ آغاز کو ضروری چیز خیال کرتے ہیں جب مادے کے اجزائے ترکیبی پہلی مرتبہ پیدا کیے گئے ہوں گے اور ان طبیعیاتی موجودات کی ساخت میں آفرینش سے وہ خواص پیدا ہوئے ہوں گے جو ان کے رویے کا تعین کرتے ہیں۔ وہ سبب جس نے ان جواہر کو پیدا کیا منطقی طور پر اس نے ان کے خواص کا تعین بھی کر دیا۔ اگر صدیوں کاوش کے بعد سائنسدانوں میں کچھ عقل پیدا ہو چکی ہے۔ ان کے روشن ترین دماغ تحقیق و دریافت کا گر سیکھ گئے ہیں۔ کائناتی پیچیدگیوں پر انہوں نے غور کیا ہے، مختلف موجودات کے ظہور اور رویے پر ان کی نظر ہے تو وہ یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوں گے کہ اس ذاتِ واحد کا ذہن جس نے ان چیزوں کو ابتداءً پیدا کیا آج تک کے پیدا شدہ اذہان کی مجموعی ذہانت سے کہیں زیادہ ہے۔ آج کل کے بہترین متوازن دماغ اس بات کو فوراً تسلیم کر لیں گے کہ انسان ابھی تک یہ بھی نہیں سمجھ سکا کہ مظاہرِ فطرت کے متعلق اس کو کیا معلومات حاصل کرنی چاہئیں۔

لیکن جب ہم عضویاتی دائرے میں قدم رکھتے ہیں تو رویے کی پیچیدگیاں بہت زیادہ بڑھ جاتی ہیں اور اسی وجہ سے اس رویے کو محض اتفاقات کی بنیادوں پر سمجھنے کے بہت کم مواقع باقی رہ جاتے ہیں۔ عضویاتی مادے کے اہم اجزائے ترکیبی ہائیڈروجن، آکسیجن اور کاربن ہیں۔ اس میں نائٹروجن اور دوسرے اجزاء کا کچھ معمولی سا حصہ بھی شامل ہوتا ہے۔

انتہائی غیر پیچیدہ زندگی میں بھی لاکھوں ذرات مل کر کام کرتے ہیں، اور جیسے جیسے انواع بڑی اور پیچیدہ ہوتی جاتی ہیں۔ اس بات کے امکانات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کم تر ہوتے چلے جاتے ہیں کہ مرکبات محض اتفاق سے ظہور پذیر ہو گئے۔ اس کے بعد جب ہم زندگی کی اعلےٰ انواع کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ان میں سے بعض ایسی ہیں جو ایسے طریقے اختیار کرنے میں ذہانت اور سمجھ بوجھ کا ثبوت دیتی ہیں جو قطعی قانونِ فطرت کے خلاف ہوتے ہیں۔ یہ امر انتہائی ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ محض بعض عناصر کے یک جا ہونے کی وجہ سے ایسا ہو جاتا ہے اور پھر ان میں ترقی بھی ہوتی ہے، توالد و تناسل بھی ہوتا ہے اور ذہانت و عقلیت کا مظاہرہ بھی، اور یہ ساری چیزیں کسی خالق کے تخلیقی عمل کے بغیر وجود میں آجاتی ہیں۔ یہ ایک ایسے اصول کو تسلیم کرنا جو عملی طور پر ممکن ہی نہیں اور ایسے اصول کو رد کرنا ہوگا جو نہایت سادہ اور معقول ہے۔ توریت کے سادہ الفاظ میں "ہر ابتدا میں خدا ہے ....." کیا یہ نہایت سادہ الفاظ نہیں ہیں؟ لیکن ان کی سادگی میں بھی ایک عظمت ہے۔ راقم کے اعتقاد کے مطابق ربانی عظمت!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۲۷

کیمیاوی قوانین اور خدا

جان ایڈلف بوہلر

(ماہر کیمیا)

کیمیاوی قوانین کا خدا سے کس قسم کا تعلق ہے، ذہن انسانی کتنا محدود ہے اور آج کل کے بہترین فضلاء کے لیے کس طرح یہی مناسب ہے کہ عجز و انکسار اختیار کریں۔ یہ باتیں واضح کرنے کے لیے میں چاہتا ہوں کہ اپنے قارئین کو کیمیاوی علوم کی بہت مختصر سی تاریخ بتا دوں۔ یہ میرا خاص میدان ہے مگر میں کوشش کروں گا کہ اصطلاحی زبان میں بات نہ کروں بلکہ سادہ اور غیر اصطلاحی زبان استعمال کروں۔

آفتاب تہذیب طلوع ہونے کے بعد سے انسان ہمیشہ یہ کوشش کرتا رہا ہے کہ اپنے گرد و پیش کی مادی دنیا کی تبدیلیوں کو سمجھ سکے۔ ابتداءً مادے کے متعلق اس کی معلومات نامکمل اور غیر واضح تھیں۔ دمقراطیس (تقریباً ۴۰۰ ق۔م) پہلا شخص تھا جس نے یہ خیال ظاہر کیا کہ ہر چیز چھوٹے چھوٹے ذرات سے مل کر بنی ہے جو بجائے خود اپنا ایک مستقل وجود رکھتے ہیں۔ یہ خیال مادے کے مستقل وجود کے تصور سے انکار کا ایک جراَت آمیز

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعلان تھا اور حس بصر (SENSE OF SIGHT) کے اصول سے متضاد تھا لیکن یہ جلدی ہی اس دور کے متداول تصوف میں گم ہو کر رہ گیا۔

دو ہزار سال تک کیمیا مع باطنیت و سحر مادے کی کیفیت معلوم کرنے کی کوشش میں لگی رہی لیکن سترھویں صدی کے وسط میں رابرٹ بوائل نے دیمقراطیس کا نقطۂ نظر دوبارہ اختیار کیا اور لفظ عنصر (ELEMENT) اصطلاحاً ان سادہ اجزا کے لیے استعمال کیا جن کو تجربہ گاہ میں مزید تقسیم نہ کیا جا سکے[1]۔ یہ نظریہ اختیار کرنے کی وجہ سے ارسطو کا یہ تصور کہ ہر چیز آگ، پانی، ہوا اور مٹی ان چار عناصر سے مل کر بنی ہے باطل ہو گیا۔ ۱۷۷۴ء عیسوی میں پرسٹلے نے آکسیجن کا انکشاف کیا اور ۱۷۷۶ء عیسوی میں لارڈ ہنری کیونڈشن نے ہائیڈروجن دریافت کی۔ تھوڑی مدت بعد اینٹوائن لیوشیر نے یہ تحقیق کی کہ ہوا آکسیجن اور نائٹروجن کا مرکب ہے۔ اس نے یہ دلیل بھی دی کہ پانی ایک عنصر نہیں ہو سکتا کیوں کہ یہ ہائیڈروجن کو ہوا میں جلا کر بنایا جا سکتا ہے۔

اس دوران میں کیمیاوی سائنس واقعی ترقی کرتی رہی۔ ۱۷۹۹ء میں جوسف پراؤسٹ نے جو ایک فرانسیسی کیمیادان تھا۔ یہ ثبوت مہیا کیا کہ خاص کیمیادی مادے، مثلاً کھانے کا نمک، ایک ہی طرح کے ہوں گے، خواہ انہیں کہیں سے حاصل کیا جائے۔ برتھولیٹ نے اس کا ثبوت مہیا کیا کہ مختلف خطوں سے حاصل کیا ہوا نمک نوعیت کے لحاظ سے مختلف ہوگا۔ اسی برس کے تجربات کے بعد پراوسٹ کی بات صحیح ثابت ہو گئی اس طرح مرکبات کی ترکیب غیر تغیر پذیر ثابت ہو گی۔

---

[1] اجزائے لایتجزی!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک کوئیکر مدرس جان ڈالٹن نے ۱۸۰۸ء میں کوشش کی کہ کیمسٹری کی اپنے زمانے تک کی تمام معلومات کو یک جا کر دے۔ اس نے عناصر اور مرکبات کے غیر تغیر پذیر ہونے کی بھی تشریح پیش کی۔ مادے کے جوہری نظریے کو اس نے تسلیم کر لیا۔ اس کے نزدیک عناصر چھوٹے چھوٹے جواہر ہیں جن کو ذرات کہا جاتا ہے۔ اور عنصر کے ذرات یکساں بھی ہیں اور مختلف بھی۔ وہ جواہر کو ناقابل تعدیم یا لافانی سمجھتا تھا۔

اس کے قول کے مطابق عناصر کے طبیعیاتی اور کیمیاوی عمل میں فرق ان کے جواہر کے وزن میں اختلاف کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے۔ اس نے مرکبات کی ناتغیر پذیر ترکیب کو اس طرح ثابت کیا کہ عناصر ایک خاص تناسب سے کسی مرکب میں مل جاتے ہیں تو پھر تغیر کا امکان نہیں رہتا اس طرح یہ بات واضح ہو گئی کہ کیمیاوی مظاہر قانون کے پابند ہیں۔ وہ مادے کی کمیت کی بقا کے قانون کو تسلیم کرتا ہے۔ اسی طرح وہ غیر تغیر پذیر کتب کے قانون اور بقائے طاقت کے قانون کو بھی تسلیم کرتا ہے جب سائنس کو ان مہمات کے لیے یہ ساز و سامان مل گیا تو علم کیمیا کا صفائی درجہ اس مقام پر پہنچ گیا، جہاں صحیح پیمائشات ضروری معلوم ہونے لگیں۔ ایک مرتبہ جب راستہ کھل گیا اور سمت مقرر ہو گئی تو پھر حقیقی ترقی اور پیش قدمی شروع ہو گئی۔

لہ ایک فرقے کا نام جو ۱۶۴۸ء میں جارج فاکس نے قائم کیا تھا۔ ان کے اصول یہ تھے کہ معاشرے میں امن و امان اور سادگی کو پیدا کیا جائے یہ لوگ رسمی آداب و القاب سے بھی پرہیز کرتے تھے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب یہ چیز ایک مسلمہ حقیقت تسلیم کی جانے لگی کہ ہر جگہ قانون کی حکمرانی ہے تو مادے کے متعلق تحقیق ایک مستقل سائنس بن گئی۔ پھر تقریباً نصف صدی تک علم کیمیا نیوٹن کے تصورات کی روشنی میں ترقی کرتا رہا، ڈالٹن کے زمانے تک صرف بیس عناصر کا انکشاف ہوا تھا۔ مگر ۱۹۰۰ء تک ان کی تعداد نوّے تک پہنچ گئی۔ علم کیمیا نے بڑی تیزی سے ترقی کی۔ ڈالٹن کے تصورِ جوہر کے مطابق جوہر مادے کا سخت بطن ہے جو نیوٹن کے اصول کا پابند ہے۔ انیسویں صدی کے نصف آخر میں ایسے بہت سے تجربات کیے گئے جن سے ڈالٹن کے تصوّر سے کہیں زیادہ پیچیدہ جوہر کا انکشاف ہوا۔ مثلاً میسن نے ۱۸۵۲ء میں بجلی کے ایک ایسے ٹیوب میں سے برقی رو گزاری جس میں سے ہوا خارج کر دی گئی تھی۔ اس کے بعد جیسلر نے زیادہ طاقت ور برقی رَو استعمال کی اور کئی اور نئی قسم کی گیسیں معلوم کیں۔ اس کے بعد ہم کروکس کے ۱۸۷۸ء کے تجربات تک پہنچ جاتے ہیں۔ کروکس نے اپنے ٹیوب میں مکمل خلا پیدا کر لیا۔ اس نے اس میں سے برقی رَو گزارتے وقت ایک عجیب قسم کی چمک محسوس کی ہے۔ جے ٹامسن نے ان پُراسرار شعاعوں کو منفی، انتہائی تیز رفتار اور کم و بیش بے وزن قرار دیا۔ ان شعاعوں کو کیتھوڈ یا زیر برقیرہ (منفی برقیہ) کہا جاتا تھا۔ اور وہ ٹیوب جو اسے بناتے کیتھوڈ ٹیوب کہلاتے بعد میں ان شعاعوں کو الیکٹرونی کہا جانے لگا۔

اس کے بعد بیکوریل اور کیوری نے (RADIOACTIVITY) کا انکشاف کیا۔ اس انکشاف سے تحت الجواہر ذرّات کی ایک نئی دنیا کا ظہور ہوا جس کا مادہ بیشتر مرکز میں ہوتا ہے جہاں تمام مثبت پروٹون جمع رہتے ہیں اور اس مرکز مادے کے چاروں طرف منفی الیکٹرون، جو طاقت کی اکائی شمار ہوتے ہیں ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخصوص شکل میں منقسم ہیں۔ اسی طرح جواہر کی کیمیائی اور طبیعیاتی خصوصیات مرکز کے برقی چارج کے تفاوت سے اور مرکزی الیکٹرون کی تنظیم سے منسلک ہو گئیں۔ شروع میں نیوٹن کے تصورات کا تحت الجواہر ذرات پر اطلاق کرنے کی کوشش کی گئی، لیکن یہ بات جلد ہی واضح ہو گئی کہ وہ قوانین جو متحرک ذرات پر بڑے پیمانے پر نافذ ہوتے ہیں، اس حالت میں کام نہیں دیتے جب ان کو بھی تحت الجواہر پیمانے پر استعمال کیا جائے۔ اس لیے یہ ضروری ہوا کہ ایک نئی قسم کی ریاضی ایجاد کی جائے۔ جس کو میکانک یا امکانی احصا کا نام دیا جائے جس سے پروٹون الیکٹرون اور تحت الجواہر ذرات کی حرکات و سکنات کو ریاضیاتی طور پر بیان کیا جا سکے۔

۱۹۱۷ء میں ہیزن برگ نے "اصول لاتعینات" (PRINCIPLE OF UNCERTAINITY) پیش کیا اور بتایا کہ کس طرح نیوٹن کے اصول کا تحت الجواہر ذرات پر اطلاق ممکن نہیں۔ اس اصول سے ثابت ہوا کہ ذرے کی گردش کی رفتار اور مقام کا تعین کسی طرح ممکن نہیں۔ ہم جس وقت الیکٹرونوں کا مشاہدہ کرتے ہیں اس کا موقف تبدیل ہو جاتا ہے یعنی اس کا مقام بدل جاتا ہے یا رفتار میں فرق آ جاتا ہے یا رفتار اور مقام دونوں اپنی پہلی حالت میں نہیں رہتے۔ اس طرح ہم کسی وقوع کے امکان کی بات تو کر سکتے ہیں لیکن اس کے ظہور کا صحیح تعین نہیں کر سکتے۔

چنانچہ ہم یہ کہتے ہیں کہ فطرت اتفاقات کے ریاضیاتی قوانین کی پابندی کرتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ علم کیمیا میں ایسے یقینی اور حتمی قوانین موجود ہیں جن کو ہم ریاضیاتی قوانین کہہ سکتے ہیں۔ ہم تجربہ گاہ میں عموماً بہت سے آیون[1] یا مولیکیول[2] کے ذریعے تجربے کرتے ہیں۔ جب ہم کوئی محلول یا مرکب

---

[1] چھوٹے چھوٹے برقی پارے۔ [2] ایٹم سے بڑا ذرہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیار کرتے ہیں تو ہر آیون یا برق پارہ ایک غیر معمولی اور غیر یقینی طریقہ پر عمل کرتا ہے۔ اس کے باوجود ہم بڑی حد تک صحیح نتائج کا پہلے سے اندازہ کر سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں بھی جب ہم لاکھوں ایسے آیونوں کے ذریعے تجربہ کر رہے ہوں جن میں سے ہزاروں ساکن رہیں ہم نتائج کو سو فی صد مکمل سمجھتے ہیں کیوں کہ ان ہزاروں یا لاکھوں ساکن آیونوں کو تولنے کے لیے ہمارے پاس کوئی آلہ نہیں ہے۔ یہ اتنے مختصر اور کم وزن ہوتے ہیں کہ نتائج میں ہمارے پیمانوں کے لحاظ سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔

ڈونوآئے کہتا ہے کہ ہر بات تجربات کے پیمانوں پر منحصر ہوتی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ ہمارے پیمانوں کے لحاظ سے جو چیز سو فی صد وقوع پذیر ہو گئی ہو، وہ دوسرے پیمانوں کے لحاظ سے غیر مکمل اور ناقص ہو۔ اس طرح ایک چنے بھر سیاہ کاربن کو ہم سفید چنے بھر آٹے میں ملا دیں تو ہمیں اس کا رنگ بھورا نظر آئے گا۔ ایک جرثومہ اس پر سے گزرے گا تو اس کو وہ سفید اور سیاہ پتھروں کا ڈھیر معلوم ہوگا۔ ہماری اور اس کی مشاہدے کی سطح اور معیار میں بہت فرق ہے۔

مگر ہمیں کیمیا ہمارے معلوم کردہ قوانین کی پابند معلوم ہوتی ہے اس کا اصل سبب یہ ہے کہ ہمارا واسطہ شماریات سے ہوتا ہے۔ ہمارے کیمیاوی طبیعیاتی قوانین کی تہہ میں نمایاں بد نظمی اور انتشار ہے لیکن چونکہ ہم بہت بڑے اعداد استعمال کرتے ہیں، اس وجہ سے ریاضیاتی قواعد کا اطلاق ہو جاتا ہے اور صحیح نتائج بھی برآمد ہو جاتے ہیں۔ اس طرح انتشار میں سے ہم آہنگی پیدا ہو جاتی ہے۔

قوانین شماریات کے پس پردہ کون سی طاقت رہنمائی کرتی ہے؟ جب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم قانونِ اتفاق کا اطلاق کسی فطری واقعے کے امکان پر کرتے ہیں، مثلاً عناصر میں سے ایک پروٹین والے مولیکیول (MOLECULE -) بنالینا، تو اس کے لیے دنیا کی عمر تین بلین (ارب) سال قرار دینے سے بھی یہ امر وقوع پذیر نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ کوئی رہنما طاقت ہے جس کا کوئی مقصد بھی ہے تو ہم یہ بات سمجھ سکتے ہیں کہ کس طرح انتشار میں سے ہم آہنگی اور توافق پیدا ہو جاتا ہے۔ ممکن ہے ہیزن برگ کا اصول تشکیک محض اس وجہ سے تسلیم کر لیا گیا ہو کہ ہم موجودہ فہم انسانی کی سطح پر الیکٹرون کو ایسی حالت میں دیکھنے کے قابل نہیں ہو سکے ہیں جس میں اس کی رفتار اور مقام میں فرق نہ پیدا ہو جاتا ہو۔ ممکن ہے جب ہم وقت کے بارے میں بہت زیادہ معلومات حاصل کر لیں تو الیکٹرون کو اسی طرح دیکھ سکیں جس طرح مریخ کے سیارے کو دیکھتے ہیں۔

فی الحال ہیزن برگ کا اصول ہمیں تحت جواہر ذرات کے مطالعے میں مدد دیتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے ڈالٹن کا نظریہ جواہر انیسویں صدی کے کیمیا دانوں کے لیے انتہائی مفید ثابت ہوا تھا۔ ہمیں یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ ہم مادے اور طاقت کے متعلق ابھی تک مکمل معلومات حاصل نہیں کر سکے ہیں۔ دراصل ابھی ہم نے صرف اوپر کی سطح کو ذرا سا کریدا ہے۔ یہ بھی عین ممکن ہے کہ ہمارا یہ خیال کہ تحتِ جوہر سطح پر انتشار اور بدنظمی ہے۔ غلط ہو اور یہ اصول محض اس وجہ سے تسلیم کر لیا گیا ہو کہ ابھی تک ہمیں مظاہر فطرت کے متعلق صحیح علم حاصل نہیں اور ہم ان چیزوں کا ایک غلط سطح پر مطالعہ کر رہے ہیں۔

انسان کو فطرت کے پورے نظام میں تنظیم اور تدبر نظر آتا ہے کائنات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی متعین مقصد کی طرف سفر کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ یہ بات اس نظام سے ثابت ہو جاتی ہے جو ہمیں ایٹم میں نظر آتا ہے۔ ایک مقررہ سانچہ ہے جو ہر جگہ استعمال ہو رہا ہے۔ خواہ وہ ہائیڈروجن کا معاملہ ہو یا یورینیم کا یا ان کے علاوہ کسی اور چیز کا۔ ہم ان قوانین کے متعلق جو مختلف عناصر تخلیق میں پروٹون یا الیکٹرون کی تقسیم میں حاوی ہیں، جتنی زیادہ معلومات حاصل کرتے ہیں۔ اتنا ہی ہمیں وہ ہم آہنگی اور توافق زیادہ صاف نظر آتا ہے جو مادے میں موجود ہے۔ کسی دن ہم یہ بھی معلوم کر لیں گے کہ کس طرح وہ قوت مجتمع کی جاتی ہے جس سے مادے کے ڈھیر تیار ہو جاتے ہیں۔ سب سے پہلے آئن سٹائن نے مادے اور طاقت کے اس رشتے کو واضح کیا۔ آدمی پر ابھی ذرّاتی قوت کے راز ہائے سربستہ کھلنے شروع ہی ہوئے ہیں۔ ابھی ہم مادے سے طاقت حاصل کرتے ہیں کسی دن ہم طاقت سے مادہ پیدا کرنے کے لائق بھی ہو جائیں گے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کیمیاوی لحاظ سے کائنات ایک وحدت ہے۔ ہمارے پاس ایسے ذرائع موجود ہیں جن سے ہم دوسرے سیاروں کے بہت سے عناصر کا جو زمین پر مل جاتے ہیں مطالعہ کر سکتے ہیں اور وہ قطعی طور پر ملتے جلتے معلوم ہوتے ہیں۔ بلکہ دُور دراز کے ستاروں میں بھی ہمیں ایسے عناصر کا پتہ چلتا ہے جو زمین کے عناصر کے مشابہ ہیں آج کل کی سائنس کا یہ اعتقاد ہے کہ وہی قوانینِ فطرت جو ہماری دنیا میں نافذ ہیں بیرونی خلا کے دُور دراز مقامات میں بھی اسی طرح جاری و ساری ہیں۔ جس طرف ہماری نظر جاتی ہے ہمیں تدبّر، تنظیم اور ہم آہنگی نظر آتی ہے مجھے اس بات کا پختہ یقین ہے کہ ایک عقلِ کل نے اس کائنات کو ایک منصوبے کے تحت پیدا کیا ہے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ اس کی منزل کی طرف رہنمائی کر رہی ہے۔ اگر وقت اور جگہ اس کی اجازت دیتے کہ میں تنظیم و توافق کے حیرت انگیز حقائق اور واضح کروں تو میں پانی کاربن ڈائی آکسائڈ، امونیا اور آکسیجن کے دور کا ذکر کرتا۔ یہ تمام کے تمام ایک با تدبیر عقل اور تعمیری قوت کا پتہ دیتے ہیں۔ اگرچہ فطرت کی بہت سی چیزیں ایسی بھی ہیں جن کی توجیہہ ابھی تک نہیں کی جا سکی اور جن پر راز کے پردے پڑے ہوئے ہیں لیکن اب ہم وہ غلطی نہیں کریں گے جو پرانے لوگوں نے کی تھی کہ خدا کے تصور کو نامعلوم چیزوں کی توجیہہ کا ذریعہ بنا دیا اور ہر "خدا" کو الگ الگ فرائض سونپ دیئے چنانچہ جب سائنس نے ترقی کی اور بہت سے مظاہر فطرت کے راز ہائے سربستہ فاش ہوئے تو وہ قوانین جو ان میں نافذ تھے معلوم ہونے لگے۔ اور ان "خداؤں" کی ضرورت باقی نہ رہی۔ اسی لیے بہت سوں کے لیے خدا ایک بیکار سی چیز بن گیا۔

ہمیں ذہن میں خدا کا تصور قائم کرنے، اس کی ذات و صفات پر غور و خوض کرنے، کائنات کی تعظیم اور اس کے قوانین کی عظمت کے ذریعے سے اسے پہچاننے اور اس کے حضور سر نیاز خم کرنے کی بھی کوشش کرنی چاہیئے۔ بہت سے لوگ نامعلوم حقائق کو قوانین فطرت کے انکشافات کے ذریعہ ظاہر کر سکتے ہیں لیکن انسان کبھی خود قوانین فطرت کی تخلیق نہیں کر سکے گا۔ خدا ہی حقیقی قانون ساز ہے۔ انسان قوانین کا صرف درجہ بدرجہ انکشاف کر کے ان کی ترجمانی کر سکتا ہے۔ ہر وہ قانون فطرت جسے انسان معلوم کرتا ہے، وہ اسے خدا کے قریب تر کر دیتا ہے۔ خدا ان قوانین کے ذریعے سے خود کو ہم پر واضح کرتا رہتا ہے۔ یہی نہیں آسمانی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتب کے ذریعے بھی اس نے اپنا انکشاف کیا ہے اور وہ
بڑا عظیم انکشاف ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۲۸

سائنس نے میرے عقیدے کو مضبوط کیا

البرٹ میکومبس ونچسپٹر

(ماہر حیاتیات)

کیا ایک سائنسدان کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ خدا کی ذات پر اسی قسم کا اعتقاد رکھے اور وجود باری کا اسے انتہائی پختہ یقین ہو جتنا اس شخص کو ہو سکتا ہے جس نے سائنس کا مطالعہ نہ کیا ہو؟ کیا سائنسی معلومات میں کوئی چیز ایسی ہے جو وجود باری تعالٰی کی قدرت اور عظمت میں کمی کر سکے؟ اس قسم کے سوالات اکثر ان لوگوں کے ذہن میں آتے ہیں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ سائنس دان اپنے وسیع تحقیقی مشاغل کے دوران ایسے حقائق معلوم کر لیتے ہیں جو الہامی تعلیمات کے خلاف ہوتے ہیں۔ مگر میرا ذاتی تجربہ اس سے کافی مختلف ہے جب میں نے ایک کالج کے طالب علم کی حیثیت سے سائنس کے میدان میں قدم رکھنے کا ارادہ کیا تو وہ دن مجھے اچھی طرح سے یاد ہے جب میری ایک خالہ نے مجھے ایک طرف لے جاکر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ارادہ بدلنے کی بڑی سنجیدگی سے فرمائش کی کیونکہ ان کا خیال تھا کہ سائنس کی تعلیم سے میرا خدا پر سے اعتقاد اٹھ جائے گا۔ ان کے نیز بہت سے اور لوگوں کے نزدیک سائنس اور مذہب دو متضاد طاقتیں تھیں۔ ایک کو حاصل کرنا گویا دوسرے کو رخصت کر دینے کے مترادف ہے۔

آج میں یہ بڑی مسرت کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ ایک طویل مدت تک سائنس کا مطالعہ کرنے اور اس میدان میں کام کرنے کے باوجود ذات باری پر میرا اعتقاد بجائے کمزور ہونے کے اور زیادہ پختہ ہو گیا ہے۔ اور اس کی بنیادیں بہت زیادہ مستحکم ہو چکی ہیں۔

سائنس کا مطالعہ خداوند تعالےٰ کی عظمت اور اس کی قدرت کی بصیرت پیدا کر دیتا ہے اور یہ بصیرت ہر انکشاف سے عمیق تر ہوتی ہے۔ سائنس مشرکانہ اوہام کو جو ہمارے مذہبی عقائد میں شامل ہو جاتے ہیں۔ ان بدیہی حقائق سے بدلتی ہے جنہیں ہم قابل مشاہدہ شہادتوں سے ثابت کر سکتے ہیں جس طریقے سے سائنس نے ہمارے طریقۂ علاج میں فصد کھولنے اور لوبان وغیرہ سلگا کر علاج کرنے کے رواج کو ختم کر کے جدید طریقۂ تشخیص اور علاج کو رواج دیا ہے۔ اسی طرح خدا کے متعلق ہمارے پرانے تصورات کو بھی تبدیل کر دیا ہے۔ ان انکشافات نے خدا اور انسان کے تعلق کو ایک نئی بنیاد پر قائم کیا ہے آج ہم یہ جانتے ہیں کہ بیماری خدا کی طرف سے گناہوں کی سزا نہیں ہوتی، بلکہ چھوٹے چھوٹے ایسے جراثیم کے حملوں سے پیدا ہوتی ہے۔ جو قوانین فطرت کے اسی طرح پابند ہوتے ہیں۔ جس طرح اور جاندار ہوتے ہیں۔ ان حقائق کے علم سے خدا پر ہمارے اعتقاد میں کسی قسم کی کمزوری پیدا نہیں ہوئی، بلکہ ہمیں خدا اور اس کی بنائی ہوئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کائنات کے بارے میں مزید معلومات حاصل ہوگئی ہیں۔

آدمی کسی فن کار کی تخلیقات اس وقت تک صحیح طریقے سے نہیں سمجھ سکتا۔ جب تک اس کی فطرت کو اچھی طرح سے نہ پہچان لے۔ اسی طرح ہم دنیا اور اس کے باشندوں کے متعلق جس قدر زیادہ باریک بینی سے کام لیتے ہیں۔ اسی قدر خدا کی اعلےٰ فن کاری کے نمونے دیکھ کر، اس کی زیادہ قدر کرتے ہیں جس نے ان کی تخلیق کی ہے۔

میرے مطالعے کا میدان علمِ حیاتیات کی وسعتیں ہیں جسے ہم زندگی کے مطالعے کی سائنس کہتے ہیں۔ خدا کی تمام شان دار مخلوقات میں ہماری دُنیا کی ذی حیات چیزوں سے کوئی فوقیت حاصل نہیں کر سکتا۔

تیتا گھاس کے چھوٹے سے پودے ہی کو لے لیجئے جو سڑک کے کنارے اُگ آتا ہے۔ کیا انسان کی بنائی ہوئی تمام حیرت انگیز مشینوں میں سے کوئی مشین اس کی برابری کر سکتی ہے۔ یہ ایک ایسی زندہ مشین ہے جو بغیر دخل اندازی دن رات مسلسل ہزاروں پیچیدہ قسم کے کیمیاوی اور طبیعیاتی ردِّ عمل کا مظاہرہ کرتی رہتی ہے اور یہ سب کچھ اس مادہ حیات[1] کے زیر ہدایت ہوتا رہتا ہے جس سے تمام طبیعیاتی زندگی پیدا ہوئی ہے۔

یہ پیچیدہ ذی حیات مشین کہاں سے آگئی؟ خدا نے اسے خود اپنے ہاتھوں سے ڈھالا نہ اس کے پتے اور جڑ بنائی۔ بلکہ اس نے زندگی اس طرح تخلیق کر دی ہے کہ اس میں خود کو برقرار رکھنے کی صلاحیت ہے۔

---

[1] ۔ مادۂ اولےٰ یا نغز مایہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی صلاحیت کہ پشت ہا پشت تک اپنی انواع کو اس طرح باقی رکھے کہ ان میں اس گھاس کی تمام خصوصیتیں برقرار رہیں۔

میرے لیے حیاتیات کا یہ سب سے زیادہ دلکش اور جاذب نظر نیز خدا کی عظمت کا شاہکار ہے۔

اس جگہ ہم صرف بہت چھوٹی چیزوں کا ذکر کر رہے ہیں کیونکہ اس تپیتا گھاس کے پہلے پودے کو پیدا کرنے کے لیے اس کے بیج کو ایک خلیے کے کسی حصّے میں رکھا گیا ہوگا اور یہ اتنا مختصر ہے کہ ایک طاقت ور دُور بین کے شیشے سے بھی بہ مشکل ہی نظر آسکتا ہے۔ ہر ریشے اور ہر تنے پر تپیاں چھوٹے چھوٹے مہندسوں کی ہدایات کے تحت ایک خلیے میں بنائی جاتی ہیں۔ جس میں سے پورا درخت اُگا ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ ان چھوٹے مہندسوں کو یہ قدرت بھی حاصل ہے کہ اپنی تخلیق کے سانچے کو کبھی کبھی تبدیل کر دیں اور ایک ایسا جسم پیدا کر دیں جو اپنے آباء سے زیادہ کار آمد ہو۔

کسی زمانے میں بہت سے لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ خیال کرنا کہ خدا نے جو چیز جس صورت کی بنائی اب وہ اس صورت میں نہیں ہے بلکہ اب اس میں کچھ تبدیلی ہو گئی ہے، ایک قسم کی بے ادبی ہے مگر اب اکثر مفکرین یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ ذی حیات مادے میں تناسل کی پیچیدہ مشین کی تخلیق، جو تبدیلیٔ ماحول کی وجہ سے تغیرات پیدا کرنے کی قدرت رکھتی ہے، ایک زبردست کارنامہ ہے اور یہ اس کام سے کہیں زیادہ اہم ہے کہ کوئی چیز ہمیشہ ایک سی شکلیں پیدا کرتی رہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سائنسدان عنقریب ایک اور انتہائی اہم انکشاف کرنے والے ہیں۔ آزمائشی ٹیوب میں تخلیق حیات یہ صحیح ہے کہ تجربہ بہت ہی ابتدائی صورت میں ہے لیکن وہ کیمیاوی اجزاء کی اس طرح مناسب طریقے پر آزمائش میں کامیاب ہوگئے ہیں کہ اس سے وہ مادہ پیدا ہوجاتا ہے جس کو ڈی سوکسی ری بونو کلیک ایسڈ (ڈی۔ این۔ اے) کہتے ہیں پہلے یہ کیمیاوی مرکب صرف جان دار خلیوں میں پایا جاتا تھا۔ یہ زندگی کا جوہر ہے۔ یہ وہ موروثی مادہ ہے جو نسل در نسل منتقل ہوتا رہتا ہے اور اپنا ٹھپہ ہر پیدا ہونے والی زندگی پر لگاتا ہے۔

اس کیمیاوی مرکب کو ایک قسم کی زندگی کے مادۂ اولیٰ سے دوسری قسم کی زندگی کے مادہ اولیٰ میں کامیابی سے منتقل کر لیا گیا ہے اور اس طرح موروثی خصوصیات کو منتقل کرنے میں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔

اس انسان کے پیدا کردہ کیمیاوی مرکب (ڈی۔ این۔ اے) کے متعلق کہا جائے۔ کیا اس کو بھی کامیابی سے ملایا جا سکے گا؟ اگر ایسا ہوگیا تو انسان بھی بنیادی زندگی پیدا کرنے میں کامیاب ہوجائے گا۔

اس کوشش کے آخری نتائج ابھی تک ظاہر نہیں ہو سکے ہیں۔ بہت سے سائنس دانوں کو اس کی کامیابی میں شبہ ہے۔ بعض اسے ناممکن خیال کرتے ہیں لیکن اگر اس میں کامیابی ہو بھی جائے تو کیا اس سے لوگوں کا خدا پر اعتقاد اٹھ جائے گا؟

یہ کیفیت صرف ان لوگوں کی ہوگی جن کا اعتقاد سطحی ہوگا۔ ان لوگوں کے لیے جن کا اعتقاد معقول غور و فکر کا نتیجہ ہے۔ یہ اس اعلیٰ ترین فن کار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے شاہکار کو سمجھنے کے سلسلے میں اگلا قدم ہوگا جس نے یہ تمام عجائبات پیدا کیے ہیں، جن کو انسان اس قدر کاوش سے بے نقاب کر رہا ہے۔ حقائق کی زیادہ گہری بصیرت سے خدا پر اعتماد زیادہ پختہ ہو جاتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۲۹

فطرت پرستی کو خدا پرستی کے سامنے جھکنا چاہیئے

اولن کیرول کالکاٹس

(کیمیاوی انجینئر)

انسانی تاریخ کے تمام ادوار میں انسان کے ذہن میں تین اہم ترین سوالات اُٹھتے رہے ہیں، میں کہاں سے آیا ہوں، میں یہاں کیوں آیا ہوں؟ میں کہاں جارہا ہوں؟ بالطبیعیات اور الٰہیات کی سینکڑوں کتابوں میں ان سوالات کے جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے زندگی کا یہ معمہ ایک بہت پرانا مسئلہ ہے۔ اس بابِ حیات کا موضوع یہ ہے کہ ایک معقول ذہن کے لیے خدا پرستی سب سے زیادہ اطمینان بخش جواب ہے۔ یہ نظریہ، تمام دوسرے نظریات کے مقابلے میں مظاہرِ حقیقت کی بہتر توجیہہ کرتا ہے اور بہت کم ایسے سوالات رہ جاتے ہیں جن کا یہ جواب مہیا نہ کرسکے۔ دوسرے نظریوں کی یہ صورت نہیں ہے۔ ماورائی اعتقادات کے متعلق ہمارے موجودہ سائنسدان دو بڑے گروہوں میں تقسیم ہوگئے ہیں۔ ایک نسبتاً بڑا گروہ ہے۔ جس کو نیچری یا فطرت پرست کہہ سکتے ہیں۔ دوسرا گروہ پہلے کی نسبت مختصر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اس کو خدا پرست کہہ لیجیے۔ اصطلاحی نقطۂ نظر سے یہ مختصر ترین تقسیم ہے۔ ہم نے فطرت پرست کا لفظ یہاں ذرا وسیع معنوں میں استعمال کیا ہے یعنی حقیقت کا وہ ماورائی مطالعہ جو یہ امر پہلے سے تسلیم کر لیتا ہے کہ فطرت ہی حقیقتِ اولیٰ ہے اور نیچر سے مراد ہے تمام وہ مظاہر اور تمام وہ حوادث و واقعات جو مادے اور طاقت کے زمان و مکان میں بہ روئے کار آنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ نیچری کا اعتقاد یہ ہے کہ تمام حقائق کو فطرت کے معنوی اصولوں کے ذریعے بیان کیا جا سکتا ہے اور خدا کو تسلیم کرنے کی، جیسا کہ خدا پرست کرتے ہیں، کوئی ضرورت نہیں ہے۔ فطری حقائق کو خدا کے تصور کے بغیر بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ ان مختلف اور متضاد نظریوں کو بیان کرنے سے پہلے ہمیں یہ غور کر لینا چاہیئے کہ اصطلاح "عالم حقائق" کا کیا مفہوم ہے۔

فلسفیوں نے "حقیقت" کے متعلق خوب بحث و مباحثہ کیا ہے۔ مظاہر پرست، اثباتی، عینی، وجودا ور خدا پرست سب کا آپس میں اختلاف ہے۔ راقم کا خیال ہے کہ اوسط درجے کا سائنسدان اس موضوع پر معقول اور مناسب طریقے سے غور کرنے کے لیے تیار ہوگا اور حقیقت کی مندرجہ بالا توجیہہ پر اسے کوئی خاص اعتراض نہ ہوگا۔

'حقائق کی دنیا وہ ہے جس کو ہم اپنے حواس سے معلوم کرتے اور ذہن سے جس کا تصور کرتے ہیں۔ زمین، آسمان، پانی، درخت، جانور، آدمی ان تمام چیزوں کا سب معقول انسان، جو پورے حواس اور استدلالی صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں، علم رکھتے ہیں۔ ایک غریب کسان کو اپنے اس زمیندار کے وجود کا پورا یقین ہوتا ہے جو ہر وقت اس کے سامنے اپنے مطالبات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش کرتا رہتا ہے، حالانکہ اس کی انتہائی آرزو ہوتی ہے کہ اس کا وجود نہ ہوتا) اس قسم کی تمام چیزیں جن کی فہرست لاانتہا ہے حقیقی وجود کی حامل ہیں۔

اب ہماری اس خارجی دنیا میں مادی چیزوں کے علاوہ انسان کی ذات کے اندر بھی کچھ حقائق ہوتے ہیں جن کو ہم اور کوئی بہتر لفظ نہ ملنے کی وجہ سے "معنوی" تصورات، تجربات، احساسات اور عرفان کی دنیا کہہ سکتے ہیں۔ انسان اپنی خودی سے آگاہ ہے۔ وہ تجریدی طور پر سوچنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔ وہ زمان و مکاں کی حدود سے گزر سکتا ہے۔ وہ اپنی کچھ حیثیت سمجھتا ہے، وہ اپنے مقام کو پہچانتا ہے۔ وہ دلائل پیش کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کے اپنے احساسات ہیں اور وہ ماضی کے احساسات کو حافظے میں محفوظ بھی رکھ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ آئندہ احساسات کی پیش بینی کی بھی اسے قدرت حاصل ہے اور اپنے پچھلے تجربات کی بنا پر یہ پیش گوئی بھی کر دیتا ہے کہ آئندہ وہ امکانی حد تک کون سی راہ عمل اختیار کرے گا۔ وہ خواہشات رکھتا ہے۔ اور صاحبِ ارادہ اور صاحبِ عقل بھی ہے۔ انسان کو صحیح اور غلط کا احساس ہوتا ہے۔ اس کے کردار کا ایک مخصوص معیار ہے وہ ایک ضمیر کا مالک ہے۔ اس کی ایک اخلاقی فطرت ہے۔ اس کے اپنے اور دوسرے لوگوں سے متعلق حقوق اور فرائض ہیں۔ ایک اندرونی دباؤ ہوتا ہے جو اس کی ہدایت کے لیے اخلاقی معیار تجویز کرتا ہے۔ ہمت جاں نثاری، دلیری، وفاداری، دوستی اور محبت یہ تمام الفاظ انسان کی فطرت معنوی حقائق کے آئینہ دار ہیں۔

یہ پہلے ہی عرض کیا جا چکا ہے کہ عالم حقائق کی توجیہہ کے موجودہ دور میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو متضاد نظریے زیادہ نمایاں ہیں۔ آیئے بہت اختصار کے ساتھ ان دونوں کی قوت اور کمزوری کا اندازہ کرنے کی کوشش کریں۔ ہمیں کسی ایک نظریے کو صحیح اور دوسرے کو غلط ثابت کرنا مقصود نہیں بلکہ ہم ہر قسم کے تعصبات سے بالاتر ہو کر اس معاملے پر غور و فکر کریں گے۔ خدا یا عیسائیوں کے خدا کے تصوّر کے متعلق ہماری معلومات کا ذریعہ انجیل ہے بلکہ جو معقول ہے۔ اور ہم اسے **فطرت پرستی سے زیادہ** قابلِ قبول سمجھتے ہیں۔

ہم سب سے پہلے ایک پرستارِ فطرت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ بیرونی "عالمِ حقائق" کی توجیہہ کر دے۔ اس کا بنیادی مفروضہ مادے کی ابدیت ہے (یا قوت کی ابدیت اس لیے مادہ قوت ہی کا مظہر ہے) ہماری زمین اور ہمارے نظامِ شمسی کی بظاہر ایک مقررہ عمر ہے۔ لیکن وہ عناصر جن سے یہ بنائے گئے ہیں، ہمیشہ سے موجود ہیں ارتقاء کے نہایت سُست ردِّ عمل سے زندگی عدم سے وجود میں آئی اور آخر کار انسان نمودار ہوا ہے۔ اس کے تمام تجربات کیمیاوی اور طبیعیاتی اصولوں کا نتیجہ ہیں۔ مادی دنیا کی ترتیب و تناسب مادے اور قوت کی تخلیقی خصوصیات ہیں۔ مثال کے طور پر جب قوسِ قزح آسمان پر نمودار ہوتی ہے تو کوئی نئی چیز تخلیق نہیں ہوتی بلکہ ہوا میں معلق پانی کے قطرات میں سے جب سورج کی روشنی گزرتی ہے تو وہ اس کے اجزائے ترکیبی میں منعطف ہو کر مختلف رنگوں کی یہ گنگا جمنا پیدا کرتی ہے۔ تمام خارجی حقائق مادے اور طاقت کے زمان و مکاں میں بروئے کار آنے کا نتیجہ ہیں۔

یہ ایک فطرت پرست سے زیادہ باریک اور لطیف توجیہہ کا تقاضا کرتی ہے۔ ہمارے لمس کے احساس کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ یہ برقی لہریں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں ۔ دماغ برقی جال ہے اور یہ ہمارے اعصابی نظام کا مرکز ہے۔ ہمارا اخلاقی احساس محض ایک گروہی جبلّت، یا ایک قسم کی خود غرضی ہے۔ جس کی بنیاد یہ تجربہ ہے اور اس طرح ہم بہتر قسم کی زندگی گزار سکتے ہیں۔ بیرونی اور اندرونی حقائق کے کسی مظہر کی توجیہہ اس میکانکی یا فطرتی انداز سے کی جا سکتی ہے۔

آیئے اب فطرت پرستی کی کمزوریوں پر نظر ڈالیں۔ سب سے پہلے تو یہ کائنات کسی آفرینش کی کوئی تسلی بخش توجیہہ پیش نہیں کرتی۔ حالانکہ بہت سی شہادتیں ایسی موجود ہیں جو کائنات کی پیدائش کے حق میں ہیں۔ ایک وسعت پذیر کائنات کے فلکیاتی نظریے کی بہترین توجیہہ کائنات کی آفرینش کے اس وقت کو تسلیم کر لینے سے ہو جاتی ہے۔ جب اجزائے ترکیبی مجتمع یا مرکوز حالت میں تھے۔ تمام کہکشانی اور کوکبی اجرام ایک دوسرے سے بہت تیزی سے دُور بھاگتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بہت سے چکّردار دھندلے اجرام ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے صرف دو تین دفعہ ہی گردش میں آئے ہیں۔ اس کے علاوہ حرارتی قوت کا دوسرا قانون کائنات کی کسی متعین وقت پر ابتدا کا بہت پکا ثبوت ہے (یہ قانون طبیعیاتی سائنس کے تمام تجرباتی اصولوں پر مبنی ہے) اور ظاہر یہ کرتا ہے کہ کائنات کی ناکارگی بڑھتی جا رہی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قانون اس بات کی پیشین گوئی کرتا ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا۔ جب تمام کائناتی اجسام کا درجۂ حرارت ایک ہی ہو جائے گا یہ بات صرف اسی حالت میں صحیح ہو سکتی ہے جب ان اجسام کا درجۂ حرارت موجودہ حالات میں یکساں نہ ہو اور اس سے پہلے بھی نہ رہا ہو۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہ کبھی بالکل ایک ہی درجۂ حرارت پر نہیں آ سکتے کیوں کہ جس رفتار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے درجۂ حرارت میں مطابقت ہونی شروع ہوتی ہے۔ اسی رفتار سے قوتِ محرکہ کمزور پڑ جاتی ہے۔ اس سے اس دلیل کے عملی نتائج میں کوئی فرق نہیں پڑتا اگر ہم مادے اور قوت کو دائمی مان لیں اور کائنات کی آفرینش یا ابتداء کو تسلیم نہ کریں تو اس ناکارگی کی کوئی توجیہہ نہیں ہو سکتی۔

فطرت پرستی کے لیے باطنی حقائق کی توجیہہ کرنا بھی بہت مشکل ہے کیمیاوی اور طبیعیاتی اصولوں کو یہ ثابت کرنے کے لیے بڑی حد تک استعمال کیا جا سکتا ہے کہ ہمارے دماغ اور جسم کس طرح کام کرتے ہیں لیکن ان سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ انسان جانوروں سے اس قدر مختلف کیوں ہوتا ہے؟ صرف اسی کو خدا کا شعور کیوں ہے۔ انسانی تحقیق کی پوری تاریخ میں کہیں اس بات کا ذکر نہیں آتا کہ کسی جانور نے کبھی کوئی عبادت گاہ بنائی ہو۔ کیا یہ کافی ہے کہ دماغ اور ذہن کو ایک سمجھ لیا جائے؟ اگر ان میں کوئی فرق نہیں تو پھر ہم حافظہ، تصور اور استدلال کی کیا توجیہہ پیش کریں گے۔

فطرت پرستی کے پاس ان تمام باتوں کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں ہے۔

خدا پرستی کا تصور کائنات ان تمام سوالات کے بڑے معقول جوابات مہیا کرتا ہے۔ اس کے مطابق ایک مافوق ذہن جو تنظیم، تدبر اور تناسب پیدا کرتا ہے ان تمام چیزوں کی پشت پر ہے۔ اس ذات نے ایک خاص وقت تمام مادہ اور قوت پیدا کی۔ اس نے اجرامِ فلکی کو اپنی اپنی جگہ متعین کیا اور کائنات میں وسیع ہونے کی صلاحیت پیدا کر دی۔ اس نے زمین پیدا کی اور اس پر ایسے حالات پیدا کیے کہ زندگی اس پر باقی رہ سکے۔ ان حالات کے خلاف جو اتفاقیہ حادثات پیش آجاتے ہیں، وہ ایڈنگٹن کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قول کے مطابق، لاکھوں میں ایک کی نسبت سے ہوتے ہیں۔ اس ذرات نے انسان کو اپنی عقل کے مشابہ پیدا کیا ہے اور ایک روح عطا کی ہے جس میں ارادہ اور شخصیت موجود ہیں۔ اس نے انسان کے ذہن میں خدائی شعور پیدا کر دیا اس نے انسان کی تخلیق میں اخلاقی فطرت شامل کر دی اور اس کو بھی اپنی ہی فطرت کے مماثل بنایا۔ اسی کی خواہش کے مطابق تنظیم اور باقاعدگی قائم ہیں۔ حسن۔ سچائی۔ ہمت، وفاداری، بھلائی محبت اور دوسری نیکیاں خدا کی اسی قسم کی صفات سے حاصل کی جاتی ہیں۔ انسان کا دماغ خدا کے دماغ کا پرتو ہے اور اس میں ماورائے مادہ بھی کچھ ہے جو دماغ کا آلہ کار ہے۔

انسان کے بنیادی سوالات کے جوابات مہیا کرنے کے لیے خدا پرستی کا دعوٰے ہے کہ:۔

۱۔ خدا نے انسان کو اور تمام حقائق کو پیدا کیا۔

۲۔ خدا کی خواہش ہے کہ انسان اس کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرے اور اس کا احترام کامل بندگی اور سپردگی کی صورت میں کرے۔

۳۔ خدا یہ بھی چاہتا ہے کہ یہ موانست، یہ سپردگی اور بندگی حیات بعد الموت میں بھی ہمیشہ جاری رہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۳

خُدا ـــــ اوّل و آخر

ایڈمنڈ کارل کورنفیلڈ،

(محقق کیمیا)

پروفیسر ایڈون، ماہر حیاتیات پرنسٹن یونیورسٹی نے اکثر کہا ہے کہ "زندگی کا بطورِ حادثہ وقوع پذیر ہوجانا ایسا ہی ہے جیسے ایک مطبع دھماکے سے ایک ضخیم لغت کا تیار ہوجانا" میں اس سے پوری طرح متفق ہوں۔

میرا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ خدا موجود ہے، اسی نے کائنات کو پیدا کیا ہے اور وہی اس کا رب اور پالن ہار ہے۔

لیکن میں اس کی زیادہ وضاحت کرنی چاہتا ہوں "لفظِ خدا" مختلف زبانوں میں جہاں استعمال ہوا ہے، اربوں کھربوں انسانوں کے لیے مختلف معانی کا حامل رہا ہے۔ جب ہم یہ لفظ (خدا) بولتے ہیں تو ہمارا مطلب کیا ہوتا ہے؟

(۱) ایک ہمہ گیر تخلیقی ذہن اور ہم آہنگ نظری اصول؟

(۲) عبرانی مذہب کا شخصی خدا، جو خالق بھی تھا اور اپنے بندوں کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہنما بھی، یا

(۳) ہم اسے ذاتی خدا تصوّر کرتے ہیں۔ جس نے خود کے ذریعے ظاہر کیا، جس نے حضرتِ عیسٰے علیہ السلام کو مبعوث کیا، اور انہیں ایک گمراہ نسلِ انسانی کا نجات دہندہ بھی قرار دیا۔

دنیا کے دوسرے مذاہب خدا کی جو تعریفیں کرتے ہیں ان کا سلسلہ چونکہ لامتناہی ہے اس لیے اس سوال کے جوابات گوناگوں ہونے ہی چاہئیں درحقیقت ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ان کا پوری طرح احاطہ نہیں کیا جاسکتا اس لیے ہم فی الحال مندرجہ بالا تین تعریفوں پر ہی غور کریں گے۔

یہ بات بھی جانتے ہیں کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو صرف پہلی تعریف کے قائل ہیں اور خدا کو محض ایک تخلیقی ذہن سمجھتے ہیں۔ کچھ اور لوگ دونوں تعریفوں کو مانتے ہیں۔ عیسائی تینوں تصوّرات کے قائل ہیں۔ ان کا نظریہ ایک دہریہ کے نظریے سے بالکل متضاد ہے جو ان میں سے کسی تعریف کو بھی قبول نہیں کرتا۔

ایک عیسائی کی حیثیت سے میں تیسری تعریف کا قائل ہوں۔ میں اس خدا پر اعتقاد رکھتا ہوں جس کا ذکر انجیل نو اور انجیل عتیق دونوں میں آیا ہے ان دونوں اناجیل میں اس کو خالق اور رب دونوں کہا گیا ہے۔ ان کی عبارتوں کے بیشتر حصے میں بتایا گیا ہے کہ خدا اپنے بندوں سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس ذاتِ بے پناہ سے قریبی تعلق قائم کریں۔ اس ضمن میں یہ بات دلچسپ اور قابلِ ذکر ہے کہ انجیل میں کہیں اس بات کی کوشش نہیں کی گئی کہ خدا کے وجود کا کوئی ثبوت فراہم کیا جائے۔ اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی عبارت اس سادہ بیان سے شروع ہوتی ہے۔ "شروع میں خدا" ایک سائنسدان یا کسی اور شخص کی یہ ایک ناروا عبارت ہوگی۔ اگر وہ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانینِ منطق سے خدا کا وجود یا عدم وجود ثابت کرنے کی کوشش کرے۔ میں مختصراً بیان کروں گا کہ کس طرح نامیاتی کیمیا نے میرے خداپرستی کے عقیدے کو متاثر کیا اور اس کو تقویت دی۔

اس کائنات کی تخلیق کے متعلق صرف دو نظریے ممکن ہیں۔ یا تو اسے فطرت میں پوشیدہ ایک اعلیٰ تخلیقی ذہن کی کرشمہ سازی مانا جائے یا یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ سب کچھ محض حادثے یا اتفاق کا نتیجہ ہے۔ ایک ایسے شخص کے لیے جس نے حیرت انگیز پیچیدگیوں کے باوجود نامیاتی کیمیا میں تنظیم کا مشاہدہ کیا۔ خصوصاً ذی حیات اشیاء میں حادثے یا محض اتفاق کا نظریہ قبول کرنا کسی طرح ممکن نہیں۔ کوئی شخص سالمے کی ساخت کا جتنا زیادہ سائنسی مطالعہ کرتا اور اس کے ردِ عمل پر غور کرتا ہے۔ اتنی ہی زیادہ وہ اس چیز کی ضرورت محسوس کرتا ہے کہ کسی اعلیٰ منصوبہ ساز اور عظیم خالق کے وجود پر ایمان لائے۔

جب میں تجربے کے انتہائی پیچیدہ مشاغل میں گھرا ہوا لاانتہا چھوٹے چھوٹے ذروں کا مشاہدہ اور مطالعہ کرنے میں مصروف ہوتا تو اکثر خدا کی اتھاہ حکمت دانائی پر متحیر ہو جاتا۔ کسی حیوانی عضویاتی نظام میں ایسے پیچیدہ نامیاتی اور کیمیاوی عمل ہوتے رہتے ہیں کہ کوئی انسان انہیں پوری طرح سمجھ نہیں سکتا اور یہ چنداں تعجب انگیز نہیں کہ کبھی کبھی امراض ان میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مداخلت کرتے ہیں۔ آدمی یہی دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ اتنا پیچیدہ نظام کس طرح باقاعدہ کام کرتا ہے۔ ان تمام باتوں کا یہی تقاضا ہے کہ ایک منصوبہ ساز اور ایک بے انتہا ذہین پالن ہار کا وجود تسلیم کیا جائے۔ میں اپنے کام میں جوں جوں آگے بڑھتا جاتا ہوں۔ خدا کی ذات پر میرا اعتقاد پختہ ہو جاتا ہے۔ اور منکر شرکائے کار کی روش، خواہ دنیا کے کسی گوشے میں ہوں میرے لیے روز بروز زیادہ معمہ بنتی جا رہی ہے۔ انسان کی بنائی ہوئی کوئی معمولی مشین بنانے والے کی محتاج ہوتی ہے۔ پھر یہ دس ہزار گنی پیچیدہ مشین خود بخود کس طرح بن سکتی اور ارتقاء پذیر ہو سکتی ہے۔ کم از کم میری سمجھ میں تو یہ بات آتی نہیں۔

بہت سے سائنسدان شاید اس بات کے قائل ہوں گے کہ فطرت میں تخلیقی ذہانت پائے جانے کا بڑا امکان ہے۔ اس کے باوجود اس اعتراف اور عیسائیوں کے خدا پر ایمان میں جو خلیج حائل ہے، اس کو بہت کم لوگ پر کر سکتے ہیں۔ راقم کا یہ عقیدہ ہے کہ اس خلیج کو سائنس کے اصولوں سے پُر نہیں کیا جا سکتا ہے جو خدا کو اوّل و آخر کی حیثیت سے ہی نہیں مانتے

بلکہ نجات دہندہ کی حیثیت سے بھی پیش کرتا ہے۔ رابرٹ گرانٹ کی باوقار حمد کے الفاظ میں یہ عقیدہ اس کی جلوہ نمائی ایک "خالق" "محافظ اور نجات دہندہ" کی حیثیت سے کرتا ہے۔

خدا پر عیسائیوں کا ایمان، جو خالق بھی ہے اور نجات دہندہ بھی، نہ تو غیر معقول ہے نہ سادہ لوحی پر مبنی ہے۔ بلکہ وسیع تر معنوں میں شاید مافوق الفطرت ہے انسانی منطق کی قیود و حدود سے بلند اور ماوراء اس معاملہ میں عقیدہ کو عقل پر بالادستی ہونی چاہیئے، کیونکہ جو خدا کے حضور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آتا ہے، اس کو پہلے اس کے وجود کو تسلیم کرنا چاہیئے اور اس کا عقیدہ ہونا چاہیئے کہ ان لوگوں کو اپنے انعامات سے بھی سرفراز فرماتا ہے جو اس کی کاوش کے ساتھ جستجو کرتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۳۱

کائنات ایک مرکز کے تحت

ارل چیٹرٹن

(ماہر ریاضی و طبیعیات)

مشہور تصورات بسا اوقات گمراہ کن ہوتے ہیں مثال کے طور پر اکثر لوگ اس پر اعتقاد رکھتے ہیں کہ سائنس ایک ایسے ذہین اور چرب زبان بوڑھے کی طرح ہے جو ہر بات کا جواب دے سکتا ہو۔ لیکن میرے خیال میں سائنس ایک ایسے نوجوان کی طرح ہے جو بہت زیادہ سوالات دریافت کرنے کا عادی ہو، جو بہت زیادہ غور و فکر کرتا ہو، اور جو بہت زیادہ محتاط اور مرتب یادداشتیں رکھنے کی کوشش کرتا ہو، ایک مثالی سائنسدان کو اس بارے میں کبھی اطمینان نہیں ہوتا کہ اسے ہر شے کا قطعی علم حاصل ہو گیا ہے۔

پھر لوگ سائنس کے بارے میں اس بات کا گمان بھی رکھتے ہیں کہ وہ استخراجی استدلال میں سیدھا راستہ اختیار کرتی ہے۔ درحقیقت سائنس کو پروان چڑھتی ہوئی انگور کی بیل سے تشبیہہ دے سکتے ہیں جو ہر وقت بڑھنے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔ سائنس کا راستہ پُر پیچ اور خم دار ہے مثلاً کاربن ۱۴ کے اجزا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ترکیب پر اب دوبارہ غور کرنے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ ممکن ہے کہ اس کے اعداد و شمار میں کچھ تبدیلی کرنی پڑے۔ غرض سائنس کے راستے میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ تبدیلی ہونا لازمی ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پلٹ کر کوئی اور قطعی مختلف راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔

ریاضیات جس سے میرا خصوصی تعلق ہے۔ سائنس کے راستے کو کسی حد تک منور کر سکتی ہے لیکن اس کی روشنی بھی سائنس کا ساتھ دینے کے لیے رُخ بدلتے رہنے پر مجبور ہوتی ہے۔ میں سائنس کا وہ مسلمہ اصول استعمال کرتا ہوں جو دو یا دو سے بھی زیادہ متضاد نظریات میں سے ایک نظریے کے لیے رہنمائی کرتا ہے۔ اس اصول کے مطابق وہ نظریہ اختیار کیا جاتا ہے جو تمام متنازعہ فیہ مسائل کو نہایت سادگی سے حل کر دے۔ بہت عرصہ ہوا جب یہی اصول ٹولومی کے نظریے اور کوپرنیکس کے نظریے کے درمیان فیصلہ کے لیے استعمال کیا گیا تھا۔ اوّل الذکر کا دعوےٰ تھا کہ زمین شمسی نظام کا مرکز ہے۔ اس کے برعکس ثانی الذکر کہتا تھا کہ سورج نظامِ شمسی کا مرکز ہے ٹولومی کا نظریہ اس قدر پیچیدہ اور اُلجھا ہوا تھا کہ زمین کی مرکزیت کا نظریہ ردّ کر دیا گیا۔

سائنس بلاشبہ اپنے اندر کچھ کمزوریاں رکھتی ہے مگر اس کے نظائر اور نتائج کسی قدر افادیت کے حامل بھی ہیں خواہ ان کا تعلق کائنات سے ہو یا خالقِ کائنات سے سائنسی مظاہر کے گہرے اور غیر جانبدارانہ مطالعے نے مجھے یہ یقین دلا دیا ہے کہ خدا کا وجود ایک حقیقت ہے، وہی اس کارخانۂ قدرت کو چلا رہا ہے اور اس کائنات میں مرکزی کردار اسی کا ہے سائنس اس بات کا بھی ثبوت فراہم کرتی ہے کہ مادے کے رنگا رنگ مظاہر میں ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معنوی ترتیب اور ایک مقصدی ربط موجود ہے۔ یہ چیز کولمبس کے اصولِ کشش یا اصولِ مزاحمت میں بھی نظر آتی ہے۔ ان اصولوں کا جب میں نے نیوٹن کے کائناتی کشش کے تصوّر سے مقابلہ کیا تو یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا کہ ان میں کس قدر مشابہت پائی جاتی ہے۔ ہر ایک کی رو سے دونوں چارجوں کی نسبت سے قوت پیدا ہوتی ہے۔ ان میں بلاشبہ کسی قدر اختلاف بھی ہے۔ مثلاً اگر ایک طرف دو ہم جنس چارج یا ستون مزاحمت کرتے ہیں تو دوسری طرف دو اجسام کے مابین کشش پیدا ہوتی ہے اور پھر جب برقی مقناطیسی لہریں روشنی کی رفتار سے حرکت کرتی ہیں تو ثقلی کشش میں ناقابلِ بیان اضافہ ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ اختلاف اس حقیقت کے آئینہ دار ہیں کہ یہ دو مختلف چیزیں ہیں۔ اسی وجہ سے ہم معاملے پر زیادہ توجہ اور تفصیل سے غور کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

اس مقصدی اختلاف کی وجہ سے دوسری قسم کی تحقیقات میں عجیب قسم کی پیچیدگیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ اسی طرح تحفظِ مساوات کا اصول بھی مقصدی ہم آہنگی کا اظہار کرتا ہے۔ اس اصول کے مطابق تابندہ مرکز سے جو الیکٹرون باہر نکلتے ہیں وہ بڑی یکسانیت کے ساتھ اس کے ایک خاص زاویے سے برآمد ہوتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ مرکز کے گھومنے میں جو سمت قابلِ ترجیح ہوتی ہے اسی سے خارج ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمیں اس میں نظام کی خلاف ورزی بھی نظر آتی ہے۔ کیونکہ نیوٹرون مساوات کا پابند نہیں ہوتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نیوٹرون دائیں اور بائیں امتیاز کر سکتا ہے۔ اور ان ذرات کو یہ خبر پہنچا دیتا ہے جن کے ساتھ اس کا تخریبی کاموں میں کچھ تعلق ہوتا ہے یہ اور بہت سی دوسری مثالیں ظاہر کرتی ہیں کہ اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کائنات کی کوئی ابتدا ہے اور اس کا انتظام بہت سے برسرِپیکار خداؤں کے ہاتھ میں نہیں ہے جیساکہ مشرکین گمان کرتے ہیں بلکہ خدائے واحد کے دستِ قدرت میں ہے۔

کائنات کے نظم وضبط کے معاملے میں حیاتیات دان بھی اسی طرح کے واقعات سناتے ہیں۔ وہ مادی اجسام کی ساخت میں انتہائی کمال کا مظاہرہ دیکھتے ہیں۔ انسان کے جسم کے خون کے ذرات انتہائی مناسب تشکل اور قدر وقامت کے مالک ہوتے ہیں تاکہ اپنے فرائض مناسب طریقہ پر انجام دے سکیں۔ یہی اصول تمام اعضاء اور ذرات پر صادق آتا ہے۔ کیڑے مکوڑوں کی دنیا میں اگر ہم صرف شہد کی مکھیوں کے چھتے کو غور سے دیکھیں تو دیگر سینکڑوں چیزوں کی طرح ان میں تناسب، یکسانیت اور مکمل انتظام نظر آئے گا. دنیا کے لاکھوں شہد کے چھتوں میں سے ہر ایک اصولِ ہندسہ پر بنایا جاتا ہے اور انتہائی باقاعدہ ہوتا ہے اگر یہ اور بہت سی اسی قسم کی چیزیں ایک خالق کی ذہانت تدبیر اور راہنمائی کا ثبوت فراہم نہیں کرتیں۔ تو میں اپنا سائنس دان ہونے کا دعویٰ واپس لیتا ہوں۔

ایک سائنس دان کی حیثیت سے میں دیکھتا ہوں کہ خدا کے متعلق میرے نتائج انجیل کے عین مطابق ہیں۔ میں ان سب پر نیز ان تمام باتوں پر ایمان رکھتا ہوں جو وہ اس کائنات کی ابتدا اور اس کے انتظام کے متعلق بیان کرتی ہیں۔ اس معاملے میں یہ تحریریں اور سائنس متفق ہیں بشرطیکہ ان تحریروں کی فہم وفراست کے ساتھ توجیہہ کی جائے۔ میں ان نقادوں کو کوئی وقعت نہیں دیتا جو یہ دعوے کرتے ہیں کہ چونکہ انجیل میں بعض تاریخی اور آثارِ قدیمہ سے متعلق جزئیات قابلِ اعتماد نہیں، اس لیے ہم انجیل کی ان باتوں پر ایمان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں لا سکتے۔ جو تخلیق کائنات اور خالق کائنات کے متعلق درج ہیں۔ اور ان حضرات کے پاس اس کا کیا ٹھوس ثبوت ہے کہ کتاب مقدس نے بعض تاریخی اور آثار قدیمہ سے متعلق جو معلومات فراہم کی ہیں وہ یقینی طور پر غلط اور ناقابل اعتماد ہیں اسے گمان سے زیادہ اور کوئی حیثیت نہیں دی جا سکتی۔ ان لوگوں کے اپنے فکری مغالطے اس قدر کھل کر دنیا کے سامنے آچکے ہیں کہ انہیں دیکھ لینے کے بعد ان کی کسی چیز پر اعتماد نہیں رہتا۔

تخلیق کائنات اور اس کو برقرار رکھنے کا کوئی موجودہ نظریہ، جو انجیل کے بیان کو نظر انداز کرے یا اس کا انکار کرے، وہ یا تو تمام معقول حقائق کی وضاحت نہیں کرتا یا پھر مایوس کن حد تک پیچیدہ اور معلق ہو جاتا ہے۔ میں تو ان پرانے مسلمہ اصولوں کا قائل رہنا چاہتا ہوں جن کا اوپر ذکر آیا ہے۔ میں کتاب تخلیق کی سادگی بیان کو بہر صورت ترجیح دیتا ہوں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۳۲

مذہب کی معقولیت

میلکم ڈنکن ونٹر

(ماہر طب)

مذہب کی سائنسی توجیہہ اس سوال کی صورت میں زیادہ بہتر طریقے سے کی جاتی ہے کہ آیا خدا کا وجود ہے اور آیا وہ انسان سے ذاتی طور پر دلچسپی لیتا ہے؟ میں اس سوال کو بنیادی سوال سمجھتا ہوں۔ کائنات کی زندگی کی بنیاد ہی اسی پر قائم ہے۔ اگرچہ اس دعوے کے بہت سے فلسفیانہ دلائل موجود ہیں کہ خدا کا وجود ضروری ہے لیکن بنیادی طور پر دو طریقے دیے جا سکتے ہیں۔ ایک قدرتی سائنس سے، دوسرا تاریخ اور آثار قدیمہ سے تعلق رکھتا ہے۔ پہلا جواب یہ ہے کہ زمین اور کائنات اپنی تمام گہما گہمیوں کے ساتھ زندگی اپنی مختلف صورتوں میں اور خود انسان اپنی زندگی کے لحاظ سے اتنا متنوع ہے کہ یہ باور نہیں کیا جا سکتا کہ یہ کارخانۂ قدرت محض اتفاق سے معرضِ وجود میں آ گیا۔ اس وجہ سے ایک ہمہ گیر ذہن، یعنی ان تمام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چیزوں کے خالق کا وجود ضروری ہو جاتا ہے اور چونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے، اس وجہ سے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ وہ ذہن اپنی بہترین تخلیق سے دلچسپی کا اظہار کرے اور ہر شخص کو اپنی جیسی صفات سے متصف کرے۔

دوسرے سوال کا جواب انجیل کے ذریعہ سے حاصل کیا جا سکتا ہے جو صدیوں سے پیش کر رہی ہے۔ یہ چند تحریروں اور ابواب کا مجموعہ ہے جسے ابتداء میں الکتاب کہا جاتا تھا۔ یہ نام مجموعی بھی تھا اور صفت نسبتی بھی جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ یہ تحریریں ان عام تحریروں اور کتابوں سے مختلف ہیں جنہیں عموماً ادبی تخلیقات کہا جاتا ہے۔ یہ اناجیل مجموعی طور پر چھیاسٹھ (۶۶) کتابیں بن جاتی ہیں جنہیں ہر چند مختلف مصنفین نے چودہ سو سال کی طویل مدت میں لکھا ہے پھر بھی ایک باقاعدہ وحدت کا حکم رکھتی ہیں اور ان میں مرکزی شخصیت ایک ہی ہے یعنی حضرت عیسٰے علیہ السلام۔ یہ بات تعجب انگیز ہے کہ یہ کتاب اگرچہ ایک لمبی مدت میں بہت سے لکھنے والوں نے لکھی ہے جو مختلف ممالک میں ایک دوسرے سے بہت دُور تھے پھر بھی اس میں کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ بڑی وحدت اور ہم آہنگی نظر آتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ تمام سائنسی باتیں جو اس میں بیان کی گئی ہیں۔ تاریخ ان کی تصدیق کرتی ہے بلکہ آثارِ قدیمہ کے انکشاف بھی حیرت انگیز حد تک ان کے مطابق ہیں جہاں تک سائنسی اعداد و شمار کا تعلق ہے انجیل مختلف ادوار کے ایک مضبوط پشتے کا کام دیتی ہے۔ اور یہی انجیل شروع سے آخر تک یہ بات دہراتی چلی جاتی ہے کہ ایک خدا ہے۔

جو کچھ آدمی بطورِ عقیدہ و ایمان مانتا ہے اور جس وجہ سے مانتا ہے اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا انحصار ماحول کے اثرات اور اس کی ذاتی قابلیت پر ہوتا ہے، اس کو دو جہتوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک حصہ واقعاتی ہوتا ہے، دوسرا نظری۔ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ آیا اس کے واقعاتی تصورات درست ہیں انسان کو سائنس کے اصولوں سے مدد لینی پڑتی ہے۔ یہ اصول بڑے پیچیدہ اور لاتعداد ہیں۔ وہ ان کی صحت کو ایک امر واقع کے طور پر مان لیتا ہے۔ اس وجہ سے بھی کہ اس کا پورا معاشرہ انہیں تسلیم کرتا ہے اور وہ کتابوں میں بھی یہی پڑھتا ہے اور اس وجہ سے بھی کہ جب وہ ان باتوں کو عملی زندگی میں آزماتا ہے۔ تو وہ حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوتی ہیں۔ نظریاتی عقاید بھی مفید ثابت ہوتے ہیں اور جس طرح ان سے کام لیا جاتا ہے، اس میں بھی کافی معقولیت نظر آتی ہے۔ چونکہ بہت سے اسباب کی بنا پر بہت سوں کا ان پر اعتقاد نہیں جمتا اور ان کو ثابت کرنے کے لیے سائنس کے اصول بھی پوری طرح بروئے کار نہیں لائے جا سکتے (کیونکہ بنیادی اعداد و شمار ہمارے پاس موجود نہیں) اس لیے ہم شخصی خدا پر ایمان کو ایک نظریاتی عقیدہ کہہ سکتے ہیں۔ اسے ثابت کرنے کے لیے سائنسی طریقہ کام میں نہیں لایا جا سکتا اسی وجہ سے کچھ لوگ شخصی خدا کے وجود پر اعتقاد نہیں رکھتے یہ دونوں طریقے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، شخصی خدا کے وجود کی طرف اشارہ کرتے ہیں لیکن ان میں سے کسی سے بھی سائنسی طریقے پر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خدا ہے یوں یہ ہر شخص کا اپنا کام ہے اور اس کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ خواہ اعتقاد رکھے خواہ تشکیک میں مبتلا ہو جائے یا خدا کے وجود کا سرے سے انکار ہی کر دے۔ طب آدمی کی طرف اس وقت متوجہ ہوتی ہے جب کہ وہ مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ وہ اس کی تحقیق کرتی ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اس کی مزاجی ترکیب کیا ہے اور اسے تکلیف کیوں ہو رہی ہے۔ اس وجہ سے کچھ طبی اصولوں کو یہاں بیان کر دینا ایمان باللہ کے معاملے میں مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

تمام امراض کی اہمیت کا اندازہ عضویاتی اجزاء سے کیا جاتا ہے یا نفسیاتی اجزا سے۔ کسی مریض کا بنیادی ذہنی رویہ یعنی اس کا وہ ردعمل جو نفس کسی مرض کے متعلق متعین کرتا ہے دوسرے الفاظ میں کسی شخص کی نفسیاتی کیفیت تبدیل کر دینا بہت مشکل ہوتا ہے اور بعض لوگوں کے مخصوص حالات میں تو یہ کام تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔

ایک متوازن قسم کا آدمی متوازن ہی رہتا ہے۔ نفسیاتی علاج ایک مریض کے ذہن کو عارضی طور پر تھوڑا بہت بدل دیتا ہے لیکن اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ایسے لوگوں کے معاملے میں جن کا ذہنی پس منظر کچھ کچھ مریضانہ ہو، یہ طریقۂ علاج تقریباً ناکام رہتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک انتہائی جابر قسم کی شخصیت کو بڑے گہرے نفسیاتی علاج سے کسی حد تک تبدیل کیا جا سکتا ہے لیکن جبر کی بہت سی علامات پھر بھی باقی رہ جائیں گی۔

انجیل کا یہ بیان کہ ایک بچے کی تربیت مناسب طریقے پر کرو، جب وہ سن رسیدہ ہو جائے گا تو پھر اس کو ترک نہ کر سکے گا۔ بالکل صحیح ثابت ہوا ہے۔ انسان کے فکری سانچے بدلنا بہت مشکل ہے۔ وہ کبھی تو اپنی تربیت سے مغلوب ہوتا ہے اور کبھی مظلوم۔ اکثر بچے ان عقائد پر قائم رہتے ہیں جو لڑکپن میں ذہن نشین کر دیے جاتے ہیں۔ اگر ان کی پرورش دہریت کے ماحول میں ہوئی ہو گی تو وہ دہریے ہی رہیں گے۔ لیکن اگر ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو مذہبی تعلیم دی گئی ہوگی تو ان کا رجحان مذہب کی طرف رہے گا۔ لیکن محض اس سے کہ کسی شخص کی تربیت ایک خاص قسم کے عقائد کے تحت کی گئی ہے یہ ثابت نہیں ہو جاتا کہ وہ عقائد خواہ وہ ان کو سچا ہی سمجھتا ہو صحیح بھی ہیں۔ یہ بات بنیادی اصول کی حیثیت سے تسلیم کر لینی چاہیئے کہ ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی صورت میں متعصب ضرور ہوتا ہے۔

اگرچہ بہت سے مسائل میں بے نیازی کا رویہ اختیار کیا جا سکتا ہے، لیکن اس قسم کا طرزِ عمل اس وقت ممکن نہیں جب ہم اس قسم کے کسی سوال کا جواب دے رہے ہوں کہ آیا خدا کا وجود ہے یا نہیں ہے؟ اس سوال کا ہم سب پر اس قدر گہرا اثر پڑتا ہے کہ ہم سب سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں بلکہ بچپن ہی سے اس پر غور کرتے آئے ہیں، ہم اس سے بچ نہیں سکتے اور ہمیں اس سے دامن بچانے کی کوشش بھی نہیں کرنی چاہیئے اور چونکہ یہ ایک ایسا سوال ہے جو ہماری زندگی کے لیے بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے اس لیے اس کا جواب ملنا چاہیئے۔

میرا اپنا ذاتی خیال یہ ہے کہ اس سوال کا جواب صرف روحانی عقیدے کی رُو سے دیا جا سکتا ہے۔ جب ہم اس انداز سے سوچتے ہیں تو استقرائی منطق ہمیں یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور کر دیتی ہے کہ ایک شخص کے لیے خدا کا وجود ناگزیر ہے اور جب ایک دفعہ یہ نتیجہ نکال لیا جائے تو خدا خود اس کی تصدیق کر دیتا ہے اور وہ اس شخص کو ایسا ایمان عطا کر دیتا ہے جو غیر متزلزل ہوتا ہے۔ آپ چاہیں تو اسے تعصب قرار دے لیں، لیکن میری ذاتی شہادت کچھ اس سے بھی زیادہ ہے۔ شخصی خدا کا عقیدہ اپنے دائرۂ عمل کے لحاظ سے انفرادی ہے اور یہ استقرائی دلائل سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ خدا پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعتقاد اس پر ایمان لانے کے لیے ضروری ہے۔

اعتقاد کی تعریف انجیل میں یہ کی گئی ہے۔ "مطلوبہ اشیاء کا جوہر اور غیر مرئی اور نادیدہ اشیاء کی شہادت۔" ڈاکٹر سر ولیم اوسلر نے جو کناڈا کا تھا اور ممالک متحدہ اور انگلستان میں مطب کرتا رہا، اعتقاد کی یہ تعریف کی ہے۔

"ایک زبردست قوت متحرک جس کو
نہ تو ترازو میں تول سکتے نہ کٹھالی میں
ڈال کر پرکھ سکتے ہیں، ایک شخصی خدا
پر ایمان لائے بغیر اسے ہرگز حاصل
نہیں کیا جا سکتا۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۳۳

مٹی کے عجائبات

ڈیل سوازنربر

(ماہر ارض)

شہروں کے رہنے والے جب اپنی کاروں میں دیہات سے گزرتے ہیں تو کھیتوں میں فصلیں دیکھ کر ان کی تعریف کرتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ فصلیں مٹی سے اُگی ہیں، لیکن اس مٹی کی طرف عموماً توجہ نہیں کرتے، اس کے برعکس ہوشیار کاشتکار ہمیشہ مٹی کی قسم اور اس کی نوعیت کو غور سے دیکھتے ہیں۔ اگرچہ ان کے عام حالات کو دیکھتے ہوئے ان سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ مٹی کے مختلف اجزاء کا تحقیقاتی مطالعہ کر سکیں گے حالانکہ ان کی آمدنی اور روزگار سے ان اجزاء کا بڑا گہرا تعلق ہوتا ہے۔

مٹی عجائبات کی ایک دنیا ہے، لیکن ان عجائب کا سائنسی مطالعے ہی سے کھوج لگایا جا سکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہاں ان عجائب کا کچھ ابتدائی اور مختصر حال بیان کروں اور قارئین اسے سمجھنے کی حتے المقدور کوشش کریں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ وسعتِ مطالعہ کے بغیر اصطلاح یا کیمیاوی نام کے معنے سمجھنے سے قاصر ہوں گے مگر اس حقیقت سے تو واقف ہی ہیں کہ زمین ایک عجائب خانہ ہے اور اس میں ایسی تدبیر و تنظیم پائی جاتی ہے جو یہ یقین کرنے کے لیے مجبور کر دے کہ اس کے پسِ پشت کوئی زبردست مدبر کام کر رہا ہے آئیے مٹی کا مطالعہ موسمی نتائج کے لحاظ سے کریں۔

ارضیاتی موسم کے نتائج کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱) تہہ نشین طبقہ۔

(۲) تہہ نشین کنکر۔

(۳) مٹی۔

یہ تینوں اس انتشار اور شکست و ریخت سے پیدا ہوتے ہیں جو موسم اپنے ساتھ لاتے ہیں۔ لیکن اس لحاظ سے کہ یہ زمین پر زندگی کو قائم رکھ سکتی ہے، مٹی پہلی دو اقسام سے بہت زیادہ ممتاز حیثیت کی مالک ہے۔ مٹی سے یہاں ہماری مراد زمین کی اُوپر کی سطح پر جمادات مرکبات سے ہے جس میں پودے اُگتے ہیں، اس میں سے پودوں کو غذا حاصل ہوتی ہے اور ارضی پیداوار کی نشوونما کے لیے اس کا وجود ضروری ہے۔

جب گرمی کی شدت تپش پیدا کرتی ہے تو قابلِ تحلیل اجزا مثلاً کیلشیم، میگنیشیم اور پوٹاشیم غائب ہو جاتے ہیں اور مٹی کے اجزائے ترکیبی میں سلیکون کے آکسائڈ، ایلومینیم، اور لوہا باقی رہ جاتے ہیں۔ فاسفورس میں زیادہ کمی نہیں ہوتی اور نائٹروجن میں کسی حد تک اضافہ ہو جاتا ہے۔ سلیکیٹ کی ابتدائی جمادات میں موسم کے اثر سے چکنی مٹی یا پنڈول پیدا ہو جاتی ہے۔ مٹی کا پنڈولی حصہ معتدل اور سرد علاقوں میں دانہ دار سلیکیٹ (نمک)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا حامل ہو جاتا ہے لیکن اس میں تھوڑے سے اجزاء غیر ملکی بھی شامل رہتے ہیں۔ البتہ گرم خطوں میں لوہے اور ایلومینم کے اکسائڈ، ہائیڈرس آکسائڈ چھائے رہتے ہیں۔

چکنی مٹی کی ایک اہم خصوصیت یا خاصیت یہ ہے کہ اس میں برقی عمل اور ردِّ عمل ہوتا رہتا ہے۔ اس صفت کی بنا پر یہ تحلیل پذیر اجزا کو متبادل ردِ عمل کے ذریعہ سے برقرار رکھ سکتی ہے۔ اور اس طرح اپنے اندر ان اجزا کی اس قدر کمی نہیں ہونے دیتی کہ وہ بالکل صفر برابر ہو جائیں اس تبادلے سے جو برقی طاقت جمع ہو جاتی ہے وہ پودوں کے کام آجاتی ہے۔ یوں موسمی تحریک جو پودوں کی تحلیل پذیر غذا میں کمی کر دیتی ہے وہی ان کے لیے ایک غیر نامیاتی ترکیب مہیا کر دیتی ہے جو انہیں زندہ رکھنے کی ضامن ہوتی ہے۔

یہاں اس کا موقع نہیں ہے کہ دوسرے ان اجزا کے بارے میں گفتگو کی جائے جو پودوں کو غذا مہیا کرتے ہیں۔ آئیے اس سوال کا جواب حاصل کرنے کی کوشش کریں کہ کس طرح مدبر اعلیٰ نے اس بات کا انتظام کیا کہ پہلا پودا ارضیاتی دور میں اپنی بقا، ارتقا اور تغذیہ کا انتظام کرے۔ ہم فرض کیے لیتے ہیں کہ اولیں پودوں کو بھی اسی قسم کی غذا کی ضرورت محسوس ہوئی تھی جس طرح کی غذا کی آج ہوتی ہے۔ تو پھر یہ معلوم ہوگا کہ قابل تحلیل عناصر اور فاسفورس کافی مقدار میں موجود ہوں گے۔ لیکن نائٹروجن کا معاملہ مختلف تھا جس کی پودے نسبتاً زیادہ مقدار استعمال کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے زمین غیر نامیاتی ذخائر جمع نہ کر پائی۔

یہاں قدرتی طور پر انسان کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پہلا پودا نائٹروجن کس طرح حاصل کر سکا ہوگا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ غیر متبدل آتشیں چٹانیں امونیائی نائٹروجن اسی فی صد تک محفوظ کر سکتی ہیں۔ اگر اوکسائڈ کارِ عمل موجود نہ ہوگا تو پودے نے پہلے پہل نائٹروجن کا استعمال کیا ہوگا، لیکن اس کے علاوہ دوسرے ذرائع بھی ممکن ہو سکتے ہیں۔ ایک تو بجلی کی چمک ہی ہے۔

بہت سے لوگ بجلی کی چمک کو صرف تباہ کاری کا نشان خیال کرتے ہیں، لیکن اب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ بجلی کی چمک نائٹروجن کے اکسائڈ پیدا کرتی ہے جو خصوصاً بارش اور کہر وغیرہ کے ساتھ مل کر زمین تک آ جاتے ہیں۔ اس طرح جو نائٹریٹ، نائٹروجن آسانی سے مل جاتا ہے۔ اس کے بارے میں یہ اندازہ کیا گیا ہے کہ ایک ایکڑ زمین کے حصے میں سالانہ پانچ پونڈ سوڈیم نائٹریٹ کے برابر ہے (لائین، بک مین، برئیڈ مٹی کے خواص اور فطرت) اور چونکہ یہی مصنف یہ بھی کہتے ہیں کہ اس قسم کا اضافہ ہریالی زمین پر اسٹروجن کی ضروریات فاضل حد تک پوری کر سکتا ہے، اس لیے یہ بات معقول معلوم ہوتی ہے کہ اسی قسم کے اضافے جو ابتدائی مٹی میں ہوتے ہوں گے پودے اُگنے کا سبب بن گئے ہوں گے۔

بجلی کی چمک کے متعلق ایک اور بات یہ ہے کہ نائٹروجن کی مقدار مرطوب اور معتدل خطوں کی نسبت گرم ممالک میں زیادہ ہوتی ہے اور نیم خشک علاقوں میں معتدل خطوں سے زیادہ مقدار میں پائی جاتی ہے۔ اس طرح مختلف جغرافیائی علاقوں کو مختلف مقدار میں غذا مہیا کی جا رہی ہے۔ اور ایک مدبر اعلیٰ ہر ایک کو اس کے حسب ضرورت غذا مہیا کر رہا ہے انسان فطری طور پر سوچتا ہے کہ آیا مٹی اور پودے کے تعلق کو۔ جیسا ہم نے ابھی بیان کیا ہے، تخلیق کے بامقصد ہونے کی دلیل بنایا جا سکتا ہے؟ اس سوال کا جواب ہم اسے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عام سائنس کے مسائل سے علیحدہ کر کے نہیں دے سکتے۔

یہ بات یقینی نہیں کہ تمام سائنسدان سائنسی طریقے کی تعریف پر متفق ہو سکیں گے۔ لیکن ٹرنز کے اس قول (اداریہ "سائنس" ستمبر ۱۹۵۷ء) سے بہت سے اتفاق کریں گے کہ سائنس مجموعی طور پر فطرت کے قوانین دریافت کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ منطق کے اصول کے مطابق ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ سائنس دان کے لیے جو اس قسم کے قوانین کی تلاش کرتا ہے، یہ ضروری ہے کہ وہ ان کے وجود کا انکار ان تمام قوانین کی موجودگی میں کرے جو سائنس نے نہایت کامیابی سے معلوم کر لیے ہیں۔ اور جنہیں اس نے ترقی دی ہے۔ آزادانہ تحقیق کے لیے منطقی طور پر یہ سوال اٹھانے کی بھی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ یہ قوانین کیوں وجود میں آئے اور ایسا کیوں ہوتا ہے۔ مثلاً مٹی اور پودے کے سلسلے میں اور سینکڑوں دوسرے سائنٹفک رشتوں کے سلسلے میں یہ تمام قوانین نہایت مفید ہوتے ہیں۔

اس مقام پر پہنچ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہم سائنس اور فلسفے کی حد فاصل پر پہنچ گئے ہیں ہم ان مفید قوانین کی تشریح یا توجیہہ کس طرح کر سکتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی صرف دو ہی صورتیں ممکن ہیں ایک یہ کہ ہم یہ دعوے کریں کہ اس کی ابتدا محض ایک اتفاقی حادثے کی بنا پر ہوئی لیکن یہ توجیہہ عقل سلیم کے بالکل خلاف معلوم ہوتی ہے۔ بولٹمین نے حرکیات حرارت کا اصول ثانی" میں اس کی باقاعدہ تردید کی ہے جسے سب اہل علم مانتے ہیں۔ راقم بھی دوسری صورت حال کو تسلیم کرتا ہے جو یہ ہے کہ فطرت میں جو باقاعدگی پائی جاتی ہے یہ اس وجہ سے ہے کہ فطرت کو اسی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہج پر تخلیق کیا گیا ہے۔

مجھے معلوم ہے کہ نظام کائنات کی ایسی توجیہہ جو اس میں کسی منصوبے اور کسی حکمت کی نشان دہی کرتی ہو ان لوگوں کے لیے جو اس تصور کے خلاف ہیں۔ کبھی قابل قبول نہیں ہوگی اور وہ فوراً اس پر جرح و قدح شروع کر دیں گے لیکن ان کا یہ رویہ ناقابل فہم نہیں۔ آج بیشتر سائنس دان اس ترتیب کی بنا پر جو انہوں نے حاصل کی ہے، میکانکی طرز فکر کو اپنا چکے ہیں بلکہ بعض صورتوں میں وہ اپنے سائنسی نظریات کو حقیقت کے عملاً ہم معنی قرار دیتے ہیں مگر جیسا کہ سائنس اور عقل سلیم کے مصنف کونانٹ نے لکھا ہے۔

"سائنسی نظریات اور توجیہات عارضی اور ناپائدار ہوتی ہیں"

اگر اس نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو تخلیق میں حکمت و منصوبہ کے منکر لوگوں کے میکانکی طرز فکر اور ان کے دعاوی کی خلل انداز یاں زیادہ معنی خیز اور تشویشناک نہیں رہتیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس کائنات میں ہر جگہ نظم، ترتیب، حکمت اور منصوبہ بندی کی کارفرمائی نظر آتی ہے، چاہے انسان افلاک کی وسعتوں کا جائزہ لے اور چاہے زمین کی گہرائیوں میں اتر کر دیکھے، یہ حقیقت ہر جگہ حقیقت ہی نظر آئے گی۔

ایک کارساز حقیقی اور ایک ناظم کائنات کے وجود سے، اس کائنات کے تمام مظاہر کو دیکھنے کے باوجود انکار کرنا اتنا ہی بعید از عقل ہوگا جتنا گندم کا ایک لہلہاتا ہوا کھیت دیکھنے کے بعد اس پر اصرار کرنا کہ یہ کھیت کسی کاشت کرنے والے کی محنت، توجہ اور منصوبہ بندی کے بغیر از خود تیار ہو گیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۳۴

مٹی، پودے اور چار ہزار برس پہلے کی تصریح

لیٹر جان زمرمان

کبھی کبھی ہم سب فلسفی بن جایا کرتے ہیں جب ہم لہلہاتے کھیتوں سے گزرتے ہیں، اپنے باغ میں گھومتے ہیں، گھر کی کیاریوں میں اگی ہوئی سبزی کو دیکھتے ہیں، درختوں پر پکے ہوئے پھلوں پر نگاہ ڈالتے ہیں اور موسم بہار میں درختوں کے ہرے بھرے شاداب پتوں نیز رنگا رنگ پھولوں کے گچھوں کا حسین منظر سامنے آتا ہے تو ہمارے ذہن میں اکثر یہ سوال ابھرتا ہے کہ یہ سب کچھ کیسے وجود میں آگیا۔

حضرت عیسٰے علیہ السلام نے ایک موقع پر اپنے حواریوں سے کہا تھا کہ جو دانہ مٹی میں مل کر فنا ہوتا ہے اسی سے نئی فصل پیدا ہوتی ہے۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے اس سادہ سی تمثیل میں کارخانۂ قدرت کا یہ عجیب و غریب قانون بیان کر دیا کہ بیج کی موت ہی درحقیقت ایک نئے پودے کو زندگی بخشتی ہے۔ بیج گلنے اور اس کے اندر سے نئے پودے پھوٹنے کے لیے پانی ناگزیر ہے۔ اس کے بعد پھر پودے کی نشو و نما کا سامان بھی مہیا ہونا چاہیئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ سامان مٹی اور کھاد میں موجود مختلف کیمیائی عناصر اور اجزاء ہیں جن سے نئے پودے کو غذا ملتی ہے۔ زندگی چاہے وہ کسی نوعیت کی کیوں نہ ہو اپنے وجود و بقا کے لیے پانی کی بہرحال محتاج ہے۔

ڈاسن نے اپنی کتاب (CONSERVING AMERiLAN SOURCES) میں کہا ہے کہ ارضی زندگی کی جان پانی ہے۔ زندگی کی نشوونما اور روئیدگی کے سلسلے میں جتنے کیمیائی عمل ہوتے ہیں، ان میں پانی بہرحال ہر جگہ جزو لازم کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ مختلف کیمیائی عناصر کو حل کر دیتا ہے اور اسی کی وجہ سے یہ ممکن ہوتا ہے کہ ان عناصر کے ردّ عمل سے پودے کی نشوونما کا سامان بہم پہنچ سکے۔ زمین کے اکثر حصوں میں اس کی فراوانی ہوتی ہے اور زمین سے اُگنے والی تمام نباتات، سبزہ اور پھل پھول اس پانی کے لامتناہی ذخیروں سے ہمیشہ تازگی اور طراوت حاصل کرتے ہیں۔

ہر مادے کی ترکیب کیمیائی عناصر سے ہوتی ہے، پودوں کی نشوونما کے لیے جو عناصر ضروری ہیں وہ بالعموم مٹی اور ہوا میں پائے جاتے ہیں لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ مٹی کس طرح وجود میں آئی اور یہ پودے کو کس طرح غذا مہیا کرتی ہے؟

زرخیز مٹی معدنیاتی عناصر پر مشتمل ہوتی ہے۔ لیکن ان عناصر میں نامیاتی مادہ بھی موجود ہوتا ہے جو درحقیقت دوسرے پودوں اور حیوانات کے مرنے اور گلنے سڑنے سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ نامیاتی مادہ جب بالکل گل سڑ جاتا ہے تو نئی نباتاتی و حیوانی زندگی کی پیدائش اور اس کے نشوونما کا سامان بہم پہنچانے کے لیے انتہائی مفید ہو جاتا ہے اور یہ تمام عناصر پانی اور ہوا کے ساتھ مل کر ہر قسم کی زندگی کو نمود دینے کے عمل میں ممد ہوتے ہیں صرف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ مٹی جو پرانی چٹانوں کے سنگریزوں کے ٹوٹنے پھوٹنے سے وجود میں آتی ہے بنجر ہوتی ہے، ورنہ ہر قسم کی مٹی زرخیز ہوتی ہے اور اس میں تمام حیات بخش صلاحیتیں، بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ خود زندگی مستور ہوتی ہے حیوانی اور نباتاتی دونوں قسم کے لاتعداد نامیات ہیں۔ اس مٹی کی نامیاتی صلاحیت میں بیس فیصد حصہ دار ہوتے ہیں۔ اگر شمار کیا جائے تو ایک گرام مٹی میں ان کی تعداد اربوں تک پہنچ جاتی ہے۔ اس طرح زمین کے قابل زراعت بننے میں ایک طرف مٹی پر آب و ہوا کے اثرات کو دخل ہوتا ہے اور دوسری طرف خود ذی حیات پیداوار بھی اپنی عمر پوری کرنے کے بعد گل سڑ کر زمین کی زرخیزی میں اضافہ کا سبب بنتی ہے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ عمل کب سے شروع ہوا اور کیسے شروع ہو گیا۔ محض، روشنی پانی کیمیائی عناصر اور ہوا تو پودے نہیں اگا سکتی یہ تو بیج کی صلاحیت ہوتی ہے جسے اگر مناسب سہولتیں اور سازگار ماحول میسر آجائے تو وہ بروئے کار آجاتی ہے۔ متعدد پیچیدہ لیکن ہم آہنگ نوعیت کے عمل ہونے لگتے ہیں۔ بیج میں جو عمل دو خوردبینی خلیوں کے اتصال سے شروع ہوتا ہے، سے ایک نیا وجود ابھرتا اور بتدریج نشوونما پاتا ہے یہ خوردبینی خلیے بجائے خود متعدد عناصر کے مختلف پیچیدہ عملوں کا حاصل ہوتے ہیں۔ اگر بیج گندم کا ہے تو اس سے گندم کا ننھا منا پودا اگتا ہے اور اگر بیج شاہ بلوط کا ہے۔ تو اس سے بلوط کا تناور درخت وجود میں آجاتا ہے جب بیج گل کر ختم ہو جاتا ہے تو وہ چاہے چھوٹا ہو یا بڑا اس سے ایک ہی جیسا اکھوا پھوٹتا اور ننھا سا پودا وجود میں آجاتا ہے۔ ابتدا میں یہ پودا اپنے اصل پودے یا درخت سے بعض صورتوں میں مشابہ بھی نہیں ہوتا لیکن جوں جوں بڑھتا جاتا ہے اصل پودے کی شکل اختیار کرتا جاتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سارے عمل میں ایک عجیب نظم و انضباط، مشاقی و مہارت اور حسن و رعنائی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

اس عمل میں تبدیلی کا امکان بھی ہوتا ہے۔ پیوندی بیج بھی اصل بیج کی طرح ہی استعمال ہوتا ہے، لیکن اگر اس کا مناسب طریقے سے انتخاب کیا جائے تو ایک ہی کھیت میں مختلف قسم کا غلہ پہلو بہ پہلو پیدا کیا جا سکتا ہے۔ جس میں کسی کی بال لمبی اور پتلی ہو سکتی ہے اور کسی کی بال چھوٹی موٹی موٹی اور بھری بھری ہو سکتی ہیں۔ پودا اگنے کا عمل اتنا صحیح اور جچا تلا ہوتا ہے کہ اس کی روشنی میں بیج کی بوائی سے لے کر اس کے بار آور پودا بننے تک کا پورا وقفہ متعین کیا جا سکتا ہے اور موسم کے لحاظ سے پھلنے کے وقت کا اندازہ بھی ہو سکتا ہے۔ غلے کی ایسی قسم دریافت کرنے کی مسلسل کوششیں جاری ہیں جو نباتاتی بیماریوں کا زیادہ سے زیادہ مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو اور بعض صورتوں میں اس طرح کی کوشش کامیابی سے ہمکنار بھی ہو چکی ہے وکٹلر کی (AGRONOMY HAND BOOK) سے ان کی تفصیل معلوم ہو سکتی ہے، پیداواری صلاحیتوں میں بھی اضافہ ہو چکا ہے جس کا اندازہ اس کتاب سے کیا جا سکتا ہے کہ اب تک ایک ایکڑ سے تین سو بشل تک غلہ پیدا کیا جا چکا ہے۔

تناور پودے اور درخت اگرچہ ایک دوسرے سے بڑی حد تک مختلف ہوتے ہیں لیکن ان میں بھی کچھ باتیں مشترک ہوتی ہیں، مثلاً ضیائی آمیزش کو لے لیجئے جس کے ذریعے روشنی کی موجودگی میں پانی اور کاربن ڈائی آکسائڈ کا امتزاج پودوں کو خوراک مہیا کرتا ہے۔

جڑوں پتوں اور پھولوں کی ہیئت میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ اس وجہ سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُرجھا جانا ان کیفیات سے سب پورے یکساں گزرتے ہیں۔

وہ کون ہے جس نے نمو اور ارتقاء کے ان قوانین کو مرتب کیا؟ اور اس سوال سے انسانی ذہن ایک اور سوال کی طرف منتقل ہوتا ہے جو اس سے بھی بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ پہلا پودا کس طرح اور کس جگہ وجود میں آیا؟ یہ وہ مقام ہے جہاں عقل حادثے اور اتفاق سے تخلیق کائنات کے تصور کی نفی کرتی ہے اور ایک ایسی ذات پر ایمان لانے کے لیے مجبور ہوتی ہے جس نے کمال ہمت و دانائی سے اس کائنات کی تخلیق کی۔ ان پودوں کا خالق کون ہے؟ اس سوال کے جواب کے لیے میں ایک ایسی کتاب سے اقتباسات نقل کرتا ہوں جو تین ہزار سال پہلے مرتب ہوئی اور جس میں چار ہزار برس پہلے کے واقعات پر بحث کی گئی ہے۔ انجیل قدیم کے باب ۳۸ میں خداوند تعالیٰ تخلیق کائنات کے واقعے کو یوں فرماتا ہے:۔

تو کہاں تھا جب میں نے زمین کی بنیاد ڈالی؟
تو دانش مند ہے تو بتا!

جب صبح کے ستارے (فرشتے) مل کر گاتے تھے اور خدا کے سب بیٹے خوشی سے للکارتے تھے۔

کیا تجھے معلوم ہے کہ کس نے اس کی ناپ لی؟
یا کس نے اس پر سوت کھینچا؟
کس چیز پر اس کی بنیاد ڈالی گئی؟
یا کس چیز نے اس کا پتھر بٹھایا؟
یا کس نے سمندروں کو دروازوں سے بند کیا؟
جب وہ ایسا پھوٹ نکلا جیسے رحم سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب میں نے بادل کو اس کا لباس اور گہری تاریکی کو اس کا لپیٹنے
کا کپڑا بنایا۔
اور اس کے لیے حد ٹھہرائی!
اور سلاخیں اور کواڑ لگائے۔
اور کہا یہاں تک تو آنا مگر اس سے آگے نہیں۔
اور یہاں تیری بھپرتی ہوئی موجیں رُک جائیں۔
اور کیا تو نے فجر کو اس کی جگہ بتائی؟
کیا تو نے اپنی عمر میں کبھی صبح پر حکمرانی کی؟
تاکہ وہ زمین کے کناروں پر قبضہ کرے؟
اور شریر لوگ اس میں سے جھاڑ دیے گئے۔
اور وہ ایسے بدلتی ہے جیسے نہر کے نیچے چکنی مٹی۔
اور تمام چیزیں کپڑے کی طرح نمایاں ہو جاتی ہیں۔
اور شریروں سے ان کی روشنی روک لی جاتی ہے؟
اور بلند بازو توڑا جاتا ہے۔
کیا تو سمندر کے سوتوں میں داخل ہوا ہے؟
یا گہرائی کے تھاہ میں چلا ہے؟
کیا موت کے پھاٹک تجھ پر ظاہر کیے گئے ہیں؟
یا تو نے موت کے سایہ کے پھاٹکوں کو دیکھ لیا ہے؟
کیا تو نے زمین کی چوڑائی کو سمجھ لیا ہے؟
اگر تو یہ سب جانتا ہے تو بتا۔
نور کے مسکن کا راستہ کہاں ہے؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہی تاریکی سو اس کا امکاں کہاں ہے؟
تاکہ تو اسے اس کی حد تک پہنچا دے۔
اور اس کے مکان کی راہوں کو پہچانے
بے شک تو جانتا ہو گا کیونکہ تو اس وقت پیدا ہوا تھا۔
اور تیرے دنوں کا شمار ہوا ہے۔
کیا تو برف کے مخزنوں میں داخل ہوا ہے؟
یا اولوں کے مخزنوں کو تو نے دیکھا ہے؟
جن کو میں نے تکلیف کے وقت کے لیے
اور لڑائی اور جنگ کے لیے رکھ چھوڑا ہے؟
روشنی کس طریق سے تقسیم ہوتی ہے؟
تاکہ مشرقی ہوا زمین پر پھیلائی جائے؟
سیلاب کے لیے کس نے نالی کاٹی؟
یا رعد کی بجلی کے لیے راستے۔
تاکہ اسے غیر آباد زمین پہ برسائے۔
اور بیابان پر جس میں انسان نہیں بستا۔
تاکہ اجڑی اور سونی زمین کو سیراب کرے۔
اور نرم نرم گھاس اگائے۔
کیا بارش کا کوئی باپ ہے؟
یا شبنم کے قطرے کس سے تولد ہوئے؟
یخ کس کے بطن سے نکلا؟
اور آسمان کے سفید پالے کو پیدا کیا؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور پانی پتھر سا ہو جاتا ہے
اور گہرائی کی سطح جم جاتی ہے۔
کیا تو عقدِ ثریا کو باندھ سکتا ہے؟
یا جبّار کے بندھن کھول سکتا ہے؟
کیا تو منطقۃ البروج کو ان کے وقتوں پر نکال سکتا ہے؟
یا بنات النعش کی رہبری کر سکتا ہے؟
کیا تو آسمان کے قوانین کو جانتا ہے؟
اور زمین پر ان کا اختیار قائم کر سکتا ہے؟
کیا تو بادلوں تک اپنی آواز بلند کر سکتا ہے؟
تاکہ پانی کی فراوانی تجھے چھپا لے؟
کیا تو بجلی کو روانہ کر سکتا ہے کہ وہ جائے؟
اور تجھ سے کہے میں حاضر ہوں۔
باطن میں حکمت کس نے رکھی؟
اور دل کو دانش کس نے بخشی!
بادلوں کو حکمت سے کون گن سکتا ہے؟
یا کون آسمان کی مشکوں کو انڈیل سکتا ہے؟
جب گرد مل کر تودہ بن جاتی ہے۔
اور ڈھیلے باہم مل جاتے ہیں!
کیا تو شیرنی کے لیے شکار مار دے گا؟
یا ببر کے بچوں کو آسودہ کر دے گا؟
جب وہ اپنی ماندوں میں بیٹھے ہوں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور گھات لگائے آڑ میں دبکے ہوں؟
پہاڑی کوّے کے لیے کون خوراک مہیا کر سکتا ہے؟
جب اس کے بچے خدا سے فریاد کرتے ہیں۔
اور خوراک نہ ملنے سے اُڑتے پھرتے ہیں!
کیا تو جانتا ہے پہاڑ کی جنگلی بکریاں کب بچے دیتی ہیں؟
کائنات کی تخلیق اور تنظیم کی جو تصریح مندرجہ بالا عبارت میں کی گئی ہے وہی درحقیقت میرے نزدیک سب سے زیادہ صحیح اور درست ہے اور وہی کائنات کے آغاز کے بارے میں بنیادی سوال کا معقول جواب ہے خدا ہی نے ساری کائنات پیدا کی اور وہی اس کا ابدالآباد تک نگران اور محافظ ہے۔

میں زمین اور پودوں میں فطرت کی کارفرمائیوں کا جتنا گہرا مطالعہ کرتا ہوں اتنا ہی میرا خدا پر ایمان زیادہ پختہ ہوتا چلا جاتا ہے اور اس کے حضور حمد و ستائش کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے اپنا سر اس کے سامنے جھکا دیتا ہوں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۳۵

خود انسان ایک زندہ شہادت ہے

رابرٹ ہارٹن کیمران

(ماہرِ ریاضی)

اس مباحثے میں جو یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ کیا خدا ہے، یہی خدا کے وجود کی ٹھوس اور ناقابلِ تردید شہادت پیش کرتا ہے۔ اس سوال کے جواب کے لیے سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت درکار ہے اور یہ صلاحیت ایک بالاتر قوت ہی پیدا کر سکتی ہے۔

میں کوئی مشین نہیں ہوں۔ میرا دماغ اس میکانکی دماغ سے ارفع و اعلیٰ ہے جو دورِ جدید میں بنایا گیا ہے۔ منطق کو اگر ایک لگا بندھا ضابطہ بنا دیا جائے تو اسے اس مشینی دماغ میں اتارنا ممکن ہے، لیکن اس کے اندر غور و فکر کی صلاحیت اپنے اندر بہت سے پہلو رکھتی ہے، مثلاً استدلال، فیصلہ، شعور، حسن اور حسِ مزاح۔

منطق صرف اس بات کا فیصلہ کرنے پر قدرت رکھتی ہے کہ آیا ریاضی کے استدلال کو ثبوت قرار دیا جا سکتا ہے، لیکن فطری صلاحیت خود استدلال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیدا کر سکتی ہے۔ وہ ریاضی کے نئے نئے نظریات نیز تصوّرات تخلیق کرتی ہے اسی سے انسان میں یہ شعور پرورش پاتا ہے کہ وہ اپنا تجزیہ اور اپنے پر تنقید کرے۔ مشینی دماغ ممکن ہے شطرنج کی چالیں چل لے لیکن اس کے اندر یہ قوت نہیں کہ دوسرے کی غلطی پر ہنس دے یا اپنی غلطی پر ندامت محسوس کرے۔ غور و فکر میکانکی اصولوں سے ایک ارفع و اعلیٰ چیز ہے۔ مَیں یہ بات وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میکانکی فلسفہ نوع بشر کے مسائل کو صحیح طور پر حل نہیں کر سکتا کیونکہ بنی نوع انسان کی امتیازی صلاحیت اس کے سوچنے سمجھنے کی قوت ہے۔

مَیں خدا پر اس لیے ایمان رکھتا ہوں کہ اس نے مجھے جذبات و احساسات سے نوازا ہے۔ کیا یہ کہہ کر میں نے اپنا موقف کمزور کر دیا؟ میں نے اس کا اعتراف کر لیا کہ میرے اعتقادات میں کوئی منطقی ربط نہیں اور میں صرف اس لیے ایمان لایا ہوں کہ ایسا کرنے پر مجبور ہوں یا مجھے ایمان لانے سے ایک جذباتی سی راحت محسوس ہوتی ہے ان میں سے کوئی بات بھی صحیح نہیں ہے ہماری جذباتی فطرت خود ایک حکیم و دانا خالق کے وجود کی شہادت ہے۔ جذبات کے بغیر ہماری زندگی کتنی بے کیف ہوتی۔ نوع بشر صنفی میلان اور اس کے احساس کے بغیر کس طرح زندہ رہ سکتی؟ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ جب شیر خوار بچوں سے محبت کی جائے تو ان کی شرح اموات کم ہوتی ہے؟

میرا خدا پر اس لیے بھی ایمان ہے کہ اس نے مجھے اخلاقی شعور بخشا ہے انسان کو شروع ہی سے خیر و شر کا احساس ودیعت ہوا۔ یہ ممکن ہے کہ اس احساس کے متعلق لوگوں کے تصوّرات ایک دوسرے سے مختلف ہوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن یہ احساس ہر انسان میں موجود ضرور ہے۔ پھر ہم اپنے حقوق کی حفاظت اور پاسبانی کے لیے بھی ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں اور ہم یہ بات بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ عدل و انصاف ہمارے مخالف کے لیے بے معنی الفاظ نہیں۔

میرے خدا پر ایمان لانے کی ایک اور وجہ انسانی ارادہ اختیار بھی ہے جسے "فیصلہ کن قوت" بھی کہا جا سکتا ہے۔ ماہرین نفسیات نے دماغ کو جن تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا ہے ان میں سے ایک حصہ ارادہ اور اختیار ہے۔ میں کسی چیز کی خواہش کرتا ہوں، میرا ذہن اس کے بارے میں فیصلہ دیتا ہے اور میرا ارادہ مجھے اس کے حصول لیے سرگرم عمل کرتا ہے۔

ان ساری صفات نیز اوصاف کے لحاظ سے انسان دنیا کی تمام دوسری چیزوں کے مقابلے میں ایک امتیازی حیثیت کا مالک ہے۔ ان صفات کا تعلق عیسائیت کے عقیدہ "شبیہہ خدا" سے ہے خدا نے انسان کو اپنی شبیہہ پر پیدا کیا اور اسی بات کو زور دینے کے لیے ایک اور مقام پر یوں بیان فرمایا "خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔" سلیٹ پال کے ذہن میں بلاشبہ کتاب مقدس کی یہی بات تھی جب اس نے ایتھنز میں تبلیغ کرتے ہوئے کہا کہ انسان خدا کی اولاد ہیں، جسے جدید زبان میں خدائی سلسلہ "نسب" کہا جاتا ہے۔ میں اس معاملے میں کتاب مقدس کا حوالہ دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ خدا کے وجود کے جو شواہد موجود ہیں، ان کی انجیل پوری طرح تائید و توثیق کرتی ہے ایک بچہ اپنی پیدائش کے بارے میں آغاز میں کچھ نہیں جانتا جوں جوں اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے۔ اس کا مشاہدہ اور علم اسے حقائق سے آشنا کرتے جاتے ہیں۔ بالکل اسی طرح خداوند تعالیٰ نے انسانی تخلیق کے متعلق اسے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وحی والہام کے ذریعے صحیح صحیح اطلاعات فراہم کی ہیں۔ تجربے اور مشاہدے کی مدد سے وہ ان انسانی صفات سے آشنا ہوا ہے جن کا ذکر کتابِ مقدس میں موجود ہے۔

سائنس دانوں کی عظمت کا راز ان کے تجربات میں مضمر ہے۔ میں تجربے کے ذریعے خدا کے وجود کو ثابت کر سکتا ہوں، لیکن یہ چیز سراسر داخلی ہے۔ میرے لیے یہ شہادت ریاضی کے کسی فارمولے سے زیادہ قابلِ وثوق ہے۔ بتیس سال پیشتر کارنل یونیورسٹی میں تجربہ کیا گیا اور وہ خدا جس کے وجود کی مسرت انگیز شہادت مجھے ملی۔ اس نے مجھے نئے طرزِ فکر، نئے مقاصد نئے غم اور نئی فرحت و انبساط سے ہمکنار کیا۔ وہ ذات میری زندگی میں اتنی زیادہ اہمیت رکھتی ہے کہ میں اس کی خاطر اپنا پیشہ، اپنا علم، غرض دنیا کی ہر چیز بخوشی قربان کرنے کے لیے تیار ہوں مگر یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ ارتداد کا وہ راستہ اختیار کروں جسے ترک کر چکا ہوں۔

میرے ان ذاتی احساسات اور تجربات میں اصل کارفرما قوت وہ ذاتِ مقدس ہے جس نے پوری سنجیدگی اور وقار کے ساتھ کہا۔

"میں خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۳۶

تجربہ گاہ کی شہادتیں

ایلمر ڈبلیو سورر

(محقق کیمیا)

علم کیمیا کے طالب علم کی حیثیت سے میں خداوند تعالےٰ کے شخصی تصور کا قائل ہوں۔ میرا اس بات پر پختہ یقین ہے کہ اس کائنات کی اور اس میں جو کچھ موجود ہے، اس کی خالق ایک عقلِ کُل ہے۔ یہ عقلِ کُل خدا ہی کا دوسرا نام ہے۔

اس کائنات میں جو نظم و ضبط نظر آتا ہے۔ اسے کسی صورت بھی حادثے یا اتفاق پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ فطرت کے رنگا رنگ مظاہر میں جو معنوی ربط دکھائی دیتا ہے وہ اسی بلند و بالا ذات کی ذہانت کا رہینِ منت ہے۔ اس بنا پر قانون، ترتیب اور ذہانت میں ایک گہرا تعلق ہے۔

سائنس دان کی حیثیت سے میں اس بات کا بھی قائل ہوں کہ خداوند تعالیٰ اس کائنات کا مستقل ناظم ہے۔ اس نے جو قانون بنائے ہیں وہ اٹل اور حتمی ہیں میں معمل میں اس یقین کے ساتھ داخل ہوتا ہوں کہ آج جو قوانین برحق اور صحیح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں وہ کل بھی اسی طرح صحیح اور برحق ہوں گے۔ اور ان کی یہ حیثیت قیامت تک برقرار رہے گی۔ اگر یہ چیز نہ ہو تو تجربہ گاہ میں میری زندگی ایک عذاب بن جائے۔ میں ہر وقت شکوک و شبہات میں گرفتار ہوں اور میرے سارے تجربات بالکل ساقط الاعتبار ہو جائیں۔ مثال کے طور پر جب میں تجربہ گاہ میں داخل ہو کر پانی سے بھرے ہوئے ایک پیالے کو گرم کرتا ہوں تو میں تھرمامیٹر کے بغیر یہ بتا سکتا ہوں کہ پانی کا درجۂ تپش ۱۰۰ اسنٹی گریڈ رہے گا بشرطیکہ ہوا کا دباؤ ۷۶۰ مم رہے گا۔ اگر یہ دباؤ ۷۶۰ مم سے کم ہو تو پانی کو بخارات میں تبدیل کرنے کے لیے کم حرارت درکار ہوگی، اس لیے درجۂ حرارت لامحالہ ۱۰۰ سے کم ہی ہوگا۔ اس کے برعکس جب دباؤ زیادہ ہوگا تو درجۂ تپش میں بھی اسی نسبت سے اضافہ ہوگا اس تجربے کو میں جتنی مرتبہ چاہوں دہرا کر دیکھ سکتا ہوں۔ اگر مجھے ہوا کا دباؤ معلوم ہو تو میں پانی کے کھولاؤ کا بڑے وثوق اور اعتماد سے اندازہ کر سکتا ہوں۔

علم کیمیا کے ماہرین نے اسی دباؤ اور حرارت کے باہمی تعلق کے ذریعہ عجیب و غریب کمالات کا مظاہرہ کیا ہے۔ نہایت کم دباؤ کے تحت عمل تقطیر سے وہ پھلوں کے عرق کشید کرنے اور دودھ کو خشک کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ہماری گیسولین اور تیل کی صنعت حرارت اور دباؤ کے اسی باہمی رشتے کی بنیاد پر قائم ہے۔ ہمارے بہت سے اکتشافات اور ہمارے بہت سے صنعتی کاروبار اسی تعلق کے منت کش ہیں۔ یہ رشتہ بڑا پائیدار ہے اور کسی اتفاق کا نتیجہ نہیں ہو سکتا۔

مختلف عناصر کا نقشہ تیار کرنا ممکن نہیں ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ عناصر کسی اندھے بہرے لزوم کے ہاتھ میں بے بس کھلونے نہیں۔ بلکہ ضابطے اور قانون کے پابند ہیں نقشے کا نام ہی اس حقیقت کی شہادت دیتا ہے کہ مختلف عناصر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو خواص کی بنیاد پر ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے۔ ان نقشوں میں سارے عناصر سالماتی اعداد کے مطابق اپنے اپنے مخصوص مدوں میں درج کیے جاتے ہیں۔ سالماتی عدد سے مراد مثبت برقیوں کی وہ تعداد ہے جو سالمے کے مرکز میں موجود ہوتی ہے۔ ہائیڈروجن، جو سب سے سادہ عنصر ہے، اس کے مرکز میں ایک برقیہ ہوتا ہے۔ ہیلیم (ایک شفاف گیس جو فضائے آفتاب میں پائی جاتی ہے) میں دو اور لیتھیم (ایک قسم کی دھات) میں تین۳)

اگر ان عناصر کو بڑھتے ہوئے سالماتی اوزان کے مطابق ترتیب دیا جائے تو ان کے خواص تغیرات کے ایک مسلسل چکر میں سے گزرتے ہیں۔ افقی خط میں جتنے عناصر شامل ہیں ان میں ہر ایک دوسرے سے ایک مثبت اور ایک منفی برقیہ کی وجہ سے مختلف ہوتا ہے۔ راسی قطاروں میں عناصر کے جس قدر گروہ موجود ہیں۔ ان سب کے خارجی غلاف میں منفی برقیوں کی تعداد یکساں ہوتی ہے ان برقیوں میں یکسانیت کی وجہ ہی سے ان کے خواص میں اشتراک پایا جاتا ہے۔ لیتھیم، سوڈیم، پوٹاشیم کے باہر کے غلاف میں چونکہ ایک ایک الیکٹرون ہوتا ہے اس لیے یہ سب خواص کے اعتبار سے ایک ہی خاندان کے شمار کیے جاتے ہیں۔

اسی طرح باقی عناصر کو بھی خواص کے نقطۂ نظر سے اور برقی ترتیب کے مطابق بڑے بڑے خاندانوں میں جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ ترتیب محض اتفاق کا کرشمہ نہیں ہو سکتی۔ اگر میں ایک بڑی بھٹی میں پروٹون، نیوٹرون، الیکٹرون کی ایک کثیر تعداد اور سالماتی سریش کو (جو ان ذرات کو ایک دوسرے سے چمٹائے رکھتا ہے) گرم کروں تو مجھے کس اختلاف سے سابقہ پڑے گا۔ اگر سو یا اس سے زیادہ عناصر کو مختلف خواص کے ساتھ جمع کیا جائے۔ اگر میں میدہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانی، شکر، سیب، ناشپاتی اور آڑو کو ملا کر پکاؤں اور ان کی انفرادیت قائم رہے تو اس سے مجھے کس قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا؟

اگر مجھے جنگل میں چلتے چلتے اچانک ایک کٹیا مل جائے جس کے اردگرد ایک خوبصورت پھلواڑی بھی ہو تو اس کٹیا اور پھلواڑی کے وجود سے میں فوراً یہ نتیجہ اخذ کرتا ہوں کہ کٹیا کسی شخص نے تعمیر کی ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ خود بخود وجود میں آگئی ہے۔ یہی حالِ عناصر اور قوانینِ فطرت کا ہے۔ معمولی عقل و خرد رکھنے والا انسان بھی جانتا ہے کہ کسی منصوبہ ساز ذات نے ان کی منصوبہ بندی کی اور پھر انہیں عملی جامہ پہنایا۔ میرے نزدیک وہ منصوبہ ساز ذات خداوند تعالےٰ ہے۔

میں عرصۂ دراز سے اس عظیم ذات کو کتابِ مقدس کا خدا ہی سمجھتا رہا ہوں، آغاز میں انجیل کی تصریحات سائنس کے مسلّمہ اصولوں کے مطابق معلوم نہ ہوتی تھیں، اس لیے انہیں قبول کرنے میں اچھی خاصی دقت پیش آتی۔ لیکن یہ دقتیں خود بخود رفع ہو گئیں۔ مثال کے طور پر یسوع علیہ السّلام نے متی کی انجیل میں یہ بیان کیا ہے:۔

"تم زمین کے نمک ہو لیکن اگر نمک
کا مزہ جاتا رہے تو وہ کس چیز سے نمکین
کیا جائے گا؟ پھر وہ کسی کام کا نہیں
سوا اس کے کہ باہر پھینکا جائے اور
آدمیوں کے پاؤں کے نیچے روندا
جائے۔

(متی ۵-۱۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح لوقا میں فرمایا:۔

نمک اچھا تو ہے لیکن، اگر نمک کا مزہ
جاتا رہے تو وہ کس چیز سے نمکین ہوگا؟
نہ وہ زمین کے کام کا رہا نہ کھاد کے کام
کا۔ لوگ اسے باہر پھینک دیتے ہیں۔

۱۴:۳۴، ۳۵

ایک کیمیا دان کی حیثیت سے میں
نے سوچا کہ نمک ایک ایسا مرکب ہے
جس کے مستقل خواص ہیں، اس لیے
اس کا ذائقہ خراب ہونے کے دو ہی
اسباب ممکن ہیں۔
(الف) کسی کیمیائی عمل کی وجہ سے نمک
نہ رہے بلکہ کوئی اور مرکب ہو جائے۔ یا
(ب) اس میں دوسرے ناصاف اجزا
اس قدر زیادہ مقدار میں شامل ہو جائیں
کہ اس کا ذائقہ ان کے تلے دب کر
رہ جائے۔

میرے نزدیک پہلی بات خارج از بحث ہے۔ حضرت مسیح اتنے اچھے مبلغ تھے کہ وہ کبھی کوئی ایسی بات نہ کہتے جو عوام الناس کی سمجھ سے بالاتر ہوتی اس لیے مجھے ایک قسم کا یقین ہو گیا کہ ان کا اشارہ ثانی الذکر عمل کی طرف ہی ہے۔ تھوڑی سی تحقیق کے بعد میں اصل راز جان گیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رومی ارضِ مقدس کے رہنے والوں سے نمک بطور محصول وصول کرتے ان لوگوں کو نمک کی سب سے زیادہ یافت بحیرۂ مردار یا بحیرۂ نمک سے ہوتی۔ یہ محصول اتنے ظالمانہ تھے کہ لوگ بے چارے نمک اور ریت کی آمیزش کرنے پر مجبور تھے۔ حکومت اس نمک کو بڑے بڑے حوضوں میں ڈال دیتی جب نمک پانی میں تحلیل ہو جاتا تو نمک دار پانی باہر نکال لیا جاتا اور کثافتیں خود بخود نیچے رہ جاتیں۔ نمک نے اس وجہ سے اپنا ذائقہ کھو دیا تھا کہ وہ اب نمک نہ رہا تھا چنانچہ پاؤں تلے روندے جانے ہی کے لائق تھا۔

اور یہی ایک طریقہ نہ تھا جس سے نمک اپنا ذائقہ کھو دیتا۔ بحیرۂ مردار کی سطح پر جو پانی ہوتا اس میں ۳۱ فی صد نمک، ۳۰ فی صد کیلشیم، ۴۸ فی صد میگنیشیم کلورائیڈ اور اسی طرح کے دوسرے بہت سے اجزاء شامل ہوتے ہیں کیلشیم اور مگنیشیم کلورائیڈ ہوا سے پانی جذب کرنے کے عادی ہیں اور جب نمک کے ساتھ شامل ہوتے ہیں تو اسے تحلیل کر دیتے ہیں لوگوں کے ہاں یہ ایک عام رواج تھا کہ وہ اس قسم کے نمکین پانی کے بڑے بڑے ذخائر ان جگہوں میں محفوظ کر لیتے جن کا فرش پکا ہوتا۔ بسا اوقات زمین پر نمک کی جو تہیں جم جاتیں، وہ نمی سے خراب ہو جاتیں۔ چونکہ یہ نمک زرخیز زمینوں کے لیے سخت نقصان دہ ہوتا ہے، اس لیے کوئی شخص بھی اسے اپنے کھیت میں پھینکنے کی اجازت نہ دیتا۔ اس بنا پر اسے صرف گلیوں ہی میں پھینکا جاتا جہاں آنے والے اسے پاؤں تلے روندتے۔

میرے تجربات اور مشاہدات میں جس قدر ترقی ہوتی چلی گئی اسی نسبت سے میرا یہ یقین راسخ ہوتا چلا گیا کہ انجیل کی تعلیمات سائنس کے عین مطابق ہیں۔ مندرجہ بالا مثال کی حیثیت تو مشتے از خروارے کی سی ہے۔ اگر انجیل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تصریحات کی صحیح توجیہہ کر دی جائے تو اس سے کائنات کی تخلیق اور اس تخلیق کے مقصد کا ایک محکم اور مستحکم نظریہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ مجھے علوم طبیعی میں آج تک کوئی ایک چیز بھی ایسی نظر نہیں آئی جو انجیل کی تعلیمات سے ٹکراتی ہو۔ وہ خدا جو اس کائنات کا خالق ہے وہی اس کا مالک اور حکمران بھی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۳۷

ایمان اور سائنس میں ہم آہنگی

وائن ۔ یو ۔ آلٹ

(ماہر اراضیاتی کیمیا)

خدا پر ایمان اس کی راہ میں جدوجہد کیے بغیر پختہ نہیں ہو سکتا، جب کوئی آدمی خدا کی ہستی کا اقرار کر لیتا ہے تو اس کا ابنائے جنس کے ساتھ تعلق زندگی کے بارے میں نقطۂ نظر، مقاصد، عزائم، آرزوئیں اور تمنائیں۔ غرض ساری کی ساری زندگی یکسر تبدیل ہو جاتی ہے۔

جب ہم ایمان کی علمی وجوہ پر بحث کرتے ہیں تو اس سے ہماری مراد یہ ہوتی ہے کہ سائنس نے تجربات و مشاہدات سے نتائج اخذ کرنے کے جو طریقے بتائے ہیں ان پر اعتماد کیا جائے۔ دورِ جدید میں سائنس کا دائرہ کار وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ مگر خدا کی ہستی کا ثبوت خالص سائنٹیفک بنیادوں پر فراہم نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا مادہ اور توانائی کا مجموعہ نہیں۔ وہ لا محدود ہے، اس لیے محدود ذہن اس کا ادراک نہیں کر سکتا۔ اسی طرح وہ تجربات و مشاہدات کی محدود دنیا میں بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سما نہیں سکتا۔ ایمان باللہ سراسر ایک داخلی کیفیت ہوتی ہے جو اگرچہ اعتقاد کی صورت میں ظاہر ہے۔ اس کے لیے سائنٹفک وجوہ فراہم کی جا سکتی ہیں۔ علتِ اولیٰ کی شہادت خالقِ کائنات کے وجود کو ثابت کرتی ہے ایمان یا اعتقاد کوئی ایسی اجنبی چیز نہیں جس سے انسان قطعی طور پر نامانوس ہو۔ اس کا ہر سائنس دان سہارا لیتا ہے۔ حیاتِ انسانی اتنی مختصر ہے کہ وہ خود ہر تجربہ کرنے کی متحمل نہیں ہو سکتی عام طور پہ انسان چند تجربات کر کے قدرت کے ان مظاہر کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے جو بنیادی اہمیت رکھتے ہیں اور باقی معاملات میں وہ اپنے بیشتر سائنسدانوں پہ اعتماد کر لیتا ہے انسان نے جو کچھ علم حاصل کیا ہے، وہ ماضی کے تجربات کا نچوڑ ہے۔ مثال کے طور پر بہت کم لوگ ایسے ہیں جنہوں نے روشنی کی رفتار کو خود ناپا ہو۔ لیکن اتنا ہر شخص جانتا ہے کہ یہ "معروف مستقلہ (KNOW CON STAVT) ہے اسی طرح سائنسدان مفروضات کی صحت تسلیم کر کے آگے بڑھتے ہیں۔ کون ہے جس نے سالمات کی ایجابی لہروں اور سلبی لہروں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ہم انہیں محض ان کے اثرات سے پہچانتے ہیں۔ پھر ستاروں اور سیاروں کی ساخت اور کہکشاں میں ان کے مقامات کا تعین اور ان کے باہمی فاصلوں کا اندازہ، یہ سب بالواسطہ تجربات اور مشاہدات کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ ظاہر بات ہے کہ ایک فرد کو اس قسم کی بہت سی چیزوں پہ ایمان ہی لانا پڑتا ہے مگر یہ ایمان افراد سے اندھی تقلید کا مطالبہ نہیں کرتا۔ اس کی صحت کو آثار و شواہد سے اچھی طرح جانچا اور پرکھا جا سکتا ہے۔

خداوند تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے ذریعہ اپنا منشا دنیا پر واضح کر دیا ہے اس نے جو الہامی کتب نازل فرمائی ہیں، ان میں خدا اور انسان کے باہمی تعلق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر بحث کی گئی ہے ان میں ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ انسان کی ذہنی اور جسمانی ساخت کیسی ہے، اسے اس عالم ناسوت میں کس قسم کے حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس کی ضروریات کیا ہیں اور انہیں کس طرح پورا کیا جا سکتا ہے۔

انجیل[1] ان سارے امور کو بڑی عمدگی سے زیر بحث لاتی ہے خصوصاً اس میں جو پیشگوئیاں کی گئی ہیں، ان کی تاریخی واقعات سے بھی تائید ہوتی ہے، مختلف اوقات میں ان کے خلاف جو کچھ کہا گیا ہے۔ وہ صحیح ثابت نہیں ہوا اور اس کا تجزیہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معترض کتاب مقدس کو صحیح طور پر سمجھنے سے قاصر رہے تھے۔

جس طرح اعتقاد و ایمان انسانی زندگی کے لیے دو لازمی شرائط ہیں، اسی طرح خدا کا صحیح تصور بھی انسانی فلسفہ حیات کے لیے انتہائی ضروری اور لابدی ہے۔ حیات انسانی کے بہت سے گوشے ایسے ہیں جو ادراک کی سرحد سے پرے ہیں مگر فی الواقعہ موجود ہیں اور اپنی اپنی جگہ بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ دنیا میں بے شمار لوگ ایسے گزرے ہیں جو ذہین اور فطین

---

[1] مصنف چونکہ عیسائی ہیں، اس لیے انہوں نے انجیل کا ذکر کیا ہے کاش انہوں نے اس نقطۂ نظر سے قرآن مجید کا مطالعہ کیا ہوتا تو انہیں پتہ چلتا کہ قرآن پاک نے کس خوبی کے ساتھ دنیا اور آخرت کے سارے مسائل سلجھا دیے ہیں۔ اس میں طہارت کے چھوٹے سے چھوٹے مسئلے سے لے کر اجتماعیت کے بین الاقوامی مسائل تک راہنمائی کی گئی ہے۔

(مترجم)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے کے علاوہ معاشرے میں اونچا مقام بھی رکھتے تھے۔ انہوں نے خدا اور بندے کے تعلق کی پوری پوری شہادت دی ہے اور اپنے ذاتی تجربات کی بنا پر عبادت اور دعا کے اثرات کی اثر آفرینی بیان کی ہے۔ انسان کی نفسیاتی، جذباتی اور روحانی ضروریات کے لیے ایمان بہت بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

یہ حقیقت اپنی جگہ مسلّم ہے کہ اس کائنات کا ایک مقصد اور مدعا ہے جب ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ دنیا میں جو کچھ پیدا کیا گیا ہے۔ اسے ایک حکیم ذات نے پیدا کیا ہے تو اس سے نتیجہ خود بخود برآمد ہو جاتا ہے کہ اس کائنات کی تخلیق میں، حکمت اور دانائی ملحوظ رکھی گئی ہے۔ کائنات کی میکانکی توجیہہ سے اللہ تعالےٰ کی نفی ہو جاتی ہے۔ اس کی رُو سے قدرت کے مختلف مظاہر میں جو معنوی ربط اور مقصدی ترتیب نظر آتی ہے یہ حادثے یا اتفاق کے اندھے بہرے لزوم کا نتیجہ قرار پاتا ہے۔ اگر کائنات کی تخلیق پر مذہب سے ہٹ کر بھی غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کی ترتیب کبھی اتفاق کی رہینِ منّت نہیں ہو سکتی۔ اس میں جو عظیم الشان ربط نظر آتا ہے وہ اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ اس کا خالق ایک مدبّر ذات ہے اور اس نے اسے اتفاقات کی لہروں کے حوالے نہیں کیا ہے۔

بہت سے ایسے لوگ جو سائنسی نقطۂ نظر رکھنے کے دعوے دار ہیں وہ اپنے آپ کو مافوق الطبیعی حقائق تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں پاتے، مگر اپنے بلند بانگ دعووں کے باوجود قدرت کے بے شمار مظاہر کا نہ تو کوئی سائنسی تجزیہ کر سکتے ہیں نہ انہیں کچھ زیادہ ادراک ہو سکتا ہے جب ہم قدرت کے کسی مظہر کو سائنسی قرار دیتے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمل میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ اسے صرف اتفاق کی پیداوار بتا دینے سے تو مسئلہ حل نہیں ہو جاتا۔

آئیے اب ذرا توجیہات کا بھی جائزہ لے لیں۔ اس سلسلے میں یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ کیا یہ اتفاق ہے یا منصوبہ بندی ہے۔ جو راڈر کی ایجاد اور بناوٹ کی ذمہ دار ہے؟ کیا چمگادڑ کی تخلیق محض اتفاقیہ حادثہ ہے؟ وہ چمگادڑ جو بڑے ہی متوازن راڈر کی حیثیت رکھتی ہے۔ سائنس کے تجربات کی اساس اور بنیاد علت و معلول کے رشتے ہیں اور کسی سائنسدان کے لیے آگے بڑھنے سے پیشتر ضروری ہے کہ وہ ایک قادرِ مطلق ذات کے وجود، جو علیم و خبیر ہے اور اپنی مخلوق کے ریشے ریشے سے پوری دلچسپی رکھتی ہے تسلیم کرے۔

قدرت کے بے شمار مظاہر ایسے ہیں جن کا مقصد و منشاء انسان کے ذہن میں اس وقت آتا ہے جب وہ خدا کی ہستی کا اقرار کر لیتا ہے اس فضائے بسیط میں کتنے ان گنت سیارے اور ستارے معلق ہیں، مادہ کتنے چھوٹے چھوٹے ذرات میں منقسم ہو سکتا ہے؟ زندہ جانوروں میں کتنی مماثلت نظر آتی ہے۔ قدرت کے ان مختلف مظاہر کو اگر الگ الگ کر کے دیکھا جائے، تو وہ بے مثل ہوں گے۔ انگلی کا ایک نشان دوسرے نشان سے نہیں ملتا۔ پان کا ہر پتا دوسرے پتے سے الگ ہوتا ہے اور برف کا ہر ٹکڑا اپنا ایک جداگانہ وجود رکھتا ہے۔ انسان کو اپنے ذہن رسا کی بدولت اور مخلوق پر بڑی فوقیت حاصل ہے۔

ہم گزشتہ صفحات میں یہ بتا چکے ہیں کہ خدا کے وجود کا اقرار زیادہ تر اعتقاد کا معاملہ ہے مگر یہ ایمان انسانی مزاج کے عین مطابق ہے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی فطرت میں داخل ہے۔ ایمان اندھی تقلید نہیں بلکہ اس کی بنیاد عقل اور تجربے پر رکھی گئی ہے اور بہت سے ایسے اشخاص ہو گزرے ہیں جنہوں نے خدا کے ساتھ براہ راست تعلق پیدا کیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۳۸

وجودِ باری تعالیٰ پر علمِ طب کی شہادت

پال ارنسٹ ٹولف

اس مباحثے کے سب سے اہم سوال کا جواب عرض کرتے ہوئے میں یہ بات پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ میں خداوند تعالےٰ کے وجود پر ایمان کامل رکھتا ہوں۔ میرا یہ اعتقاد محض روحانی نوعیت احساسات کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ طبابت سے بھی اس کی پوری طرح تصدیق ہوتی ہے اور میرے ان فنی تجربات نے میرے ایمان کو تقویت پہنچائی ہے۔

کافی عرصہ پہلے جب میں طبی مدرسے میں زیرِ تعلیم تھا، میں نے ان تبدیلیوں کے بنیادی مادی تصور سے واقفیت حاصل کی جو کسی زخم کی وجہ سے انسانی جسم میں وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ میں نے جب خوردبین کی مدد سے خلیوں کا مطالعہ کیا تو مجھ پر منکشف ہوا کہ انسان کی جسمانی ساخت پر مختلف اثرات مرتب ہو کر زخموں کے اندمال میں اس کی کس طرح مدد کرتے ہیں۔ تعلیم کے اختتام پر جب مجھے زندگی میں قدم رکھنے کا موقع ملا اور میں نے طب و جراحت کو پیشے کے طور پر شروع کیا تو مجھے ایسے فن پر بہت زیادہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعتماد نیز اس بات کا یقین تھا کہ میں زخموں کے اندمال کے سارے طور طریقوں سے بخوبی آگاہ ہوں اور اگر صحیح اور موزوں قسم کی دوا اور مرہم مہیا کیا جائے تو زخم لازماً ٹھیک ہو سکتے ہیں لیکن جلد ہی مجھے پتہ چل گیا کہ میں نے ایک زبردست اور طاقت ور عنصر کو نظر انداز کر دیا، جسے مشیت الٰہی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور جس کو طبی تصور میں شامل کیے بغیر چارہ نہیں۔

شفاخانے میں جن مریضوں کی نگرانی میرے سپرد کی گئی، ان میں ایک ستر سال کی بڑھیا بھی تھی جس کا کولہا زخمی تھا۔ جب اس کا علاج شروع کیا گیا تو اس کے خلیے بڑی تیزی کے ساتھ ٹھیک ہونے لگے۔ میں نے اسے اتنی سرعت سے تندرست ہونے پر مبارکباد دی۔ ہم اس کی اس حالت سے اتنے مطمئن تھے کہ سرجن نے کہہ دیا اس عورت کو چوبیس گھنٹوں میں رخصت کر دیا جائے کیونکہ اب یہ بغیر سہارے آسانی سے چل پھر سکتی تھی۔

اتوار کا دن تھا۔ اس کی بیٹی معمول کے مطابق اس سے ملنے آئی۔ میں نے اس سے کہا کہ چونکہ اب اس کی ماں اچھی ہو گئی ہے، اس لیے وہ اسے کل ہسپتال سے گھر لے جائے۔ لڑکی میری یہ بات سن کر سیدھی اپنی ماں کے پاس گئی اور اسے بتایا کہ میں نے ابا سے تمہارے ہسپتال سے گھر منتقل ہونے کے بارے میں مشورہ کیا ہے اور وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ چونکہ گھر پر تمہاری تیمارداری اور دیکھ بھال صحیح طور پر نہیں کی جا سکتی اس لیے فی الحال مناسب یہی ہے کہ تمہیں دار الضعفاء میں بھیج دیا جائے۔

چند گھنٹے بعد جب میں اس بڑھیا کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ اس پر بڑی تیزی کے ساتھ اضمحلال طاری ہو رہا ہے اور وہ چوبیس گھنٹے کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دنیا سے رخصت ہوگئی۔ اس کی موت کی وجہ زخم نہ تھا بلکہ عارضۂ دل تھا۔ ہم نے لاکھ جتن کیے بہتر سے بہتر دوا جو مہیا ہو سکتی تھی، اسے دی گئی مگر وہ جانبر نہ ہو سکی اور وہ اپنے رفیق اعلےٰ سے جا ملی۔

اس کے کولہے کا زخم مندمل ہو چکا تھا مگر دل بیٹھ گیا تھا۔ وہ سارے حیاتین جو زندگی کے لیے سب سے ضروری چیزیں حیاتین اور اسی قسم کی دوسری چیزیں نہیں تھیں بلکہ زندہ رہنے کی اُمنگ اور تمنا تھی اور جب یہ ختم ہو گئی تو پھر صحت یابی ایک خواب تھا جو شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکتا تھا۔

اس واقعے کا میرے دل پر بہت گہرا اثر پڑا۔ مجھے یقین تھا کہ اگر یہ غور سے مایوسی کا شکار نہ ہوتی تو کبھی یہ حادثہ پیش نہ آتا۔ امید ہے جس پر زندگی قائم ہے وہ صرف ایمان باللہ سے پیدا ہوتی ہے۔ میں جب کبھی اس حادثہ کو وقت کی چلمن سے جھانک کر دیکھتا ہوں میرے دل کی دنیا زیر و زبر ہو جاتی ہے۔ ایک طبیب کی حیثیت سے میں خدا کو خالقِ کائنات تو مانتا تھا مگر اس کے ساتھ یہ بھی سمجھتا تھا کہ انسانی جسم میں جو تبدیلیاں ہوتی ہیں ان کی نوعیت سراسر مادی ہے اور مادی اثرات ہی ان تبدیلیوں کے محرک ہیں۔ ان تغیرات میں خداوند تعالےٰ کا کوئی خاص عمل دخل نہیں۔

مگر کیا خالق کائنات کو روزمرہ کے معاملات سے یکسر خارج کر دینا صحیح ہے؟ کیا یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ مالک اپنے بندوں کو پیدا کرتا ہے۔ اور پیدا کر چکنے کے بعد ان سے یکسر بے تعلق ہو جاتا ہے؟ جس بڑھیا کا میں نے اُوپر ذکر کیا ہے وہ جسمانی طور پر صحت یاب ہو چکی تھی مگر اس کی رُوح نے موت کے سامنے سپر ڈال دی۔ اسی وجہ سے وہ جانبر نہ ہو سکی۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے کس قدر صحیح فرمایا ہے:۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اس سے کیا فائدہ کہ انسان ساری
دُنیا حاصل کرلے مگر اپنی رُوح کھو
دے۔"

اس واقعے کے بعد مجھے اس بات کا بڑی شدّت سے احساس ہوا کہ کسی شخص کا علاج کرنے کے لیے اس کے جسم اور روح دونوں کی فکر کرنی چاہیئے چنانچہ اگر ایک طرف ادویہ اور سامانِ جراحت سے استفادہ کرنا چاہیئے تو دوسری طرف اس شافیٔ مطلق سے دُعا بھی کرنی چاہیئے جس کی رضا کے بغیر کوئی بھی کام تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا۔ اسباب کی فراہمی اور مسبب الاسباب پر ایمان یہ دونوں شفایابی کے لیے ضروری ہیں چنانچہ میں نے محتاط غور و فکر سے معلوم کرلیا ہے کہ دورِ حاضر کے طبّی انکشافات اور ایمان باللہ، یہ دونوں علمِ طب کے لیے لابدی ہیں اور ان دونوں کے امتزاج سے ہی ایک قابلِ اعتماد جدید طبّی فلسفہ وجود میں آسکتا ہے۔

علمِ طب میں نفسیات جس سرعت کے ساتھ اہمیت حاصل کر رہی ہے اس سے میرے احساس کو مزید تقویت پہنچی ہے۔ حال میں جو مختلف تجربات بیان کیے گئے ہیں۔ ان سے پتہ چلا ہے کہ بڑی بڑی امریکی آبادیوں میں اسّی فیصد مریض ایسے ہیں جن کی علالت کا سبب زیادہ تر ذہنی اور نفسیاتی ہے اور ان مریضوں میں سے نصف ایسے ہیں جن میں بہ ظاہر بیماری کی کوئی علامت نظر نہیں آتی۔ اس ضمن میں اس امر کی وضاحت کر دینا بھی نہایت ضروری ہے کہ یہ نفسیاتی یا اعصابی عوارض محض تصوّرات یا اوہام نہیں بلکہ یہ بیماریاں دنیا میں موجود ہیں اور ان کے اسباب بھی تخیلاتی نہیں، بلکہ وہ سچ مچ محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ اگر طبیب تھوڑی سی عقل مندی سے کام لے تو انہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شناخت کر سکتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ آخران اعصابی بیماریوں کے بنیادی اسباب کیا ہیں؟ نفسی ماہرین نے اس سلسلے میں جو تحقیق کی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ بے شمار وجوہ میں سے چند اہم وجوہ قوتِ ارادی کا فقدان، نفرت، خوف یاس و قنوطیت، شک، حسد اور خود غرضی ہیں۔ اسے انسان کی بدقسمتی کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ اس علم کے بہت سے ماہرین نے ان جذباتی الجھنوں، کا کھوج لگانے میں بڑی ذہانت کا ثبوت دیا ہے مگر ان کا صحیح علاج تجویز کرنے میں جس بُری طرح ناکام ہوئے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ان سے نجات حاصل کرنے کے لیے جو تدابیر اختیار کی ہیں ان میں ایمان باللہ کو نظر انداز کر دیا ہے۔

خداوند تعالےٰ چونکہ انسان کے ان ذہنی عوارض سے پوری طرح واقف ہے اس لیے اس نے خود ہی کتابِ مقدس میں ان کا علاج بھی تجویز فرما دیا ہے۔ نفسی معالجین ہمیں ان قفلوں کے اسرار سمجھانے پر توجہ مرکوز کرتے چلے آ رہے ہیں جو ہم پر صحت کے دروازے بند کر دیتے ہیں۔ خداوند تعالےٰ نے یہ قفل کھولنے کی ایک ایسی شاہ کلید بھی ہمیں عطا کی ہے جس کے ذریعے ہم بڑی آسانی کے ساتھ صحت کا طلسمی دروازہ کھول سکتے ہیں۔

یہ کلید ہمیں خدا سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ مشہور شاعر کوپر نے بالکل صحیح کہا ہے۔

"اندھا الحاد لازمی طور پر ادراک نہیں کر سکتا
خدا اپنے ارادوں کا خود ہی صحیح ترجمان ہے
اور وہی ان کی وضاحت کرے۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئیے دیکھیں کہ خداوند تعالےٰ اس کائنات کے منصوبے کی کس طرح وضاحت کرتا ہے کہ :-

ہم سب گناہگار ہیں اور یسوع مسیح کی وساطت سے عفو کے طلبگار ہیں[1] جن گناہگاروں کو خالق کائنات نے معاف فرما دیا ہے، خوف اور غم انہیں کبھی نہیں چھو سکتے اور وہ ایک ایسی دنیا میں رہتے ہیں جہاں مایوسی کا کبھی گزر نہیں ہوتا۔ جب اس کی محبت دلوں میں جاگزین ہوتی ہے تو خود غرضی، حسد اور اسی قبیل کی دیگر برائیاں خود بخود دور ہو جاتی ہیں۔ قنوطیت کی جگہ رجائیت لے لیتی ہے۔ اُمید پھر زندگی کی رہنما قوت بن جاتی ہے۔

ایک طبیب کی حیثیت سے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جب تک میں اپنے آپ کو ادویہ کے ساتھ ساتھ روحانی طور پر مسلح نہ کروں، اس وقت تک میں کامیابی کے ساتھ بیماریوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ ادھورا معالجہ ہوگا۔

بہت سے نفسیاتی عوارض کی وجہ خوف و ہراس ہوتا ہے۔ اور ان کا تنہا علاج یہی ہے کہ انسان کا خدا پر کامل ایمان ہو، جن کو یہ نعمت حاصل ہو جائے ان کی صحت بہت جلد بحال ہو جاتی ہے۔

---

[1] اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان خطا و نسیان کا پتلا ہے لیکن پیدائشی گناہ کا تصور عیسائی پادریوں کے ذہن کی اپج ہے اور یہ خیال بھی غلط ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے سولی چڑھ کر پوری نوع بشری کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا ہے۔ (مترجم)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان صفحات میں اتنی گنجائش نہیں کہ ہم وہ سب مثالیں بیان کریں جن میں محض خدا پر اعتقاد سے افراد فوراً صحت مند ہو گئے۔ اس قسم کی بہت سی مثالیں میں نے اپنی تالیف "صحت بحال ہو جائے گی" (HEALTHS HALL SPRING) میں درج کی ہیں۔ اس کتاب میں میں نے بتایا ہے کہ کس طرح ایمان باللہ سے نفسیاتی عوارض دُور ہو گئے۔

جب تک انسان اپنے عزائم اور ارادوں کو تعلیماتِ الٰہی سے ہم آہنگ نہیں کرتا اس وقت تک اس کا ذہنی اختلال دُور نہیں ہو سکتا اور وہ عوارض کا شکار رہتا ہے۔

میرا اس پر ایمان ہے کہ خدا ہے اور شکستہ ہڈیاں اور شکستہ دل اسی کی رحمت سے جڑتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۳۹

پھولوں اور پھلوں کے بارے میں

سیسل بائس ہامان

(ماہر نباتات)

جب میں سائنس کی دُنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تو اس میں ایک برتر ذات کے منصوبے، تدبیر اور نظم کے شواہد دیکھتا ہوں۔

تم کسی ایسی وادی سے گزرو جسے آفتاب کی کرنوں نے منور کر رکھا ہو یا کسی پھول کی حسین بناوٹ پر غور کرو، کسی پہاڑی پرندے کا نغمہ سنو، تو تمہیں اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ یہ کائنات ایک با اختیار ہستی کی منصوبہ بندی کا نتیجہ ہے۔ کیا پھولوں میں محض اتفاق سے ایسا رس پیدا ہو گیا ہے؟ کیا یہ کوئی اتفاقی حادثہ ہے کہ زرگل سے گلہائے رنگارنگ پیدا ہو جاتے ہیں؟ کیا یہ سب شواہد اس بات پر دلالت نہیں کرتے کہ قدرت کی ان کرشمہ سازیوں کے پیچھے خدا کا غیر مرئی ہاتھ کارفرما ہے۔ اور یہ سب کچھ اسی کے ارادے اور مشیت کے مطابق ہو رہا ہے۔ کیا رابن پرندے کو اپنے دمساز کی موجودگی کے اپنے خالق کی خوشنودی بھی راگ الاپنے پر مجبور نہیں کرتی، تاکہ اس سے مشیت ایزدی کے مطابق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوعِ انسانی شاداں و فرحاں ہو۔ نہ معلوم روز کتنے خوش الحان پرندے خدا کی حمد و ثنا میں نغمہ سنج ہوتے ہیں۔ یہ نغمے قدرت کے دیگر عطیات کی طرح انسان کے لیے ہر وقت فرحت کا سامان مہیا کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ یہ اس کے کانوں تک پہنچ جائیں اور اس کے دل میں ان سے متمتع ہونے کی آرزو بھی ہو۔

ذرا ادیریں[1] پرندے کے گھونسلے کا جائزہ لو۔ کس نے اسے اتنی ہنرمندی اور چابک دستی سکھائی ہے؟ ان گھونسلوں میں حیرت انگیز قسم کی یکسانیت کیوں پائی جاتی ہے؟ ممکن ہے کوئی شخص "محض جبلت" کہہ کر مسئلہ حل کرنے کی کوشش کرے مگر امر واقع یہ ہے کہ اس سے انسانی ذہن کی تشفی نہیں ہوتی۔ اگر اسے جبلت کی کرشمہ سازی مان لیا جائے تو قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جبلتیں کیا ہوتی ہیں۔ آخر اس بات میں کونسا منطقی مغالطہ ہے، اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ خداوند تعالیٰ کا غیر مرئی ہاتھ اس کی تخلیقات کے پیچھے کام کر رہا ہے اور اس کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس کے ضابطوں کا پابند ہے جن کا ہمیں بہت ہی خفیف سا علم ہے۔"

ہاں میرا خدائے لم یزل پر ایمان ہے۔ وہ خدا جو نہ صرف قادرِ مطلق ہے بلکہ رب العالمین بھی ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ انسان سے بھی گہرا تعلق رکھتا ہے جو اشرف المخلوقات ہے۔

میرا یہ عقیدہ محض مذہب کا رہینِ منت نہیں بلکہ یہ الفنس و آفاق پر غور و فکر

---

[1] ایک پرندہ جس کے پر سیاہ اور زرد ہوتے ہیں۔ اکثر موسم گرما میں برطانیہ اور آئرستان میں آجاتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا نتیجہ ہے۔ انسان اپنے آپ کو مختلف سوالات کے ہجوم میں گھرا ہوا پاتا ہے۔ ان سوالات کے جوابات کے لیے وہ بہت سے ایسے مفروضات کا محتاج ہے جو انسان کی روز افزوں معلومات کی وجہ سے تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ اسے ہماری شومئی قسمت سمجھئے کہ علم طبیعی میں انسان نے جتنی ترقی کی ہے، اسے خدا کا شعور اتنا حاصل نہیں ہو سکا بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ انسان کے علم میں جتنا اضافہ ہوا ہے اسی نسبت سے اس نے خدا کے وجود کو زندگی کے معاملات سے خارج کر دیا ہے۔

کاش انسان یہ سمجھتا کہ دُنیا کے یہ سارے اکتشافات اس حقیقت کے آئینہ دار ہیں کہ اس کائنات کے پیچھے ایک "عقلِ کُل" کام کر رہی ہے۔

جب ہم معمل میں خُرد بین کی مدد سے تالاب کے پانی کے ایک قطرے کا جائزہ لیتے ہیں تو اس میں ننھے ننھے کیڑوں کی ایک دنیا آباد پاتے ہیں۔ کیا یہ قدرت کے عجائبات میں سے ایک بہت بڑا عجوبہ نہیں۔ ننھا سا امیبا غیر محسوس طور پر بڑھتا چلا جاتا ہے اور بہت جلد ایک حیوانی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اس میں ایک ہی خلیہ زندگی کے وہ سارے کام کرتا ہے جن کے لیے بڑے جانوروں کو لاکھوں کروڑوں خلیے درکار ہیں، اس ننھے سے کیڑے کی یہ عجیب و غریب ساخت محض اتفاق کا نتیجہ تو نہیں ہو سکتی۔

قوانین طبیعی یوں تو اس کائنات کے سارے شعبوں میں جاری ہیں مگر ان کے اثرات سب سے زیادہ نمایاں طور پر علم کیمیا میں نظر آتے ہیں۔ انسان مانی میں غذا کے ہضم ہونے اور اس کے جزو بدن بننے کے عمل کو خداوند تعالےٰ کے وجود کی شہادت سمجھتا تھا مگر اب وہ اسے کیمیاوی اثرات کا نتیجہ سمجھتا ہے لیکن کیا اس تبدیلی سے خدا کے وجود کی نفی ہو جاتی ہے۔ آخر وہ کون سی ذات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جس نے اس بات کا فیصلہ کیا کہ غذا کے وجود میں داخل ہونے کے ساتھ ہی اس پر اس قسم کے اثرات مرتب ہوں اور کیمیاوی خمیر ایک نظم و ضبط میں رکھے! انسان کے بدن میں غذا جن مختلف مراحل سے گزرتی ہے اور اس میں جو تبدیلیاں ہوتی ہیں، ان کا گہری نظر سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا یہ محض اتفاق کی کرشمہ سازی نہیں ہو سکتی۔ انسان کے لیے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ وہ اس امر کا اعتراف کرے کہ اس کائنات میں خدائی اصول کارفرما ہیں۔

جب ہم آسمان پر نظر دوڑاتے ہیں تو لاتعداد ستاروں کو ایک نظام میں منسلک دیکھ کر حیران ہوتے ہیں۔ کسی ایک رات کسی ایک موسم، کسی ایک سال نہیں بلکہ ان گنت صدیوں سے فضائے بسیط میں معلق یہ گیندیں ایک معین راستے پر گردش کرتی چلی جا رہی ہیں۔ وہ اپنے مداروں پر ایسے نظم کے ساتھ آتی جاتی ہیں کہ ان کے گہن کا صدیوں پیشتر صحیح اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کیا قدرت کے یہ کہکشانی وجود فضا میں بے مقصد ہی گھومتے پھر رہے ہیں۔ اگر یہ کسی ضابطے کے پابند نہ ہوتے تو انسان سمندروں کو عبور کرنے کے لیے انہیں کیوں کر رہنما تسلیم کرتا۔ انسان خدا کے وجود کا اقرار کرے یا نہ کرے۔ مگر وہ اس حقیقت کے اعتراف پر مجبور ہے کہ یہ کواکب بہرحال ایک لگے بندھے ضابطے کے پابند ہیں اور فضا میں یونہی آوارہ و سرگرداں نہیں اور اسی وجہ سے ان پر کسی حد تک اعتماد بھی کیا جا سکتا ہے۔

پانی کے ایک قطرے سے لے کر جو خردبین سے بھی مشکل ہی سے دیکھا جا سکتا ہے، فضائے بسیط میں پھیلے ہوئے ان دور دراز ستاروں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک نگاہ دوڑاؤ جو دُور بین کے بغیر نظر نہیں آتے۔ تمہیں ان میں فقید المثال نظم وضبط نظر آئے گا۔ ان کے وظائف میں اس قدر یکسانیت پائی جاتی ہے کہ ہم اس کی بنیاد پر قوانین مرتب کر سکتے ہیں۔ فطرت کے مظاہر میں یکسانیت اور ہم آہنگی کے یقین ہی نے بے شمار انسانوں کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ اس یکسانیت کی تحقیق میں عمریں صرف کریں۔ اگر انہیں اس پر اعتماد نہ ہوتا تو وہ عمر ایسی متاعِ عزیز کو اس کی تحقیق میں گنوانے کے لیے تیار نہ ہوتے۔ اگر اس کائنات کی تہہ میں محض اتفاق کارفرما ہوتا تو پھر ہر نئے تجربے سے نت نئے نتائج برآمد ہوتے۔ ان حالات میں کوئی ترقی ممکن نہ ہوتی۔ کائنات کا حسنِ انتظام اس بات پر شاہد ہے کہ اس کا کوئی ناظم ضرور ہے، کیوں کہ ناظم کے بغیر کسی کام میں یکسانیت پیدا نہیں ہو سکتی ہر نیا قانون جو دریافت ہوتا ہے، زبانِ حال سے پکار پکار کر کہتا ہے کہ میرا واضع خدا ہے۔ اس نے مجھے صرف دریافت کیا ہے۔

سائنس خدا کے وجود پر گواہ ہے۔ ایسا خدا جو روزمرہ زندگی میں بھی موجود ہے۔ ہم ستاروں کی تصویریں لے سکتے ہیں اور آسمانوں پر ان کے راستے متعین کر سکتے ہیں، اسی طرح انبیا کا بھی کاغذ پر عکس لیا جا سکتا ہے مگر خدائے واحد کے وجود کی ایسی کوئی محسوس مادی شہادت فراہم نہیں کی جا سکتی۔ خدا کی معرفت حاصل کرنے کے لیے اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا ضروری ہے۔ اگر ایک شخص خوردبین سے مشاہدہ نہیں کرتا یا انبیا کی تصویر نہیں دیکھتا تو وہ ہٹ دھرمی سے کہہ سکتا ہے کہ انبیا ایسی کوئی چیز کائنات میں نہیں۔ لیکن کیا اس کا یہ کہنا درست ہے؟ یہی حال خالقِ کائنات کا ہے، جب تک ہم اس کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ اس کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تخلیق پر غور نہ کریں اس وقت تک وہ ہمارے ذہن میں نہیں آتا اور ہم ضدی بچوں کی طرح ایک بدیہی حقیقت کو جھٹلانے کا ارتکاب کرتے ہیں۔ لیکن اگر ہم ایک مرتبہ بھی اس کے نور کی پرچھائیں دیکھ لیں تو پھر دنیا کی کوئی طاقت ہمیں اس کی تکذیب کے لیے تیار نہیں کر سکتی۔ یہ عمل ایک داخلی تجربہ ہونا چاہیئے۔ یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ اگر ہم خود اس کی ذات پر غور و فکر نہ کریں تو محض دلائل کے زور سے اسے دل و دماغ میں کس طرح اتارا جا سکتا ہے۔ وہ انہیں کو دکھائی دے گا جو اسے ڈھونڈ رہے ہیں[1] (عبرانی ۹: ۲۸)

ہاں میرا خدا پر ایمان ہے۔ وہ اس کائنات کا خالق اور مالک ہے اور میرا رفیق بھی ہے۔ میں اس کے وجود کو انفس و آفاق دونوں میں دیکھتا اور محسوس کرتا ہوں۔

---

[1] وہ لوگ جنہوں نے ہمارے بارے میں کوششیں کی ہیں، ہم انہیں اپنے راستوں کی ہدایت دیں گے اور بے شک اللہ محسنوں کے ساتھ ہے۔
(قرآن مجید)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۴

وجود باری تعالیٰ پر برہان قاطع

انا ٹ دیو کان دسے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ایم۔ ڈی۔ ڈی۔ ایس۔ سی۔ ایل۔ ایل۔ ڈی

(ماہر عضویات)

کیا خدا ہے؟ یقیناً ہے! مجھے اس کے وجود کا اتنا ہی محکم یقین ہے، جتنا کہ اس کائنات کی دوسری حقیقتوں کا یقین ہے۔ میں جس قدر وثوق سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں ہوں اور دنیا میں موجود ہوں، اس سے کہیں زیادہ وثوق کے ساتھ خدا کے وجود کا دعوےٰ کر سکتا ہوں۔

ایمان باللہ ہی سے اس کائنات کے وجود کی صحیح تعبیر و توجیہہ کی جا سکتی ہے اسی کے ذریعے انسانی ذہن میں یہ خیال راسخ ہوتا ہے کہ انسان اپنی ایک مستقل شخصیت رکھتا ہے، محض مادہ اور قوت کا پیکر نہیں ہے۔ یہی وہ عقیدہ ہے جو انسان میں یہ احساس پیدا کرتا ہے کہ نوع بشر کے سارے ارکان فطرت کے اعتبار سے برابر اور ایک دوسرے کے ساتھ رشتۂ اخوت

لہ اس باب کے بعض حصوں کی تلخیص بھی کی گئی ہے (مترجم)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مربوط ہیں۔ اور پھر اس بلند و برتر ذات پر ایمان ہی ہمیں اپنے حقوق سے آشنا اور فرائض سے آگاہ کرتا ہے۔ ان حقوق اور فرائض کی تہہ میں یہ بنیادی تصور کارفرما ہے کہ ہم سب کسی ایک ذات کی نگاہ میں، جس کی محبت پاک و انصاف بے لاگ ہے، یکساں اور برابر ہیں۔ یہ نظریہ حیات رکھنے سے ہم میں اس بات کا شعور بیدار ہوتا ہے کہ رشد و حیات یا فلاح و کامرانی کا واحد سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی مشیت کے بغیر ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا، اس لیے قدرتی طور پر، یہ عقیدہ انسان کو قوت و طاقت کے ایسے لازوال خزانے عطا کرتا ہے جن کی کوئی نظیر نہیں پیش کی جا سکتی۔ یہ عقیدہ ہی وہ محکم اور ٹھوس بنیاد ہے جس پر مستقل اور پائیدار اقدار کا ایک عظیم الشان محل تعمیر ہوتا ہے کیونکہ ازل اور ابد کا تصور اسی سے وابستہ ہے۔

وجود خداوندی کا منطقی ثبوت

وہ اصول جو روزمرہ کے تجربات سے وضع ہوتے ہیں وہ اس قابل ہیں کہ ان سے بھی خدا کے وجود کو منطقی طور پر ثابت کیا جا سکتا ہے۔ اسی قسم کا ایک اصول ٹامس اکوئنس نے پیش کیا تھا۔ اس طرز استدلال کے اساسی اصول ان تجربات سے ماخوذ ہیں جن سے بہت سے والدین کو ایک بچے کی ذہنی نشوونما کے دوران سابقہ پڑتا ہے۔ خدا کے وجود کو منطقی طور پر جس محکم طریق سے ثابت کیا جا چکا ہے اس سے اُن لاتعداد مفکرین کو دولت ایمانی اور طمانیت قلبی حاصل ہوئی ہے جنہوں نے سائنس کی ترقی اور فوز و فلاح میں بڑا حصہ لیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدا کے وجود سے انکار کا کوئی جواز نہیں

یہ قول کہ خدا موجود ہے جھٹلایا نہیں جا سکتا اور یہ دعوے کہ خدا نہیں ہے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ ملحدوں نے باری تعالےٰ کے وجود کی نفی تو کی ہے لیکن اس کے انکار کے جواز میں آج تک کوئی عقلی ثبوت فراہم نہیں کر سکے۔ ایک آدمی کو اس بات کا پورا اختیار ہے کہ وہ کسی چیز کے متعلق شبہ ظاہر کرے لیکن اسی کے ساتھ اس کا یہ فرض بھی ہے کہ وہ اس اشتباہ کے جواز میں کوئی ٹھوس اور عقلی دلیل بھی پیش کرے۔ میری نظر سے آج تک نہ تو کوئی ایسی تحریر گزری نہ میں نے کبھی کوئی ایسی تقریر سنی جس میں یہ بات عملی استدلال سے ثابت کی گئی ہو کہ خدا کا وجود محض افسانہ ہے۔ اس کے برعکس بہت سی ایسی کتابیں میرے زیر مطالعہ آئی ہیں جن سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ خدا موجود ہے پھر میں نے اس خوش گوار اثر کا بھی جائزہ لیا ہے جو ایمان باللہ، لوگوں کے قلب و دماغ پر مرتب کرتا ہے اور ان مضر نتائج سے بھی واقفیت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے جو انکارِ خدا سے پیدا ہوتے ہیں۔

ملحدین باری تعالےٰ کے وجود کے لیے بالعموم جو ثبوت طلب کرتے ہیں اُس کی نوعیت سے اس بات کا بہ آسانی اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ حضرات خدا کو انسانی مجسمہ، بت یا مورتی سمجھ بیٹھے ہیں۔ اگر خدا ان مختلف پیکروں میں جلوہ گر ہوتا یا وہ حسی صفات سے متصف ہوتا تو پھر اس کے وجود کے بارے میں دو رائیں ممکن نہ تھیں۔ خداوند تعالےٰ نے اس کائنات میں انسان کو جو مقام عطا کیا ہے اس میں چونکہ اُسے اختیار کی نعمت سے بھی مالا مال کیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا ہے اور اسے اس بات کی آزادی بخشی گئی ہے کہ چاہے خالق کے وجود کا اقرار کرے چاہے انکار کر دے اس لیے وہ جو بھی روش اختیار کرتا ہے وہ خدائی منصوبہ بندی کی ذیل میں آجاتی ہے - وہ اس معاملے میں خود مختار ہے کہ کمزور دلیلوں کا سہارا لے کر ذاتِ باری تعالےٰ کے بارے میں ریب و تشکک میں مبتلا ہو جائے اور پھر وہ بُرے نتائج بھگتے جو اس ملحدانہ اندازِ فکر کے قدرتی اور منطقی تقاضے ہیں۔

بیشتر دہریے اور کچھ عیسائی بھی، خدا کو ایک ایسی شخصیت خیال کرتے ہیں، جس سے انسان سودا بازی کر سکتا ہے وہ بسا اوقات یہ کہتے سُنے گئے، میں خدا پر ایمان لاؤں گا اگر وہ ہمیں بارش سے نواز دے یا سیلابوں کی روک تھام کرے یا میرے کرب و اضطراب کو سکون و اطمینان سے بدل دے یا دُنیا سے برائی ناانصافی اور ظلم و جبر کا خاتمہ کر دے۔ اگر رحیم و کریم خدا فی الواقع موجود ہوتا تو میرے مسوڑھوں میں ٹیس کیوں اُٹھتی۔" اس قسم کے لغو طرزِ استدلال کا مطلب یہ ہوا کہ میں خدا پر صرف اس صورت میں ایمان لا سکتا ہوں جب وہ اس کائنات کو میرے پیش کردہ منصوبے کے تحت دوبارہ تعمیر کرنے پر رضامند ہو جائے اور اس نظام کی تخلیق میں میری عقل کو ایک فیصلہ کن قوت کی حیثیت سے شریک کر لے۔

معرفتِ الٰہی کا سیدھا اور معقول راستہ یہ ہے کہ ہم اپنے دل و دماغ کو ہر قسم کی نفسانیت اور کجی سے پاک کریں اور اپنے راستے سے وہ سارے موانع دُور کر دیں جو صحیح اندازِ فکر کی راہ میں بالعموم حائل ہوتے ہیں۔ یہی وہ طریقہ ہے جس سے خدا پر ایمان پختہ ہوتا ہے اور اسی طرح ہم دُنیا میں اس ظلم و تعدی کی بیخ کنی کر سکتے ہیں جس کا ہم ہر وقت رونا روتے رہتے ہیں۔ ایک شخص کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوراک کے اثرات پر جتنا اعتماد ہوتا ہے اس سے کہیں زیادہ محکم ایمان خدا کے پرستار اپنے خالق پر رکھتے ہیں۔ خدا ہم پر یہ فرض عائد کرتا ہے کہ ہم ہر وقت برائیوں کا تذکرہ کرنے کی بجائے اُن منکرات کے استیصال کی فکر کریں۔ جو اس دنیا میں ہر سُو پھیلے ہوئے ہیں اور اپنی عقلی و فکری صلاحیتیں اس جدوجہد کی نذر کر دیں جس سے خدا کی بادشاہت کا خواب آب و گل کی اس دُنیا میں شرمندۂ تعبیر ہو جائے۔

یقین، امید اور محبّت عقل پر مبنی ہونی چاہیئے

وہ خالق کل جس نے کائنات کی ہر شے کو پیدا کیا ہے، جس کی قدرت ہر چیز پر حاوی ہے اور جو مجھ میں اور مجھ جیسے دوسرے انسانوں میں یکساں دلچسپی رکھتا ہے۔ اس پر میرے ایمان کی بنیاد اعتقاد، اُمید اور محبت ہے۔ ایمان کی اساس اگر رعایت اور محبت نہ ہو اور اگر اس کی تائید عقل و خرد سے نہ ہوتی ہو تو ایسا ایمان میرے لیے کبھی بھی قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔

انسان کو اپنے ذہنی قویٰ کو کبھی بھی معطل نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اس کا فرض ہے کہ وہ ان سے صحیح صحیح کام لے۔ وہ ایمان جس کو عقل سہارا نہ دے سکے نہایت کمزور ہوتا ہے اور کسی وقت بھی خارجی حملوں سے برباد ہو سکتا ہے۔ ایسے اندھے بہرے اعتقادات سے سیرت و کردار میں بہت سے نقائص رہ جاتے ہیں لہٰذا انسان کے لیے یہ چیز از بس ضروری ہے کہ وہ عقل سے کبھی بھی دستبردار نہ ہو اور فکر و نظر کے اُن بنیادی اصولوں سے صرفِ نظر نہ کرے جن سے وہ اپنی روزمرہ زندگی میں کام لیتا ہے یا جن سے بڑے بڑے سائنسدان تحقیق میں مدد لیتے ہیں جو اصول مادی ترقی میں ہماری رہنمائی کرتے ہیں وہی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصول خدا کے معاملے میں بھی ہمیں ایک صحیح نتیجہ پر پہنچا سکتے ہیں۔ مثلاً ایسے اصول جن کے تحت ہم جانتے ہیں کہ کل صبح سورج طلوع ہوگا یا کل میں ضروریات زندگی کے حصول کے لیے جد و جہد کروں گا۔ یا اپنے کاروبار میں گوناگوں مسرت محسوس کروں گا۔ اگر فکری صلاحیتیں مادی فلاح و بہبود کے لیے کامیابی کے ساتھ استعمال کی جا سکتی ہیں تو پھر میں یہ بات سمجھنے سے قاصر ہوں کہ آخر انہیں روحانی اور اخلاقی ترقی کے لیے کیوں مشعل راہ نہیں بنایا جا سکتا۔ ہر فرد کو پوری برأت و بے باکی سے اُس طرز استدلال کی نشان دہی کرنی چاہیے جس پر اُس کے دین و ایمان کا دار و مدار ہے اور پھر اعمال صالح کی گواہی سے اپنے اس ایمان کی صداقت کا ثبوت بہم پہنچانا چاہیے۔

اگر تم خدا کے وجود کو دلائل سے ثابت نہیں کر سکتے تو پھر تمہیں اُس ذات کو محض ایک عقیدہ کی حیثیت سے ماننا ہوگا۔ مگر یہ چیز کبھی عقل و فکر کے منافی نہیں بلکہ اُس کے عین مطابق ہے ہم زندگی کی بے شمار چیزوں کو بدیہی حقائق سمجھ کر بغیر دلیل قبول کر لیتے ہیں۔ ٹامس جیفرسن نے اعلان آزادی میں بعض ایسے ہی حقائق کی طرف اشارہ کیا ہے۔

"ہمارے نزدیک یہ چیزیں مسلمات کی حیثیت رکھتی ہیں کہ سارے انسان انسانیت کے اعتبار سے برابر ہیں اور انہیں ان کے خالق اور مالک نے بعض مستقل حقوق عطا کیے ہیں۔ انسانوں میں زندگی کی حرارت آزادی کی تڑپ اور مسرت کی خواہش ہر وقت موجود

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہتی ہے۔ انہیں حقوق کی حفاظت اور
پاسبانی کے لیے حکومتیں وجود میں
آتی ہیں۔"

جب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ وہ خدا کو محض عقیدے کے طور پر مانتا ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں لینا چاہیئے کہ وہ کوئی خلافِ عقل بات کہہ رہا ہے بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ وہ خدا کو ایک ایسی بدیہی حقیقت سمجھتا ہے جس کے لیے وہ کسی منطقی استدلال کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ یہ کہنا کہ خدا کا وجود ایک امر واقع ہے اُس کے عدم وجود کی دلیل نہیں ہو سکتا بلکہ زیادہ سے زیادہ کھینچ تان کر بھی اگر اس کا کوئی مطلب نکالا جا سکتا ہے تو وہ یہ ہے کہ میں اس چیز کو سائنسی طور پر ثابت کرنے سے قاصر ہوں یا میں اپنے دعوے کے ثبوت میں کوئی منطقی دلیل پیش نہیں کر سکتا۔ خدا تو موجود ہے۔ اب اُس وجود کو علمی طور پر منوانے کے لیے میرے پاس دلائل نہیں ہیں تو یہ میری اپنی کوتاہی ہے اور میری اس کم نظری کو کسی طرح بھی اس امر واقع کے غلط ہونے کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ ممکن ہے اس معاملہ میں میرا علم ناقص ہو یا میں اس کے لیے خاطر خواہ تیاری نہ کر سکا ہوں یا میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس قسم کے طرزِ استدلال کے لیے یہ موقع موزوں نہیں ہو سکتا مجھے آج تک کوئی شخص ایسا نہیں ملا جس سے جب اصرار کے ساتھ یہ پوچھا گیا ہو کہ اس کا خدا پر کیوں ایمان ہے تو اس نے کوئی دلیل نہ پیش کی ہو۔ اگر ان مختلف افراد کے مختلف دلائل کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ الفاظ کے اختلاف کے باوجود ان کا مقصد اور مدعا ایک ہی ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کائنات کا ایک خالق ضرور ہونا چاہیئے اور اس کے نظام کو چلانے کے لیے ایک ناظم اور نگران کی بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشد ضرورت ہے اگر ایک مشین، مشین ساز کے بغیر معرض وجود میں نہیں آسکتی۔

تو یہ کائنات ایک خالق کے بغیر کس طرح پیدا ہو سکتی ہے؟ یہ ایک بنیادی حقیقت ہے جس سے ہر بچہ، بوڑھا اور نوجوان نہ صرف اچھی طرح واقف بلکہ وہ اسے پوری طرح مانتا بھی ہے۔

بچے کو بنیادی اصول کا شعور

جب میری عمر بمشکل تین برس کی تھی تو میں نے اس عمر کے اور بچوں کی طرح اپنے والدین سے اس قسم کے سوالات پوچھنے شروع کیے کہ ان پرندوں کو، اور ہماری گائے کو اور اس دنیا کو کس نے پیدا کیا۔ زندگی کے سیدھے سادے حقائق اور میرے ذاتی تجربات نے میرے ذہن میں یہ خیال راسخ کر دیا کہ کوئی مشین، مشین ساز کے بغیر وجود میں نہیں آسکتی۔ اس مقام پر میرے تفکر نے میری دستگیری کی اور میں ان ابتدائی معلومات سے گزر کر کہ میں ہوں، پرندے ہیں اور گائے ہے۔ اس نتیجے پر پہنچا کہ ان سب چیزوں کے وجود کی کوئی نہ کوئی علت ضرور ہونی چاہیئے اور وہ علت اولےٰ خالق اور مالک کی بلند و برتر ذات کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ اس طرح میرے فہم نے، جو ہر قسم کی الجھنوں اور پریشانیوں سے پاک اور ذہنی مغالطوں سے ناآشنا تھا، زندگی کے اُن اسرار و رموز کا ادراک کیا، جو بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔

فکر و عمل کے تعامل سے میرے اندر شعورِ ذات پیدا ہوا اور میں نے وجود اور عدم وجود میں امتیاز کرنا سیکھا۔ دوسرے لفظوں میں مجھ میں یہ احساس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیدار ہوا کہ میں میں ہوں، پرندہ، گائے یا دُنبہ نہیں ہوں اس طرح اوائل عمر میں میرے ذہن نے مجھے، وجود اور عدم وجود" کے اصولوں سے آشنا کیا۔ اس کے علاوہ اسی دَور میں مجھے جزو اور کل کے باہمی تعلق کا بھی علم ہوا اور یہ حقیقت معلوم ہوگئی کہ کل جزو سے ہمیشہ اور ہر حالت میں بڑا ہے۔

وجود اور عدم وجود کے احساس سے بچے میں استدلال کی اتنی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اثبات و نفی میں تمیز کرنے لگتا ہے۔ چھوٹے بچے بھی اپنے اور اپنی بہن کے درمیان پوری طرح تمیز کر سکتے ہیں اور وہ یہ کہتے سُنے جاتے ہیں کہ "میں ٹام ہوں اور میری بہن میری ہے۔" ان میں بھی اتنی عقل ضرور ہوتی ہے کہ یہ کبھی نہیں کہتے کہ میں میری ہوں اور میری بہن ٹام ہے۔" پھر ایک بچہ یہ بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ مربع شکل کو گول کہنا غلط ہے۔ مربع اپنی اس شکل کی کافی وجوہ رکھتا ہے اور یہی وجوہ اس کے مربع ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

یہ حقیقت کہ بچہ اپنے اور پوری کائنات کے خالق کی معرفت حاصل کرنے کا آرزومند ہے۔ اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ اس نے علت و معلول کا بنیادی اصول دریافت کر لیا ہے۔ وہ اس امر سے بخوبی واقف ہو گیا ہے کہ ہر نتیجہ کا ایک سبب ضرور ہوتا ہے اور کوئی مشین بھی کسی مشین ساز کی حکمت و دانائی کے بغیر تیار نہیں ہو سکتی۔ یہ اندازِ فکر زنجیر کے حلقوں کی طرح مسلسل چلتا ہے اور انسانی ذہن اپنے وجود اور کائنات کے وجود سے قدرتی طور پر اُس ذات کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جو اس ساری تخلیق کی علتِ اولیٰ ہے۔ جب بھی انسان حرکت کے بارے میں سوچتا ہے اس کے دماغ میں فوراً محرک کا تصوّر آجاتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی حقیقت کو ایک دوسرے طریق سے یوں بیان کیا جا سکتا ہے!
کائنات پر نگاہ دوڑائیے تو آپ کو اس میں ایک زبردست نظم و ترتیب نظر آئے گی۔ یہ نظم و ترتیب ایک ناظم اور مرتب کے وجود کی زندہ شہادت ہے پھر اتنی وسیع و عریض کائنات کا نظم و نسق کوئی معمولی شخصیت بھی نہیں سنبھال سکتی لہٰذا اس کا ناظم وہی قادر مطلق ہے جس کی قوتوں کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ وہ اندازِ فکر ہے جس سے تین چار سال کا بچہ بھی علت و معلول کے ذریعے خداوند تعالےٰ کو پہچان سکتا ہے۔

میں نے ایک سائنسدان کی حیثیت سے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ حدِ ادراک سے ماورا حقائق کے اسباب کو معلوم کرنے پر صرف کیا ہے۔ میرا ذہن کائنات کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ نظام تکوینی کے ماورا اُس حقیقتِ کبریٰ کا کھوج لگانے پر مصر رہتا ہے جو تمام روحانی اقدار کا واحد سرچشمہ ہے۔ اپنی تحقیق کے دوران میں نے طبیعی اخلاقی علوم کا اچھا خاصہ مطالعہ کیا۔ میں اس چیز سے غافل نہیں ہوں کہ بہت سے نامور مصنفین نے، جن میں مشہور و معروف فلسفی اور مفکرین شامل ہیں۔ اس میدان میں جا بجا ٹھوکریں کھائی ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے یا تو معروف حقائق سے مجرمانہ تغافل برتا ہے یا محسوسات سے بلند ہو کر سوچنا اور غور کرنا گوارا نہیں کیا۔ وہ سائنس دان جو ہمیشہ محسوسات کے پیچ و خم ہی میں اُلجھتے رہتے ہیں۔ دراصل اپنی ترقی کی راہ میں خود ہی موانع پیدا کرتے ہیں۔ ایک صاحبِ فکر انسان حقیقی کامیابی اسی حالت میں حاصل کر سکتا ہے جب وہ مادے کی تنگ و تاریک دنیا سے نکل کر کائنات میں ہم آہنگی کے ادراک کو اپنا رہنما تسلیم کرنے پر آمادہ ہو اور پھر ایمان، محبت اور صداقت کا زادِ راہ لے کر آگے بڑھنے کی فکر کرے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قانونِ علّت

کئی سال پہلے کا ذکر ہے کہ بہت سے تاجر کھانے کی میز پر بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ اسی دوران میں ایک سائنس دان کا ذکر آ گیا۔ ایک نے کہا کہ وہ تو پکا ملحد ہے۔ ایک اور تاجر نے اس پر گرہ لگائی اور بڑے وثوق کے ساتھ یہ دعویٰ کر دیا کہ سائنسدانوں کی اکثریت خدا کی منکر ہوتی ہے اور میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اشاروں اشاروں میں مطالبہ کیا کہ میں اس بارے میں اپنے احساسات پیش کروں (اس موقعہ پر وہاں میرے علاوہ ایک اور سائنس دان بھی موجود تھا) میں نے اس رائے کی پُرزور تردید کی اور کہا کہ یہ سائنسدانوں پر محض اتہام ہے کیونکہ میں یہ بات پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ سائنس کی دنیا میں جتنے نامور لوگ گزرے ہیں اور جنہوں نے انسانیت کو اپنی تحقیقات سے بہرہ مند کیا ہے اُن کی اکثریت خداوند تعالےٰ کے وجود کی قائل رہی ہے اُن میں سے بعض کے خیالات کو یا تو غلط رنگ میں پیش کیا گیا ہے یا لوگوں کو اُنہیں سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ انکارِ خدا تو اُس اندازِ فکر کے ہی منافی ہے جس کے مطابق ایک سائنسدان سوچتا اور تحقیق کے میدان میں آگے بڑھتا ہے وہ اپنے کام کا آغاز ہی اس بنیادی تصور سے کرتا ہے کہ کوئی مشین مشین ساز کی قوتِ فکر و عمل کے بغیر وجود میں نہیں آ سکتی۔ وہ معلوم و معروف حقائق سے استدلال کرتا ہے اور عزم و یقین کی دولت لیے ہوئے تجربہ گاہ میں داخل ہوتا ہے۔ سائنس دانوں کی معتدبہ تعداد نئے نئے حقائق کی گرہ کشائی میں جن مصائب اور تکالیف سے دوچار ہوتی ہے انہیں برداشت کرنے میں عام طور پر علم کی محبت نوعِ بشر کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اپنے خالق کی محبت کا جذبہ ہی کارفرما ہوتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ سائنس دان اپنی زیادہ تو بہ آلات اور اجسام یعنی ایسی چیزوں پر صرف کرتا ہے جو مشاہدے اور تجربے کی گرفت میں آ سکیں مگر اس کی تحقیق کی بنیاد ان چیزوں پر نہیں بلکہ علت و معلول کے اس اصول پر ہے جو اس کائنات کے نظام میں جاری و ساری ہے وہ اپنی تحقیق کی پوری عمارت اسی بنیادی تصور پر اٹھاتا ہے کہ اس کائنات میں نظم و ترتیب ہے اور اس کے خارجی مظاہر میں حیرت انگیز اختلاف کے باوجود معنوی ربط پایا جاتا ہے۔ علت و معلول کا اصول ہی دراصل اس کے کام کی اساس ہے۔"

علم الابدان میں جب ہم جسم کی بقاء اُس کی نشوونما اور اس کی تخریب و تعمیر کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہر خلیہ بلا استثناء اپنا وہ فرض بڑی خوبی سے انجام دیتا ہے جو اسے جسم کی مجموعی فلاح کے سلسلے میں سونپا گیا ہے۔ نصاب اعصاب میں اعمال محض اضطراراً سرزد ہوتے ہیں۔ ان کی تہہ میں بھی ایک گہری حکمت اور مقصدیت ہوتی ہے اور یہ مقصدیت ان کا ایک بنیادی وصف ہے۔ انسان اسی نہج پر مزید غور و فکر کرتا چلا جائے تو وہ بالکل قدرتی طور پر اس نتیجے پر پہنچ جاتا ہے کہ ذہنی نشوونما کے لیے فطرت نے جو نظام قائم کیا ہے وہ حسّی تجربات کے تعامل سے علت و معلول کے رشتے کو قبول کرنے پر مجبور رہے۔ بہ الفاظِ دیگر وہ مشین جو سارے جسم کے مقصدی اعمال کی ذمہ دار ہے، ترقی کرتے اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ حسّی تجربات کے تعامل سے اس میں شعورِ آگہی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیدا ہو جاتی ہے اور یہ شعور اس میں احساسِ قدر یا احساسِ علت پیدا کر دیتا ہے یہ ہے وہ طریق جس سے ایک خلیہ کا مقصدی ردِ عمل ارتقائی مراحل سے گزر کر اپنے اردگرد کی دنیا کا شعور اور احساس پیدا کرتا ہے اس کے بعد اس میں احساسِ امتیاز پیدا ہوتا ہے جس کی مدد سے وہ اپنے اعمال کو علت و معلول کی کڑیوں میں جوڑتا ہے اور پھر وہ اپنے ماحول پر قدرت حاصل کرنے کی سعی کرتا ہے۔

علم الابدان کے مطالعہ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ مچھلی کے گلپھڑے اس بات کی زندہ شہادت ہیں کہ اس جانور کے نزدیک پانی کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ پرندے اور انسانی پھیپھڑے ہوا کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔ انسان کی آنکھیں روشنی کی اہمیت ظاہر کرتی ہیں۔ جو کوئی انسان کے لیے کمربستہ ہوتا ہے۔ اس کی نگاہ میں حقائق کا وجود سب پر مقدم ہوتا ہے۔ کرۂ ارض پر زندگی کا موجود ہونا ہی اس بات کی علامت ہے کہ یہاں ایک قانون طبیعی کارفرما ہے جو زندگی کی بقا اور نشوونما کا ضامن ہے اگر یہ باتیں صحیح ہیں اور اس کائنات میں علت و معلول کا ایک مضبوط رشتہ قائم ہے تو پھر میں پوچھتا ہوں کہ آیا فہم و فراست، صحیح طرز استدلال ہمت و شجاعت، احساسِ فرض، ایمان اور یقین سے کسی بلند و برتر ذات کے وجود کی شہادت نہیں ملتی؟ میرے نزدیک اس سے بڑی حماقت اور کوئی نہیں کہ یہ فرض کر لیا جائے کہ عمیق اور گہرے خیالات، مقدس احساسات و جذبات اور نیک اور صالح افعال کسی برتر ذات کے وجود کا ثبوت نہیں ہیں۔ یہ سب کیفیات یہ سارے افکار و اعمال اُس سب سے ارفع و اعلیٰ ذات، اُس خالق و مالک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے وجود کی گواہی دیتے ہیں جسے اس جنگاہِ حیات میں ہر وہ شخص محسوس کر سکتا ہے جو خدا کی معرفت حاصل کرنے کا آرزومند ہے اور جو اس راہ میں غیر فطری موانع پیدا نہیں کرتا۔ قانونِ علت کی نفی نہیں کی جا سکتی ساری کائنات اسی سے قائم ہے۔ انسانی ذہن بھی اسی کے سہارے اپنے فرائض انجام دیتا ہے یہ قانون اس کائنات کی ایک ٹھوس حقیقت ہے۔

میں نے بعض سائنسدانوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ علت و معلول کا سلسلہ وہاں ختم ہو جاتا ہے جہاں ماورائے ادراک کی دنیا شروع ہوتی ہے یا جہاں غور و فکر کے متعارف اصولوں کو عملی زندگی پہ منطبق کرنا مقصود ہوتا ہے۔ میں اس بات کو عقل و فکر کے منافی سمجھتا ہوں کہ کوئی انسان علت و معلول کے قانون سے اس وقت تک کام لیتا رہے جب تک اپنے نظریے کی تائید مقصود ہو اور جب یہ اُس کے بنیادی تصور کا ساتھ چھوڑ دے تو وہ بھی اسے خیرباد کہہ دے۔ علت و معلول کی لمبی زنجیر میں ایک مابعد الطبیعی کڑی کا اضافہ کوئی غیر فطری بات نہیں۔ ہم سائنس اور روزمرہ کے دوسرے مسائل میں اسی طریق سے کام لیتے ہیں یہ ایک الگ بحث ہے کہ یہ کڑی صحیح قسم کی کڑی ثابت ہو گی یا غلط قسم کی لیکن جو انسان اس کے صحیح ہونے کے بارے میں غور و فکر کرنے کو تیار ہو اس کے لیے پہلے اس کے وجود کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔

منکرینِ خدا کے نظریات کے سرسری جائزے سے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ان لوگوں کے دماغوں میں فتور ہے اور یہ اس سادہ سی حقیقت کو سمجھنے سے بھی قاصر ہیں کہ اس کائنات کی علّتِ غائی کی معرفت حاصل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھ میں آتی ہے اور اگر اس کے وجود سے انکار کر دیا جائے تو یہ سارا نظام عالم ایک ناقابل فہم معمہ بن جاتا ہے۔

آئن شٹائن نے کہا ہے۔

"جو شخص اپنی اور اپنے ابنائے جنس کی زندگی کو بالکل بے مقصد سمجھتا ہے وہ نہ صرف بدنصیب اور نامراد ہے بلکہ اسے زندگی گزارنے کا قطعاً کوئی حق حاصل نہیں۔"

آئن شٹائن کے اس بیان پر میں صرف اسی قدر اضافہ کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو زندگی بسر کرنے کا صرف اس لیے موقع دینا چاہیے کہ ممکن ہے وہ الحاد کے بعد ایمان کی طرف لوٹ آئے۔

اب میں اپنے سائنسدان بھائی کی طرف متوجہ ہوا جس کی ذہانت اور فطانت کا میں اور میری طرح کے اور بہت سے لوگ بھی معترف تھے میں نے اُس سے سوال کیا۔

"خداوند تعالےٰ کے بارے میں جو کچھ میں نے عرض کیا ہے کیا یہ صحیح ہے؟"

اس نے اثبات میں جواب دیا لیکن اُس کے بعد وہ مجھ سے خدا کی صفات کے متعلق مختلف قسم کے سوالات پوچھنے لگا۔

میرے نزدیک اُس کی یہ فکری روش بالکل صحیح اور درست تھی۔ ہر وہ شخص جو ان مسائل کے متعلق سوچنا شروع کرتا ہے اُس کے ذہن میں سب سے پہلا سوال یہی پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدا فی الواقع ہے! اس کے بعد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ اس کی صفات کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کرنے کا آرزو مند ہوتا ہے پھر وہ حیاتِ انسانی کے مقصد و مدعا کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اور آخر میں وہ خیر و شر کے عقیدہ کو حل کرنے کے لیے بے چین نظر آتا ہے۔

خدا کی صفات

قدیم فلاسفر اور حکماء نے صفاتِ باری تعالیٰ پر منطقی طرزِ استدلال سے بڑی تفصیلی بحث کی ہے۔ ان صفات کا جو کافی حد تک نامکمل ہیں ہم ذیل میں تذکرہ کرتے ہیں۔

خدا ایک حیّ و قیوم ہستی ہے جسے کبھی فنا نہیں۔ جو نہ تو مادہ ہے، نہ کوئی جسم رکھتی ہے اُسے حادثے اور اتفاق سے بھی تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ وہ مکمل و اکمل ذات ہے۔ ساری نیکیوں کا واحد سرچشمہ اور مبرا الخطا اس سے کسی برائی کا صدور ممکن ہی نہیں۔ وہ کسی سے نفرت نہیں کرتا۔ وہ اپنی ذات میں لامحدود ہے وہ خاص سچائی ہے اُس کا علم ہر چیز پر حاوی ہے وہ محبت اور مشیت کا مظہر ہے۔ اُسے نہ بھوک لگتی ہے نہ پیاس محسوس ہوتی ہے۔ وہ سارے اخلاقی ضابطوں اور نیک اعمال کا منبع اور مبداء ہے۔

اخلاقی علّت اور اختیار و ارادہ

خدا پر ایمان لانے کے کئی وجوہ ہیں۔ ان میں ایک علّت اور ارادہ و اختیار ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے میری مراد یہ ہے کہ انسان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فکر و عمل کے معاملے میں خود مختار ہے۔

حیاتِ انسانی کا روحانی اور اخلاقی پہلو یعنی یہ کہ اُسے کیا کرنا چاہیئے، انسانی فلاح و بہبود کے نقطۂ نظر سے تسخیرِ کائنات سے بھی کہیں زیادہ اہم اور ضروری ہے علوم طبیعی کے مطالعے سے ہم اس کائنات کے بہت سے اسرار و رموز سے آشنا ہوتے ہیں اور ہمیں وہ ذرائع حاصل ہوتے ہیں جن سے کام لے کر ہم اپنے مال و دولت میں اضافہ بھی کر سکتے ہیں اور اس کی بہتر اور منصفانہ تقسیم کے لیے نئی نئی تدابیر اور راہیں بھی نکال سکتے ہیں۔ پھر انہی قوانین کی مدد سے ہم ایسے وسائل بھی مہیا کرتے ہیں جن سے انسانی مصائب و شدائد میں کمی واقع ہوتی ہے اور لوگوں کی عمریں بڑھتی ہیں۔ دورِ جدید کا سب سے اہم مسئلہ اخلاقی و روحانی ہے ہمیں اس وقت سب سے زیادہ جس چیز کی فکر لاحق ہے وہ یہ ہے کہ کسی طرح سائنسی قوت کو بنی نوعِ انسان کی تباہی اور بربادی پر صرف کرنے کی بجائے انسانی فلاح و بہبود پر صرف کیا جائے۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ ماضی میں انسانیت کو جن اہم مسائل سے سابقہ پڑا ان کی نوعیت سراسر اخلاقی تھی۔

عالم طبیعیات ناقابلِ تغیر اصولوں کا پابند ہے۔ یہی حال حیوانوں کا ہے وہ بھی فطرت کے لگے بندھے ضابطوں کے تحت زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں خالقِ کائنات نے نوعِ بشر کو اس سے بہت ارفع و اعلیٰ بنایا ہے کہ وہ بے حس تقلیدات کی غلام ہو اور اسے فکر و عمل کی کوئی آزادی نہ دی جائے انسانی معاشرہ اُن افراد پر مشتمل ہے جو اس کا اختیار رکھتے ہیں کہ چاہے شجرِ علم سے بہرہ مند ہوں، چاہے نہ ہوں اگر ہم قادرِ مطلق کے اخلاقی قوانین کی پابندی نہیں کرتے تو ہمیں اس کے نتائج بھگتنے پڑیں گے۔ اگر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم طبیعیات کو بھی ارادہ و اختیار کی نعمت سے نوازا جاتا تو پھر انسانی آزادی بے معنی ہوتی اور یہ ساری کائنات آناً فاناً زیر و زبر ہو کر رہ جاتی۔

جانوروں کی حرکات و سکنات کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی سطح سے نیچے جتنی جان دار مخلوق ہے وہ قدرت کے مندرجہ ذیل اصولوں کی پابند ہے۔

۱- بقائے نفس

۲- بقائے نوع

اگر یہ دو اصول کارفرما نہ ہوتے تو کوئی نوع زندہ نہ رہ سکتی۔ جانوروں کی ساری حرکات جبلتوں کے محور پر گھومتی ہیں لیکن جوں جوں ہم حیوانی سطح سے بلند ہوتے جاتے ہیں۔ ہمارے افعال و اعمال پر شعور و آگہی کا تسلط ہونا شروع ہو جاتا ہے، ابھی تک اس امر کا فیصلہ نہیں کیا جا سکا کہ آیا حیوانوں کو بھی ارادہ و اختیار کی دولت میں سے کچھ حصہ ملا ہے، قیاس یہ ہے کہ اگر ملا بھی ہے تو بہت کم ملا ہے۔ اس بنا پر اگر کوئی جانور اپنے جسم کی حفاظت اور پاسبانی کرتا ہے تو اس کی غرض و غایت اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوتی کہ وہ اپنے کو اور اپنی نوع کو زندہ رکھ سکے۔ جانور جنگل کے قانون کے تحت زندگی بسر کرتے ہیں اور ایسے بے لچک اصولوں کے پابند ہوتے ہیں جن میں کسی تبدیلی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

"تاریخ کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ انسان آغاز ہی سے فطرت کے ان ضابطوں کے علاوہ بعض دوسرے اصولوں کا بھی پابند چلا آ رہا ہے وہ جب کسی عجیب و غریب شے کو دیکھتا ہے تو حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ اس سے جب کوئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو اس کے ذہن میں احساسِ ندامت انگڑائی لیتا ہے اور وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ جو وقت اُسے حیران اور پریشان کر رہی ہے وہ ان افعال و اعمال کو جو گناہ کے دائرہ میں آتے ہیں پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتی۔

درندوں اور چوپایوں سے لے کر انسان جیسی اشرف المخلوقات تک ہر نوع کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ارتقاء کی ان مختلف منازل کے درمیان خطِ امتیاز صرف ارادہ اور اختیار ہے اور اسی کے ذریعے انسان اپنے ماحول اور اپنے آپ کو تسخیر کرتا ہے انسان کو فیصلے کی جو آزادی حاصل ہے اسی کے آغوش میں خیر و شر کے احساسات پرورش پاتے ہیں۔

علت کی اس لمبی زنجیر کا حلقہ آغاز کیا ہے؟ کیا یہ زنجیر حادثے یا اتفاق سے شروع ہو گئی؟ جس طرح انسانی ذہن یہ بات قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا کہ اچانک فرش پر پانی گرنے سے دنیا کا نقشہ مرتب ہو گیا۔ اسی طرح عقل یہ بھی باور کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی کہ علت کی یہ زنجیر یونہی بن گئی۔ مجھے یہ تسلیم کرنے میں قطعاً کوئی تامل نہیں کہ قانون علت، جو عالم طبیعیات میں کارفرما ہے جس کے تحت نباتات اور حیوانات زندگی بسر کرتے ہیں، جس کے ذریعے انسانی ذہن نے نشوونما پائی ہے۔ وہ اخلاقی اور روحانی اقدار کے معاملے میں بھی ہماری رہنمائی کرتا ہے۔

مثال کے طور پہ محبت عدل انصاف، رحم، خالق کی مخلوق، ایسی اعلیٰ اقدار ہیں جنہیں نہ گنا جا سکتا ہے اور نہ ناپا تولا جا سکتا ہے۔ میں یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ انسانیت کے مستقبل کا سارا دارومدار اسی پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ وہ ان ابدی اقدارِ حیات کو اپنانے کو تیار ہوگی یا نہیں ؟ بنیادی ضروریات پوری ہو جانے کے بعد انسان اگر صحیح معنوں میں سکون اور طمانیت کا متمنی ہے تو اُسے لازمی طور پر انہیں روحانی اور اخلاقی اقدار کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔

تاریخی شواہد کے جائزے اور مسلسل غور و فکر کے بعد مجھے یقین ہوگیا کہ ایک انسان اخلاق اقدار کو اپنانے کے لیے صرف اسی صورت میں تیار ہوتا ہے جب اسے اس بات کا یقین کامل ہو کہ ایک قادرِ مطلق ہستی جو ہر لحاظ سے کامل و اکمل ہے، انسان کے فکر و عمل کی رہنمائی کرتی ہے محض کائنات میں نظم و ترتیب کی موجودگی اور قانونِ علت کی فرماں روائی کے اعتراف سے مذہب کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔

مذہب کی حد اس احساس سے شروع ہوتی ہے کہ انسان کو اپنی روزمرہ زندگی میں خدا کے بنائے ہوئے ضابطۂ حیات کا پورا پورا احترام کرنا چاہیئے حال کے روح فرسا واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ اخلاق، حق و انصاف اور آزادی کی بنیاد اگر خدا ترسی پر قائم نہ ہو تو اس سے نہایت خطرناک نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ نوعِ بشر کے لیے سکون و اطمینان کی زندگی صرف خدا پرستانہ ماحول میں ممکن ہے۔ انسانیت میں مساوات کی روح اخلاقی توانین ہی سے بیدار ہو سکتی ہے۔ اگر خدا کے وجود سے انکار کیا جائے یا اخلاق کے حتمی ضابطے ختم کر دیے جائیں تو پھر غلامی کے خلاف کوئی دلیل بھی درست نہیں مانی جا سکتی۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ انسان کوئی پائیدار اخلاقی اقدار نہیں رکھتا، اُسے فکر و عمل کی کوئی آزادی نہیں اور اُسے کوئی مستقل حقوق حاصل نہیں تو اس سے انسان خود بخود اس نتیجے پر پہنچ جاتا ہے کہ انسانیت خارجی حالات کے ہاتھ میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے بس کھلونا ہے اور اس کے وہ افراد جنہیں قدرت کی طرف سے ذہانت اور فطانت کا وافر حصہ ملا ہے، اگر کمزور اور بے بس لوگوں کو اپنے ظلم کا تختۂ مشق بناتے ہیں تو وہ بالکل حق بجانب ہیں۔ انسان اگر کسی مستقل حیثیت کا دعوے دار ہے۔ اسے اگر کوئی دائمی شرف اور وقار حاصل ہے تو وہ محض اس بنا پر ہے کہ وہ خدا کی مخلوق ہے۔ خدا پر ایمان لائے بغیر انسانی شرف کا تصور بالکل بے معنی ہے۔

آج ہم جن حالات سے گزر رہے ہیں وہ انتہائی افسوسناک ہیں۔ ہمیں ہر لمحہ اس بات کا شدید احساس ہو رہا ہے کہ ہم میں جمہوری رُوح روز بہ روز مفقود ہوتی جا رہی ہے۔ اس کی وجہ صرف میرے نزدیک یہ ہے کہ نئی دنیا کا یہ سرسبز و شاداب خطہ غیر محسوس طور پر الحاد کے نرغے میں گھر رہا ہے اور اسی بنا پر اس کی مذہبی اور روحانی بنیادوں پر تزلزل پیدا ہو گیا ہے۔ دنیائے مغرب اس بات کے لیے انتہائی کوشاں ہے کہ کسی طرح انسانی حقوق کو اُن روحانی سرچشموں سے منقطع کر دیا جائے جو الہامی مذہب کے منبع سے نکلتے ہیں اور یہ بھی چاہ رہی ہے کہ ان حقوق کو مستقل صورت بھی دی جائے لیکن یہ بات ناممکن ہے۔ روحانیت کی جڑوں کو کھوکھلا کر دینے کے بعد اخلاق کی سرنگلک عمارت کو قائم رکھنا ایک ایسا خواب جو کبھی بھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ انسانیت نے بارہا یہ حماقت کی ہے اور ہر بار منہ کی کھائی ہے۔

خُدا پرستوں اور مُنکروں میں کیا فرق ہے؟

میں فی الحال مذہب فطرت یا عقیدہ وحدت الوجود کا ذکر نہیں چھیڑنا چاہتا کیونکہ مجھے یقین ہے اور میں اس معاملے میں لینن سے پوری طرح متفق ہوں کہ انسانیت کا مستقبل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا تو (ا) مادے کے ہاتھ میں ہوگا جب انسان اُسے ایک اعلےٰ اور برتر قوت تسلیم کرے گا۔

یا (ب) ایک مافوق طبیعی ذات کے ہاتھ میں ہوگا۔

آج ہم اسے تسلیم کریں یا نہ کریں مگر یہ حقیقت ہے کہ دُنیا کی ساری مادی قوت انہیں دو گروہوں میں بٹی ہوئی ہے۔ خدا کا اقرار کرنے والی طاقت مادی ساز و سامان کے علاوہ روحانی اور اخلاقی اقدار پر ایمان بھی رکھتی ہے دوسری قوت معاشی طور پر سرمایہ داری کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اور روحانی نقطۂ نظر سے خدا کے انکار کو لوگوں کے دل و دماغ پر مسلط کرنا چاہتی ہے۔ اُس کے اخلاقی ضابطے کا بنیادی اصول صرف مصلحت ہے اور اس کے نزدیک ہر قسم کا ظلم و استبداد جائز ہے۔

سرمایہ داری کے دفن ہو جانے کے بعد جب لوگ اُن سارے اخلاقی نظریات کو فراموش کر دیں گے۔ جن کی بنیاد ایمان باللہ ہے تو اس وقت ایک نیا اخلاق معرضِ وجود میں آئے گا۔ یہ اخلاق طبقاتی یا ریاستی اخلاق ہوگا۔

یہ فلسفہ کسی اصول کو بھی ازلی و ابدی قرار نہیں دیتا کیونکہ اصول کو تو صرف مصلحت متعین کرتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حاکم اور حاکمیت کے خواہش مندوں کے درمیان سر پھٹول ناگزیر ہے اور جب اخلاقی پابندیاں بھی نہ ہوں گی تو دنیا میں ظلم و تعدی کا دور دورہ یقینی ہے۔ اس نہج کا دوسرا نظام جو ممکن ہو سکتا ہے اور جسے درحقیقت مارکسی نظام کا متبادل کہا جا سکتا ہے، آمریت ہے جس سے انسانی فطرت ابا کرتی ہے۔ انسان مادے کے رنگا رنگ پیکر ہی ہیں۔ وہ کیڑے مکوڑے بھی نہیں اور وہ صرف ایک بھیڑ بھی نہیں ہیں جسے ایک آمر بے زبان گلے کی طرح جس طرف چاہے ہانکتا پھرے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشتراکیت کے نہایت کامیاب نمونے تو صرف خانقاہیں پیش کر سکتی ہیں، ظلم و تعدی اور مکر و فریب سے معرضِ وجود میں نہیں آتے یہ اُن انقلابات کا مظہر ہوتے ہیں جو دل کی دنیا میں پیدا ہوتے ہیں۔ ان کی بنیاد اخلاق کے خداوندی ضابطے ہیں۔

اس وقت یہ دونوں گروہ یعنی مذہب کے پرستار اور منکرین مذہب باہم برسرِ پیکار ہیں۔ عیسائیت کے آغاز سے پہلے تین سو سال تک ایک کروڑ دس لاکھ افراد ہلاک ہوئے کیوں کہ انہوں نے مادہ پرستی انکار کیا اور مسیحی دین اختیار کرنے پر مصر ہوئے۔ ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۷ء تک قریب قریب پچاس لاکھ انسانوں نے جرمنی کے اجتماعی کیمپوں میں محض اسی بنا پر جانیں دیں کہ وہ نازی فلسفۂ حیات قبول کرنے پر آمادہ نہ تھے ہمیں بھی آج انسانی بنیادی حقوق کی حفاظت و پاسبانی اور آزادی کے تحفظ و بقا کے لیے اپنی جانیں قربان کرنے میں قطعاً کوئی دریغ نہ ہونا چاہیئے۔

ہم بہت سے حکمرانوں کی سیرت و کردار میں مادی فلسفۂ حیات کے اثرات پوری طرح دیکھ چکے ہیں۔ یورپ کے غیر مذہبی اداروں بلکہ بہت سے مذہبی اداروں میں بھی اخلاقی مذہبی تعلیم کو ختم کیا جا رہا ہے اور اُس کی جگہ مارکس اور نیتشے کا فلسفہ بچوں کے دل و دماغ میں ٹھونسا جا رہا ہے۔ اس نئے فلسفہ کے مطابق غریب اور نادار لوگ ایک انقلاب کے لیے کوشاں نظر آتے ہیں، وہ غریب جو اپنے جسم و جان کے رشتے کو برقرار رکھنے میں اتنے مصروف رہتے ہیں کہ انہیں اس کے علاوہ کوئی اور چیز کبھی سوجھی ہی نہیں، اس تحریک کے رہنماؤں نے ایک نیا الحاد پھیلایا ہے۔ ذہنی طور پر یہ لوگ اب خدا کو چھوڑ کر نسل طبقات سائنس کی ایجادات و اکتشافات کے سامنے سرنگوں ہو چکے ہیں اور عملی طور پر انہوں نے قوت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہرت اور دولت کو اپنا معبود بنالیا ہے۔ ان لوگوں کے طرزِ عمل سے ایک دنیا واقف ہے اور یہ کوئی ایسی بات نہیں جو کسی سے پوشیدہ ہو۔

آیئے اب ایک منکرِ خدا کے انفرادی کردار پر نگاہ ڈالیں۔ ایسے شخص کو جب کبھی نامساعد حالات پیش آتے ہیں تو وہ عام طور پر خودکشی کے ذریعے اُن سے چھٹکارا حاصل کرتا ہے جب قوت و دولت کا حصول ہی مقصدِ زندگی ہو اور کوئی شخص اُن سے محروم کر دیا جائے تو پھر زندہ رہنے سے کیا فائدہ۔ جب ہٹلر اور اس کے ساتھیوں نے یہودیوں سے مال و اسباب چھین لیا تو اُن میں سے بہت روشن خیال یہودی اس محرومی کی تاب نہ لا سکے۔ اور انہوں نے اپنی زندگیاں اپنے ہاتھوں سے ختم کر دیں۔ مگر پرانے یہودی جنہیں خدا پر یقین تھا، انہوں نے ان مصائب کا نہایت صبر و ثبات سے مقابلہ کیا اور زندہ رہنے کی آرزو میں ہمت آزما رہے ہیں۔ وہ شخص جس کا خدا پر سچا ایمان ہو اس میں کبھی اُن محرکات کی کمی نہیں ہوتی جو انسان کو زندہ رہنے کے لیے مسلسل ابھارتے ہیں۔

اسی کے ساتھ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ کوئی انسانی ادارہ جس نے قوت و جبروت سے، یا معاشی دباؤ سے کام لے کر اقتدار حاصل کیا ہو، کبھی فساد سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ وہ مطلق العنان اقتدار جسے قوت کے ذریعہ حاصل کیا جائے اور مکاری اور عیاری کے ذریعے زندہ رکھنے کی کوشش کی جائے اس میں لازمی طور پر بہت سے مفاسد پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ خدا کے وجود سے منکر ہیں اُن میں برائیاں بہت تیزی کے ساتھ پرورش پاتی ہیں۔

خدا پر ایمان انسان کی فطرت میں داخل ہے اور اسے کبھی بھی فطرت انسانی سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے لیے مندرجہ ذیل تین دلائل دیے جا سکتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر کوئی نظام تعلیم ایسا ہو سکتا ہے جو تمام انسانوں کے لیے ہر قسم کے حالات میں مفید ہو تو وہ صرف وہی ہے جس کا اظہار حضرت مسیحؑ نے اپنی زندگی سے کیا۔ فطری تعلیم جس کا مقصد محض عیش ہو اُن لوگوں کے لیے کارآمد نہیں ہو سکتی جو مستقل طور پر علیل اور اپاہج ہیں۔ اسی طرح فلسفے سے وہ لوگ کوئی استفادہ نہیں کر سکتے جن کا ذہن رسا نہ ہو۔ مسلک[1] انسانیت کا پرچار اُن لوگوں کے لیے موزوں نہیں ہوتا جن کی فطرت سانچوں میں ڈھل گئی ہو۔ مگر ان کے برعکس مذہبی تعلیم جس کا مبداء ایمان باللہ ہے سب کے لیے یکساں مفید اور کارآمد ہے، اُس سے کالج، منڈی، گھر، شفاخانے، قید خانے جھونپڑی اور میدانِ جنگ سب جگہ پوری پوری رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ خدا پر ایمان انسان کو ایک ایسی طاقت بخشتا ہے جس سے وہ ہر قسم کی بربادی سے محفوظ رہتا ہے۔ حیاتیاتی طور پر مذہب کی تعریف یہ کی جا سکتی ہے کہ یہ ایک بلند و برتر ہستی کی پرورش ہے جو ہماری فطرت کا بنیادی تقاضا ہے اور اس تقاضے کو انسانوں کی بہت بڑی اکثریت نظر انداز نہیں کر سکتی۔

ثانیاً خدا کو ماننے ہی سے انسانی زندگی اور کائنات میں معنویت اور مقصد پیدا ہوتا ہے غور و فکر کرنے والے افراد ہمیشہ یہی مقصد معلوم کرنے کے آرزومند رہے ہیں۔

---

[1] اس کی رُو سے انسان کی ذات کائنات کا مرکز ہے اس لیے عالم آخرت یا عالم طبیعی کی بجائے مجموعی انسانی زندگی کا مطالعہ اور اس کی ترقی کے لیے کوشش کرنی چاہیئے اس مسلک کے ماننے والے کسی مافوق الادراک ہستی کے قائل نہیں ہوتے بلکہ انسانی فلاح و بہبود کی کوشش کو ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانی نسل کا تسلسل تو بہر حال ایک عرصۂ دراز تک قائم رہے گا اور بچے پیدا ہوتے ہی رہیں گے۔ خواب و خیال کی دنیا میں رہنے والے ژولیدہ ذہن مفکرین انسانی ذہن کے متعلق جو چاہیں کہتے رہیں مگر یہ حقیقت اپنی جگہ مسلّم ہے کہ ایک بچے کا فکری ارتقاء اُس وقت تک یقینی ہے جب تک ذہنی قوتیں حسی تجربات سے وہی اثرات قبول کرنے پر آمادہ رہیں جو وہ ماضی میں کھو چکی ہیں۔ ایک پختہ کار انسان کا دماغ اگر غیر عاقلانہ موانع اُس کی ذہنی ترقی میں حائل نہ ہوں تو لازمی طور پر قانون فطرت کے مطابق عمل کرتا چلا جاتا ہے۔ انسانیت کے جتنے بڑے بڑے محسن آج تک گزرے ہیں اُن کے دل و دماغ ہمیشہ انہی بنیادی اصولوں کے تابع رہے جن کی پیروی فطرت اور اس کے بلند ترین کاموں کا طرۂ امتیاز ہے۔ انہوں نے حواس کی محدود دنیا سے پرے حقائق کی تلاش میں علت و معلول کی نئی نئی کڑیاں دریافت کیں اور اس طرح ایمان باللہ تک رسائی حاصل کی۔

بقا اور دوام انہیں اقدار سے وابستہ ہیں، جو زمان و مکان کی حد بندیوں سے ماورا ہوں اور جن سے ہر انسان ہر قسم کے حالات میں استفادہ کر سکتا ہو۔ یہی سبب ہے کہ تہذیبوں کے عروج و زوال کے باوجود مذہبی اندازِ فکر اور معاشرے پر اس کے اثرات میں ہمیشہ ترقی ہوتی رہی ہے اور ہر وہ بچہ جس نے دنیا میں جنم لیا، اُس نے غور و فکر کے فطری اصولوں ہی کو تقویت بخشی۔ چھوٹا بچہ ایمان، امید اور محبت کا مظہر ہوتا ہے اس بنا پر حضرت مسیح ؑ نے اس پہلو پر زور دیا۔

"لوگ بچوں کو اُس کے پاس لانے لگتے تاکہ وہ ان کو چھوئے مگر شاگردوں نے ان کو جھڑکا۔ یسوع یہ دیکھ کر خفا ہوا اور اُن سے کہا کہ بچوں کو میرے پاس آنے دو ان کو منع نہ کرو کیونکہ خدا کی بادشاہی ایسوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی کی ہے۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو کوئی خدا
کی بادشاہی بچے کی طرح قبول نہ کرے وہ اس میں ہرگز
داخل نہ ہوگا پھر اُس نے انہیں اپنی گود میں لیا اور ان
پر ہاتھ رکھ کر انہیں برکت دی۔"

(مرقس۔ باب ۱۰، ۱۴، ۱۵)

"میں تم سے سچ کہتا ہوں جو کوئی خدا کی بادشاہی بچے
کی طرح قبول نہ کرے وہ اس میں ہرگز داخل نہ ہوگا۔"

(لوقا: ۱۸: ۱۶)

"اگر تم توبہ نہ کروگے اور بچوں کی مانند نہ بنوگے تو
آسمان کی بادشاہی میں ہرگز نہ داخل ہوگے۔"

(متی: ۱۸: ۱۳)

جب تک کوئی نئے سرے سے پیدا نہ ہو وہ خدا
کی بادشاہت کو دیکھ نہیں سکتا۔

(یوحنا: ۳: ۳)

ماکس پلینک، جس نے سائنس کے اسرار و رموز
دریافت کیے۔ اُس نے ایک موقع پر کہا:

"مذہب اور علم طبیعی دونوں ایک پیہم اور مسلسل جدوجہد
میں مصروف ہیں۔ اُن کا مقصد، ریب و تشکک
تنگ نظری اور اوہام پرستی کو شکست دینا ہے
اس مقدس کش مکش میں شریک ہونے والے باآواز
بلند کہہ رہے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ارجعوا الی اللہ"

میں اپنی گفتگو لوئس پاسچر کے ایک قول پر ختم کرتا ہوں جس کا شمار انسانیت کے عظیم ترین محسنوں میں ہوتا ہے۔ اس نے کہا ہے:

"جب میرے متعلق کوئی شخص کہتا ہے کہ میں نے یہ نتائج اخذ کرنے میں حقائق کو نظر انداز کر دیا ہے تو میں اس اعتراض کے جواب میں عرض کرتا ہوں یہ صحیح ہے کہ میں نے اپنے ذہن کو ایسے افکار کی آماجگاہ بنا لیا ہے جن کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ میرا سوچنے کا انداز یہی ہے۔"

اگر میں نے حقائق سے صرف نظر کیا ہے اور مجھ سے فروگزاشتیں ہوئی ہیں تو ازراہِ کرم مجھے مطلع کریں، میں اصلاح کے لیے ہر وقت تیار ہوں۔

---

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہماری چند مطبوعات

- قرآن حکیم اور ہماری زندگی ـــــ محمد احسان الحق سلیمانی
- خدا موجود ہے ـــــ عبدالحمید صدیقی
- صحائف ـــــ قمر نقوی
- تاریخ عرب ـــــ سید سلیمان ندوی
- دنیائے اسلام ـــــ سید ہاشمی فرید آبادی
- سیرۃ ابن ہشام ـــــ علامہ ابن ہشام
- سیرۃ النبی ـــــ احسان بی اے
- رسول عربی ـــــ عمر ابو النصر
- رسول میدان جنگ میں ـــــ سید واجد رضوی
- تمدن عرب ـــــ سید علی بلگرامی
- تمدن ہند ـــــ سید علی بلگرامی
- عبرت نامہ اندلس ـــــ مولوی عنایت اللہ دہلوی
- صوفیائے نقشبند ـــــ سید امین الدین
- خلافت اندلس ـــــ نواب ذوالقدر جنگ بہادر
- حیات جوہر ـــــ عشرت رحمانی
- جنگ آزادی کے مسلم مشاہیر ـــــ محمد صدیق قریشی
- نزہۃ الخواطر ـــــ علامہ سید عبدالحی
- مسلمان یورپ میں ـــــ محمد احسان الحق سلیمانی
- اسلامی تہذیب و تمدن ـــــ عشرت رحمانی
- اسلامی ریاست کا نظم حکمرانی ـــــ رفیع اللہ شہاب
- اجتہادی اختلافات ـــــ رفیع اللہ شہاب
- خلیفہ ہارون الرشید اور ان کا عہد ـــــ رئیس احمد جعفری
- پاکستان سے پاکستان تک ـــــ عشرت رحمانی
- آل محمد کربلا میں ـــــ عمر ابو النصر
- پاکستان کا اسلامی پس منظر ـــــ آغا اشرف
- قائد اعظم اور ان کا عہد ـــــ رئیس احمد جعفری
- تاریخ سیاست ملی ـــــ عشرت رحمانی
- مرقع قائد اعظم ـــــ آغا اشرف
- خطبات قائد اعظم ـــــ رئیس احمد جعفری
- روداد پاکستان ـــــ آغا اشرف
- خون کی ہولی ـــــ رئیس احمد جعفری
- آزادی ہند ـــــ رئیس احمد جعفری
- حرف تمنا ـــــ
- ماہ و ماہ ـــــ
- نعت خاتم المرسلین ـــــ
- افادات اقبال ـــــ
- مکاتیب اقبال ـــــ
- دانائے راز ـــــ [illegible]
- اقبال کی قومی شاعری ـــــ ڈاکٹر [illegible]
- اقبال ایک سیاست دان ـــــ محمد صدیق قریشی

مقبول اکیڈمی، لاہور

200
ک 256 خ
22666-EU-64